خواجہ حسن نظامی کی ایک آنہ اردو یونی ورسٹی کی کتاب

تمام دنیا کے کلچر کی بنیاد

فرعونی تاریخ

نوشتہ خواجہ حسن نظامی دہلوی

خواجہ سید علی نظامی نے جون سنہ ۱۹۴۳ء میں
اہل بیت پریس دہلی میں چھاپ کر
دفتر ایک آنہ یونی ورسٹی دہلی سے شائع کی
قیمت روپے
پتہ:- منتظم دفتر لوح محفوظ اردو لائبریری دہلی

1952

ڈیڈیکیشن

میں نے فرعونی تاریخ کی ابتدا ۱۹۱۱ء میں خود مصر جاکر شروع کی تھی اور انتہا اب ۱۹۴۲ء میں ہوئی ہے جس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ یہ میرے خاص شوق کی کتاب ہے اس لئے میں اپنے تاریخ داں اور قدر دان علوم و فنون دوست آنریبل مسٹر اسکوئتھ چیف کمشنر دہلی کے نام منسوب کرتا ہوں۔ تاکہ میری اور مسٹر اسکوئتھ کی ذاتی دوستی کی ہمیشہ یادگار رہے۔

حسن نظامی دہلوی

مسٹر اے وی اسکوتھ سی آئی ای - آئی سی ایس
چیف کمشنر دہلی

فرعونی تصویر نامہ

یہ تصویریں خواجہ حسن نظامی دہلوی کی مشہور کتاب "فرعونی تاریخ" کی ہیں۔ جو دو سو اسی صفحات پر شائع ہوئی ہے۔ اور جو اُردو زبان میں پُرانے مصر کی سب تاریخوں سے زیادہ مفصل تاریخ ہے۔
یہ تصویریں فرعونی تاریخ کے لئے بہت زیادہ تحقیقات اور بہت زیادہ خرچ اور بہت زیادہ تلاش کے بعد حاصل کی گئیں ہیں۔
ان کو فرعونی تاریخ کے ساتھ بھی شائع کیا گیا ہے اور الگ بھی شائع کیا جاتا ہے۔ تاکہ جو لوگ کتاب مذکور تین روپے کی نہ خرید سکیں وہ ان تصویروں سے پُرانے زمانے کے مصر کے تاریخی حالات سے واقف ہو جائیں۔ اور اسی غرض سے ان تصویروں کی مختصر کیفیت بھی لکھی گئی ہے تاکہ جو لوگ صرف تصویریں خریدیں وہ بھی ایک حد تک مصر کی تمدنی حالت سے واقف ہو جائیں اور ان کو معلوم ہو جائے کہ خواجہ حسن نظامی نے یہ کتاب لکھ کر ایک بہت مشکل مسئلہ حل کر دیا ہے کیونکہ اب تک دنیا کو ہندوستان کے ہندوؤں کی اصلی نکاس کا حال معلوم نہ ہو سکا تھا اور مختلف قسم کی قیاس آرائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ کوئی کہتا تھا ہندو ہمیشہ سے ہندوستان میں رہتے ہیں کوئی کہتا تھا وہ وسط ایشیا سے آئے ہیں۔ مگر تاریخ فرعون سے اور ان تصویروں سے ظاہر ہو جائیگا اور اچھی طرح ثابت بھی ہو جائے گا کہ ہندوؤں کی اعلیٰ ذاتیں مصر سے آئیں ہیں۔

تصویروں پر غور کرنے کا طریقہ ان تصویروں پر غور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تصویروں کے چہرے دیکھے جائیں تاکہ پیشانی اور آنکھ ناک کان وغیرہ عضو سے سمجھ میں آسکے کہ مصریوں کے چہرے ہندوستان کی کن کن قوموں سے مشابہ معلوم ہوتے ہیں۔
اور یہ بھی دیکھا جائے کہ مصری تصویروں کی ٹوپیاں اور لباس کا کوئی حصہ ہندوستان کی کسی قوم سے ملتا جلتا ہے یا نہیں خاص کر اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ مصری لوگ جس قسم کی دھوتیاں باندھتے تھے وہ دھوتیاں موجودہ ہندوستان کے ہندوؤں کی دھوتیوں سے کچھ مشابہت رکھتی ہیں یا نہیں جن لوگوں نے ہندوستان کے پُرانے مندروں اور پُرانے بُت خانوں کو دیکھا ہے وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مصر کے بُت خانوں اور مندروں کی مسافت اور بناوٹ میں ہندوستان سے کتنی زیادہ مشابہت ہے۔
خواجہ حسن نظامی کے سفر نامے مصر و شام و حجاز اور سفر نامے افغانستان کی بعض تصویریں بھی اس غرض سے فرعونی تاریخ میں شریک کی گئی ہیں کہ ناظرین کو اندازہ ہو جائے کہ فلسطین اور شام

اور مصر اور افغانستان اور بابل اور نینوا کے پرانے تمدن اور ہندوستان کے پرانے تمدن کی یکسانیت اور مشابہت پر غور کیا جائے تاکہ ہندوستان واقف ہو کہ اس کی تہذیب اور اس کا تمدن اور اس کا کلچر اور اس کی سرحدیں بہت زیادہ وسیع ہیں اور جب کبھی ہندوستان آزاد ہو تو وہ عراق اور مصر اور فلسطین اور شام اور حجاز اور ایران اور افغانستان کو غیر نہ سمجھے اور ان سب ملکوں کو اپنے کلچر اور اپنی تہذیب اور اپنے تمدن اور اپنی تاریخ اور اپنی روایات کا شریک حال تصور کرے اور ہندوستانی قوم اپنی عظمت اور اپنی وسعت سے آگاہ ہو اور اس کے بعد یہ سوچے کہ کیونکر وہ سب ملک ایک قومیت کے مرکز پر جمع ہو سکتے ہیں جن کی زبانیں آپس میں مشابہ ہیں اور جن کی تہذیب اور تمدن اور کلچر اور خیالات اور معاشرت میں بھی ہزاروں برس سے مشابہت چلی آتی ہے۔

ہندوستان کے ہندو مسلمان نوجوان یورپ و امریکہ کی غرض آلود تحریروں اور تقریروں کے اثر میں آ گئے ہیں۔ اور اپنی پرانی تاریخ اور پرانی تہذیب اور پرانے کلچر کو بھولتے جاتے ہیں اور بھولتے ہی نہیں بلکہ اپنی پرانی تہذیب اور پرانی روایات اور پرانے خیالات کو برا سمجھنے لگے ہیں۔ اور ان کو اپنے ساتھ منسوب کرنے میں شرمانے بھی لگے ہیں۔

پس جب وہ فرعونی تاریخ پڑھیں گے اور پانچ پانچ ہزار برس کی یہ پرانی تصویریں دیکھیں گے تو ان کو یورپ اور امریکہ کی سیاسی مصلحتیں معلوم ہو جائیں گی اور وہ اُن کی خود غرضانہ چال بازیوں سے ہوشیار ہو جائیں گے اور اس کے بعد ممکن ہے کہ ان کے خیالات میں آزادی پیدا ہو اور وہ اپنے پڑوسی افغانوں اور ایرانیوں اور عراقیوں اور مصریوں اور فلسطینیوں اور شامیوں اور حجازیوں سے میل جول بڑھائیں اور متحد ہو کر ایک قوم بن جائیں۔

موجودہ سیاست کی گمراہی

آج کل ہندوستان میں سیاست کی گرم بازاری ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں بے شمار سیاسی پارٹیاں بن گئی ہیں اور یہ سب گمراہی کی باتیں ہیں کانگرس اور مسلم لیگ دو بڑی سیاسی پارٹیاں ہیں اور دونوں کے لیڈر اپنی اپنی لیڈری قائم رکھنے کے لئے ایسی باتیں کرتے رہتے ہیں جن سے آپس میں پھوٹ پیدا ہو اور سب پارٹیاں ایک دوسرے کی حریف بن جائیں۔ مسلم لیگ کے لیڈر مسٹر محمد علی جناح نے کانگرسی ہندوؤں کی خود غرضیوں اور آپا دھاپی سے لاچار اور مجبور ہو کر پاکستان کی تحریک جاری کی ہے لیکن نہ کانگرس اور ہندو مہاسبھا اور سکھ لیگ سیدھے راستے پر ہیں اور نہ مسلم لیگ نے کوئی ٹھیک منزل و مقصد مقرر کیا ہے اور یقین ہے کہ یہ سب بہت جلد

ٹھوکریں کھا کھا کر گزرنگی۔ جب ان کو عقل آئیگی اور مجبور ہو کر ایک متحدہ قومیت بنائینگے اور اسی متحدہ قومیت کے زمانے میں یہ فرعونی تاریخ اور یہ تصویریں سوچنے والوں اور کام کرنے والوں کو بہت سے اچھے سبق دیں گی اور وہ ان تصویروں سے بہت اچھے نتائج نکالیں گے۔

پیغمبروں کی تصویریں قرآن مجید میں گانے بجانے کے خلاف اور تصویروں کے خلاف کوئی حکم ممانعت کا نہیں ہے۔ مگر رسول خدا نے اپنے وقت کے لوگوں کو بت پرستی سے بچانے کے لئے تصویروں کی ممانعت کی تھی بعد کے مسلمانوں نے اس وقتی حکم کو ہمیشہ کے لئے سمجھ لیا حالانکہ اگر یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہوتا تو قرآن میں اللہ تعالی تصویروں کے خلاف کوئی نہ کوئی حکم ضرور ارشاد فرماتا لیکن چونکہ قرآن میں کوئی حکم تصویروں کے خلاف نہیں ہے۔ اس واسطے سمجھنا چاہئے کہ اسلام علوم وفنون کا مخالف نہیں ہے۔ اور گانا بجانا اور تصویریں ایسی چیزیں ہیں جن سے ہر چھوٹے بڑے انسان کی طبیعت کو لگاؤ ہے۔

بہر حال مسلمانوں میں پیغمبروں کی تصویریں بنانا اور رکھنا بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ محض یہ ہے کہ اس میں پیغمبروں کی تصویروں کی پوجا اور تعظیم کا اندیشہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان لوگ اولیاء اللہ کی تصویروں کو بھی اپنے پاس نہیں رکھتے۔ ان کا بنانا ناجائز سمجھتے ہیں۔ اگر کسی کی تصویر کی نسبت تعظیم اور پوجا کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی تصویر بنانے اور اپنے پاس رکھنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔

فرعونی تاریخ میں حضرت یوسفؑ کی دو تصویریں بھی درج کی گئی ہیں۔ ان میں ایک تصویر ۱۹۱۱ عیسوی میں خواجہ حسن نظامی کو مصر سے حاصل ہوئی تھی۔ اور سفرنامہ مصر و شام میں شائع بھی ہوئی تھی جس میں حضرت یوسفؑ بحیثیت وزیر اعظم نیچے فرش پر بیٹھے ہوئے لکھ رہے ہیں اور فرعون ہاتھ میں برچھا لئے ہوئے شاہانہ انداز سے کرسی پر بیٹھا ہے۔ مکان کی دیواروں پر نقش ونگار بھی ہیں اور تصویریں بھی ہیں۔ اور دوسری تصویر فرعونی تاریخ کے لئے ابھی حال میں حاصل ہوئی ہے۔ اس تصویر کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ بھی حضرت یوسفؑ کی ہے جبکہ وہ مصر کے سابق وزیر اعظم کے گھر میں بحیثیت غلام کے رہتے تھے اور زلیخا ان پر عاشق ہو گئیں تھیں۔ اس تصویر میں لباس نہیں ہے صرف دھوتی بندھی ہوئی ہے اور سر پر ایک تاج نما ٹوپی بھی ہے۔ اس بنا پر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تصویر حضرت یوسف کی نہیں ہے۔ بلکہ کسی فرعون کی ہے اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ حضرت موسیٰؑ کی تصویر ہے جبکہ وہ فرعون کے محل میں بحیثیت لے پالک کے رہتے تھے۔

حضرت موسیٰؑ کی وہ تصویریں بھی حاصل کی گئی تھیں جو پیغمبری ملنے کے بعد کی ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو اسی برس کی عمر میں پیغمبری حاصل ہوئی تھی۔ مگر ان تصویروں کو اس لئے درج نہیں کیا گیا کہ پیغمبر ہو جانے کے بعد کی تصویر اگر شائع کی جاتی تو اندیشہ تھا کہ لوگ اس کی پوجا اور تعظیم نہ کرنے لگیں۔

حضرت یوسفؑ کی یہ تصویر بھی اس زمانے کی ہے۔ جبکہ وہ پیغمبر نہیں ہوئے تھے کیونکہ اصلی پیغمبری اپنے والد حضرت یعقوبؑ کی وفات کے بعد شروع ہوئی تھی اور یہ تصویر اس وقت کی ہے جبکہ حضرت یعقوب زندہ تھے اور مصر میں آئے بھی نہیں تھے۔

تصویروں کی تشریح اب اس تصویر نامے کی تصویروں کی مختصر شرح لکھی جاتی ہے۔ تاکہ تصویریں دیکھنے والے ان پر غور کر سکیں اور اس سے کچھ نتیجہ نکال سکیں۔

حضرت یوسفؑ زلیخا کے گھر میں

یہ اسٹیچو اس زمانے کا ہے جب حضرت یوسف زلیخا کے گھر میں بحیثیت غلام کے رہتے تھے۔ لیکن اس تصویر کو وزارت کے زمانے کی تصویر سے ملا کر دیکھا جائے تو بہت فرق معلوم ہوتا ہے اسٹیچو کی یہ تصویر بہت مضبوط جسم کی ہے اور وزارت والی تصویر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف بہت نازک اندام تھے اگرچہ تصویر کی آنکھوں سے شبہ ہوتا ہے کہ فرعونی نسل والوں کی ایسی آنکھیں نہیں ہوتی تھیں یہ آنکھیں یہودیوں کے لئے مخصوص تھیں اور اگر اس تصویر کو حضرت موسیٰؑ کی تصویر مانا جائے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ فرعون نے اپنی بیوی کے اصرار سے حضرت موسیٰؑ کو پالا تو تھا۔ مگر وہ ہر وقت ان کے یہودی ہونے کے سبب ان پر شبہ کرتا رہتا تھا پھر کیونکہ ممکن ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کا یہ اسٹیچو بنوایا ہوگا البتہ یہ ممکن ہے کہ فرعون کی بیوی نے اپنے لے پالک بیٹے کا یہ اسٹیچو بنوایا ہوا ور اسٹیچو میں وہی لباس رکھا ہو جو اس وقت کے فرعون استعمال کرتے تھے۔

بہرحال یہ تصویر حضرت موسیٰؑ کی ہو یا حضرت یوسفؑ کی ہو یا کسی فرعونی شاہزادے کی ہو۔ بلحاظ فن بت تراشی اعلیٰ درجے کی تصویر ہے اور ماہرین فن اس کی خوبیوں کو اچھی طرح پہچان سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس تصویر کو سب سے اول درج کیا گیا ہے

۲۔ **حضرت یوسفؑ کی وزارت**۔ اس تصویر میں حضرت یوسف کا لباس اور لکھنے میں بیٹھنے

کا طریقہ اور کان میں قلم لگانا بہت زیادہ غور طلب ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہزاروں برس پہلے کے لوگ لکھتے وقت گھٹنے پر بیٹھتے تھے اور وہ لوگ بھی اپنے کان میں قلم لگاتے تھے اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت یوسف سر پر بال رکھتے تھے اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی پشت کا لباس خاص قسم کا تھا جو دوسری تصویروں میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ پرانے زمانے کے لوگ کام کے وقت ایسا لباس پہنتے تھے جس سے لکھنے پڑھنے میں رکاوٹ نہ ہو۔

۳۔ **فرعون کا اسٹیچو**۔ یہ اسٹیچو اس فرعون کا ہے جو حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل میں تھا اور جس کی قوم کو ہیکسوس کہتے تھے۔ اور جس نے مصر پر عرب سے آکر قبضہ کیا تھا اور مصری مذہب اختیار کر لیا تھا یہی وہ فرعون ہے جس نے حضرت یوسفؑ کو اپنا وزیر بنایا تھا۔

لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی وزارت والی تصویر میں فرعون کی جو تصویر دکھائی گئی ہے وہ اس اسٹیچو سے نہیں ملتی ممکن ہے وزارت والی تصویر فرعون کے بڑھاپے کی ہو اور یہ تصویر جوانی کی ہو۔

بعض لوگوں کی رائے ہے کہ یہ اسٹیچو کسی مصری نواب کا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اسٹیچو اس فرعون کا ہے جو حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں ڈوب کر مرا تھا کیونکہ حضرت موسیٰؑ کو پالنے والا فرعون مر گیا تب حضرت موسیٰؑ اپنے خسر حضرت شعیبؑ کے پاس سے مصر میں آئے تھے اور اس لئے فرعون کو خدا پر ایمان لانے اور یہودی قوم کو غلامی سے آزاد کرنے کی نصیحت کی تھی

یہ اسٹیچو بھی فن کے اعتبار سے بہت اعلیٰ ہے اور اس میں صرف ایک پاؤں دکھایا گیا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو کہ راستہ چلتے ہوئے فرعون کی یہ تصویر لی گئی ہے۔ اس تصویر کے سر پر جو ٹوپی ہے وہ بہت صاف ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مصر کی گرمی سے بچنے کے لئے مصر والے عام طور سے ایسے ٹوپ استعمال کرتے تھے اس تصویر کی صورت عربوں سے مشابہ نہیں ہے اور مصریوں سے بھی کچھ الگ معلوم ہوتی ہے بلکہ چہرہ تاتاریوں سے ملتا جلتا ہے۔

۴۔ **فرعون کی تقریر**۔ یہ تصویر بہت دلچسپ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصری لوگ دھوتی باندھتے تھے اور سامنے کے رخ دھوتی کے آنچل لٹکا لیتے تھے اور ان کی ٹوپیاں نپولین کی فوجی ٹوپیوں جیسی ہیں اور وہ کرتہ بھی پہن لیتے تھے اور بازوؤں پر اور کلائیوں پر ہندوؤں کی طرح زیور پہنتے تھے۔ اور گلے میں بھی زیور پہنتے تھے۔

اس تصویر کی نسبت بعض لوگ کہتے ہیں کہ فرعون تقریر کررہا ہے لیکن تصویر کی ہیئت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ میں دو بت ہیں ممکن ہے کہ وہ لڑائی کے وقت اپنی فوج کو جوش دلانے کے لئے لڑائی کے دیوتاؤں کو دکھا رہا ہو کہ یہ دیوتا ہمارے ساتھ ہیں۔

اس تصویر سے اور دوسری سب تصویروں سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ فرعونوں کے زمانے میں لوگ ڈاڑھی مونچھ منڈاتے تھے اور حضرت یوسفؑ کی وزارت والی تصویر میں فرعون کے جو لمبے بال دکھائے گئے ہیں وہ شائد بناوٹی بال ہوں گے اور یا سب فرعون سر کے بال بڑھاتے نہ ہوں گے کیونکہ اس تصویر میں فرعون کے بال نہیں ہیں البتہ پشت کی طرف ایسا ہی لباس ہے جیسا لباس حضرت یوسفؑ کی وزارت والی تصویر میں تھا۔

۵۔ ابوالہول کا بُت۔ یہ تصویر رات کے وقت کی ہے جب چاند نکلا ہوا ہے اور بُت کے سامنے قافلہ ٹھیرا ہوا ہے۔

۶۔ مینڈھے کی شکل کا بُت۔ فرعونی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصریوں کا ایک بُت مینڈھے کی شکل کا بھی تھا اور یہ اسی کی تصویر ہے۔ غالباً نجوم کی مہارت نے یہ بت بنوایا ہو گا کیونکہ بارہ برجوں میں ایک برج مینڈھے کی شکل کا بھی ہے۔

۷۔ بلی دیوی کا بُت۔ مصریوں کا ایک بُت بلی کی شکل کا بھی تھا جس کو وہ دیوی مانتے تھے اس بُت کے سر پر جو گولا دکھایا گیا ہے اور گلے میں جو چیز دکھائی گئی ہے اس کا مطلب اہل علم ہی جان سکتے ہیں

۸۔ ایک فرعون کا اسٹیچو۔ مصری کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ یہ اسٹیچو کسی فرعون کا ہے اس کے ہاتھ میں کیا ہے اور سر پر کیا ہے اس کا حال معلوم نہیں ہو سکا۔

۹۔ ایک بونے آدمی کا چوبی اسٹیچو۔ یہ اسٹیچو مصری عجائب خانے میں ہے اور بہت دلچسپ چیز ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ دھوتی بھی باندھتے تھے اور گھاگھرا بھی پہنتے تھے۔

۱۰۔ ایک دیوتا اور اس کی بیوی۔ مصری کتابوں میں ان دونوں کی بابت لکھا ہے کہ یہ ایک دیوتا اور اس کی بیوی کی تصویر ہے۔ مگر شکل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حبش کے رہنے والے کسی شخص کا بت ہے مصری حروف میں جو عبارت اس کے سر کے پاس لکھی ہوئی ہے۔ اس میں لوگوں نے پڑھا ہے کہ یہ مصری دیوتا ہے۔

۱۱۔ دریائی دیوتا۔ یہ اسٹیچو دریائی گھوڑے کا ہے جس کو مصری دریائی دیوتا سمجھ کر پوجتے تھے۔

۱۲۔ فرعون کا منشی:۔ اس تصویر سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فرعونوں کے زمانے میں منشی لوگ آلتی پالتی مار کر اور کاغذ گود میں رکھ کر لکھتے تھے اس منشی کے کان میں بھی قلم لگا ہوا ہے۔

۱۳۔ ٹاہ میں جادوگر:۔ یہ بہت بڑی تاریخی تصویر ہے جس کی بابت بعض لوگوں نے غلطی سے یہ لکھ دیا ہے کہ یہ تصویر مصری گاؤں کے ایک مکھیا کی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ٹاہ میں جادوگر کی تصویر ہے جو حضرت موسیٰ کے زمانے کے فرعون کا مقرب جادوگر تھا۔ تاریخوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب یہ پیدا ہوا تو بہت ہی بدشکل تھا اور اس کے باپ نے اس کو اس لئے جادو سکھایا تھا کہ بدصورتی کا عیب چھپ جائے۔ ٹاہ میں نے بڑا کمال حاصل کیا اور فرعون کا مقرب جادوگر بن گیا۔ لیکن جب حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ پیش آیا تو ٹاہ میں نے فرعون کو مشورہ دیا کہ وہ موسیٰ کی بات مان لے کیونکہ موسیٰ کے معجزے جادو نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہیں اس واسطے فرعون اس سے ناراض ہوا اور اس کو قتل کر دینا چاہا۔ ٹاہ میں بھاگا اور کسی گاؤں میں جا کر چھپ گیا اور وہیں گمنامی کی حالت میں مر گیا یورپ کے ایک مشہور ناول نویس نے مصری جادوگر کے نام سے ایک ناول لکھا ہے اور اس میں ٹاہ میں کا قصہ ہے جس کے ہمزاد کا نام فہروس مقرر کیا گیا ہے اور یہ ناول منشی تیرتھ رام فیروزپوری نے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

۱۴۔ گائے کا بت:۔ مصری لوگ گائے کے بت کو پوجتے تھے اور اشوری یعنی عراقی قوم بھی بیل کو پوجتی تھی اور یہودی قوم سے مصری قوم کی لڑائیاں گائے کی قربانی پر ہوتی تھیں۔ مصری لوگ اس آدمی کو مار ڈالتے تھے جو گائے کی قربانی کرتا تھا اور حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے اپنی یہودی قوم کے چھ لاکھ آدمیوں کی آزادی مانگی تو پہلی بات یہ کہی تھی کہ ہم کو خدا کی عبادت اور قربانی کی اجازت دی جائے۔ فرعون نے جواب دیا تھا تم کو خدا کی عبادت اور قربانی کی اجازت ہے۔ تو حضرت موسیٰؑ نے کہا تھا کہ ہم شہر سے تین کوس دور جا کر قربانی کریں گے۔ فرعون نے جواب دیا تھا تو اپنی قوم کو لے کر بھاگ جائے گا تجھے یہاں قربانی کرنے سے کون روکتا ہے۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا تھا ہم ایک ایسے جانور کی قربانی کریں گے جس کی قربانی سے تیری قوم ناراض ہوتی ہے اور ان کا دل دکھتا ہے اس واسطے ہم دور جا کر قربانی کریں گے۔

گائے کا یہ بت مصر میں عام طور سے پوجا جاتا تھا اور سامری قوم کے ایک شخص نے اسی قسم کا بچھڑے کا ایک بت بنا کر یہودیوں سے بھی پجوا دیا تھا۔

۱۵۔ فرعون کا ایک مندر:۔ اس مندر اور بعد کے سب مندروں کو بہت غور سے دیکھنا چاہیے۔

۱۶۔ ہندو طرز کا مندر:۔ جن لوگوں نے ہندوستان کے پرانے مندروں کو دیکھا ہے وہ اس مندر کو دیکھ کر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس مندر کی دیواروں میں جس طرز کے بت نظر آتے ہیں وہ بہت زیادہ ہندو مندروں سے مشابہ ہیں اور ان بتوں کے ہاتھ چھاتی پر بندھے ہوئے ہیں اور ان کی دہوتیاں خاص طرز کی اور بہت خوبصورت ہیں اور مندر کے صحن میں جو پجاری بیٹھا ہے اس کے کندھے پر دہوتی پڑی ہوئی ہے اور کندھا کھلا ہوا ہے اور یہ بالکل ہندوستانی مندروں کے پنڈوں سے مشابہ ہے۔

۱۷۔ تیسرا پرانا مندر:۔ اس مندر کے سامنے بیٹھے ہوئے بت دکھائے گئے ہیں ان سب کی ٹوپیاں مصری رواج کے موافق ہیں۔

۱۸۔ دیوتاؤں کے پرانے بت:۔ اس تصویر میں تین دیوتاؤں کے بت دکھائے گئے ہیں جن میں ایک نقاب پوش ہے اور ان کے سامنے نقشین مکڑیاں بھی دکھائی گئی ہیں۔ نقاب پوش کی دہوتی خاص قسم کی ہے۔

۱۹۔ ایک مندر کا کھنڈر۔ یہ مصر کے ایک پہاڑ میں کھدا ہوا ایک پرانا مندر ہے جو ہندوستانی مندروں سے بہت مشابہ ہے۔

۲۰۔ فرعون کے محل کا مندر۔ یہ تصویر مصریوں کی ہنرمندی کے مختلف کمالات ظاہر کرتی ہیں۔ ستونوں پر حروف کندہ کرنے کا کام بھی دکھایا گیا ہے۔

۲۱۔ ایک پہاڑی مندر:۔ پہاڑ کی چٹانوں پر تصویریں بنائی گئی ہیں۔

۲۲۔ فرعون کا جنگی رتھ:۔ اس تصویر میں فرعون کو تیر اندازی کرتا ہوا دکھایا گیا ہے یہ رتھ ہندؤں کے جنگی رتھوں سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے۔

۲۳۔ فرعونی فوج کی پریڈ:۔ یہ تصویر بھی بہت دلچسپ ہے۔

۲۴۔ ایک قلعے کا دروازہ۔ راستے کے دونوں طرف ابوالہول کے بت بٹھائے گئے ہیں۔ اور یہ دروازہ اس طرز کا ہے کہ بعض لوگ اس کو کسی مندر کا دروازہ تصور کرتے ہیں۔

۲۵۔ فرعونی فوج کی قواعد:۔ اس تصویر سے فوج کی وردیاں اور ہتھیار ظاہر ہوتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ پرانے زمانے کے مصری بھی پرانے زمانے کے ہندؤں کی طرح ننگے رہتے تھے صرف دہوتی باندھتے تھے۔

۲۶۔ مصر کا ایک چھوٹا قلعہ:۔ یہ تصویر اس طرح بنائی گئی ہے کہ قلعے کے اندر کی اور باہر کی حالت

معلوم ہو سکتی ہے۔

۲۷۔ ایک قلعے پر دھاوا:۔ اس تصویر کی دلچسپی بہت بڑھ جائے گی جب قلعے پر دھاوا کرنے والوں کے طریق اور طور طریق پر غور کیا جائے گا۔

۲۸۔ تین بُت:۔ اس تصویر میں ایک بُت مرد کا ہے اور دو عورتوں کے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں بھی مردوں کی طرح اوپر کا جسم کھلا رکھتی تھیں کہا جاتا ہے یہ تصویر کسی فرعون اور اس کی بیویوں کی ہے۔

۲۹۔ برہنہ عورتوں کا ناچ:۔ یورپ اور امریکہ میں ننگی عورتوں کا ناچ تہذیب کا اعلیٰ نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ مگر ہزاروں برس پہلے مصر میں یہ رواج موجود تھا۔

۳۰۔ فرعونی سیرگاہ:۔ اس تصویر سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ پرانے زمانے کی سیرگاہیں کس قسم کی ہوتی تھیں۔

۳۱۔ ایک پرانے مصری شہر کا نظارا:۔ اس تصویر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے ہوائی جہاز میں بیٹھ کر اوپر سے شہر کی تصویر لی ہے۔

۳۲۔ پرانے مصر کی ایک عمارت:۔ یہ تصویر کسی فرعون کے محل کی ہے اور اس سے پرانے طرز عمارت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

۳۳۔ ایک دیوار کی تصویر:۔ اس دیوار کی چنائی ظاہر کرتی ہے کہ کس قسم کی کُماں اینٹیں دیواروں میں لگائی جاتی تھیں۔

۳۴۔ پرانے مصر کا ایک قبرستان:۔ ان چبوتروں کے اندر پتھر کے تابوتوں میں لکڑی کے تابوت رکھے جاتے تھے اور لکڑی کے تابوتوں میں ممی شدہ لاشیں رکھی جاتی تھیں۔

۳۵۔ پرانے مصر کا ایک ہرم:۔ مصر کی مشہور اور پرانی عمارتوں میں ان اہراموں کا بڑا درجہ ہے جن کو اہرام کہا جاتا ہے اور جن کو ہرم بھی کہتے ہیں یہ تصویر ایک بڑے اہرام کی ہے۔

۳۶۔ مصری مقبروں کا ایک نمونہ:۔ ان مقبروں کی شکل بھی بہت دلچسپ ہے۔

۳۷۔ پرانے مصر کی ایک کشتی:۔ یہ ایک کشتی کی تصویر ہے اس پر تصویریں کھُدی ہوئی ہیں۔

۳۸۔ پرانے مصری باجے اور سازندے:۔ اس تصویر کے چار حصے ہیں اور ہر حصے کی حالت الگ الگ معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سازندوں میں عورتیں بھی ہیں اور مرد بھی ہیں

۳۹ - یہودی لڑکوں کا قتل عام ؟ اس تصویر میں وہ ہولناک منظر دکھایا گیا ہے جبکہ فرعون رام سیس کے حکم سے یہودیوں کے لڑکوں کا قتل عام کیا جاتا تھا۔
مگر یہ بات خلاف قیاس معلوم ہوتی ہے کہ فرعونی کاریگروں نے اپنی حکومت کے ظلم کی یادگار بنائی ہوگی نہ یہ ممکن ہے کہ یہودیوں نے اس کو بنایا ہو کیونکہ وہ غلام تھے۔
پس یہ تصویر غالباً کسی ایسے وقت کی ہے جبکہ فرعون نے اپنے قیدیوں کو قتل کرایا ہوگا۔
۴۰ - مصری چڑیمار :- جس طرح ہندوستان میں چڑیمار لوگ بر بدے پکڑتے ہیں اسی طرح ہزاروں برس پہلے مصر میں بھی پرندے پکڑے جاتے تھے۔
۴۱ - بُت بنانے والا - اس تصویر سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی شخص بت بنا رہا ہے اور سامنے آری بھی رکھی ہے۔ مگر یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ شاید دانت نکال رہا ہے اور پیچھے ایک برتن خون کے لئے لگا رکھا ہے۔
۴۲ - رسم تاج پوشی - اس تصویر سے ایک بہت دلچسپ چیز یہ ظاہر ہوتی ہے کہ تاج پوشی کرنے والے کاہن کی صورت بالکل ہندوستانی پنڈتوں اور پجاریوں کی سی ہے۔
۴۳ - اینٹیں بنانے والے :- اس تصویر میں مٹی کھودنے اور اینٹیں بنانے اور اینٹیں بہنگی میں اٹھانے کے منظر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہزاروں برس پہلے بھی یہ کام اسی طرح ہوتا تھا جس طرح آجکل ہوتا ہے۔
۴۴ - شراب بنانے والے :- اس تصویر میں شراب سازی کے مختلف مناظر دکھائے گئے ہیں۔
۴۵ - مصری باورچی خانہ :- یہ تصویر یا تو باورچی خانے کی ہے اور یا کسی اور چیز کی ہے۔ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے موسل سے گیہوں کوٹے جا رہے ہیں اور اس کے بعد پکانے کے انتظامات ہو رہے ہیں۔ تاہم ٹھیک طرح یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ تصویر کس چیز کی ہے۔
۴۶ - رسی بٹنے والے :- آجکل بھی اسی طرح رسیاں بٹی جاتی ہیں۔
۴۷ - جال بننے والے :- دیکھ لیجئے کہ پانچ ہزار برس پہلے بھی جال اسی طرح بنے جاتے تھے جس طرح آجکل بنے جاتے ہیں۔
۴۸ - پیشہ وروں کا ایک اور منظر - اس تصویر میں ایک عورت کا برقعہ خاص طور سے قابل غور ہے۔
۴۹ - پیشہ وروں کا دوسرا منظر :- اس تصویر سے بھی ٹھیک طرح معلوم نہیں ہوتا کہ یہ

لوگ کیا کام کر رہے ہیں۔

۵۰۔ کھیتی کے مناظر:۔ اس تصویر کو دیکھ کر غور کیجئے کہ پانچ ہزار برس پہلے بھی ہندوستان کے سودت ہماری طرح ہل چلانے اور کھیتی کے کام اسی طرح کرتے تھے جس طرح آجکل ہم کرتے ہیں۔

۵۱۔ پیشہ وروں کا تیسرا منظر:۔ اس تصویر سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ لوگ کیا کام کر رہے ہیں۔

۵۲۔ مہنت ہری ہر:۔ اس تصویر میں مصری حکومت کے مشہور فرعون مہنت ہری ہر اور اس کے لڑکوں کو دیکھیئے یہ مہنت پہلے معمولی پجاری تھا۔ رفتہ رفتہ اتنی ترقی کی کہ تمام مصر کا شہنشاہ بن گیا۔ اور مدتوں اس کے خاندان نے مصر پر حکومت کی۔ اس کے بعد مصر میں انقلاب ہوا اور قدیمی خاندان نے مہنت ہری ہر کی اولاد کو تخت سے اتار کر غلام بنا لیا۔ اور خود فرعون بن گئے اور مہنت ہری ہر کی اولاد مصر سے بھاگ کر وسط ایشیا میں آئی اور یہاں انہوں نے ایک شہر بسایا جس کا نام ہری رکھا۔ اسی ہری شہر کو آجکل ہرات کہتے ہیں جو افغانستان کا مشہور شہر ہے۔
پھر یہ خاندان ہندوستان میں آیا اور گنگا کے کنارے ہردوار اور ہر کی پیڑی ایک مقدس مقام بنایا۔

۵۳۔ مصریوں کے فن تعمیر کا ایک نمونہ:۔ اس تصویر سے مصریوں کے معمولی فن تعمیر کا اظہار ہوتا ہے۔

۵۴۔ اناج بھرنے کی کٹھیاں:۔ پانچ ہزار برس پہلے مصری لوگ غلہ جمع کرنے کے لئے اس قسم کی کھتیاں بناتے تھے۔

۵۵۔ رام سیس دوم:۔ اسی فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو بچپن سے پالا تھا۔

۵۶۔ ایک اور فرعون کا اسٹیچو:۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کس فرعون کا اسٹیچو ہے مگر چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق کسی حبشی خاندان سے ہے۔

فرعونی تاریخ کے صفحات کی تعداد ۲۸۰ ہے اور تصاویر کی تشریح اور تصویروں کے صفحات ۷۲ ہیں۔ کل میزان صفحات تین سو باون (۳۵۲) ہیں۔ +
مگر یہ تصویریں کاغذ نہ ملنے کے سبب الگ نہیں چھپ سکیں۔ +

حسن نظامی یکم جون ۱۹۴۴ء

فہرست مضامین تاریخ فرعون

(۳) فرعون کا اسٹیچو

(۴) فرعون کی تقریر

(۷) بلّی دیوی کا بُت
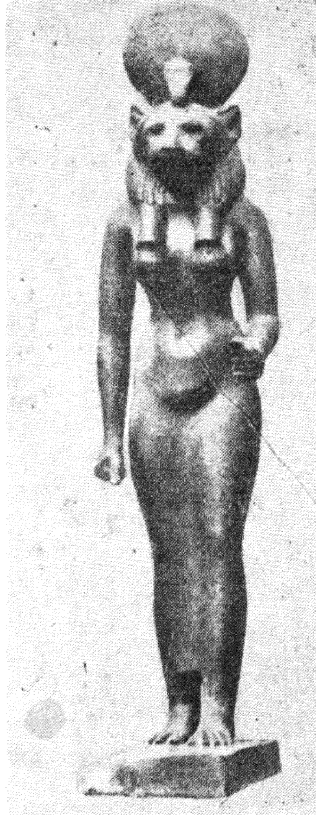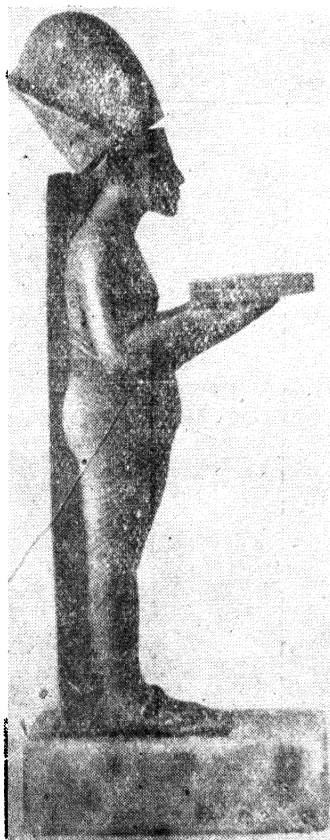
(۸) ایک فرعون کا اسٹیچو

(۹) ایک بونے آدمی کا چوبی اسٹیچو

(۱۰) ایک دیوتا اور اس کی بیوی
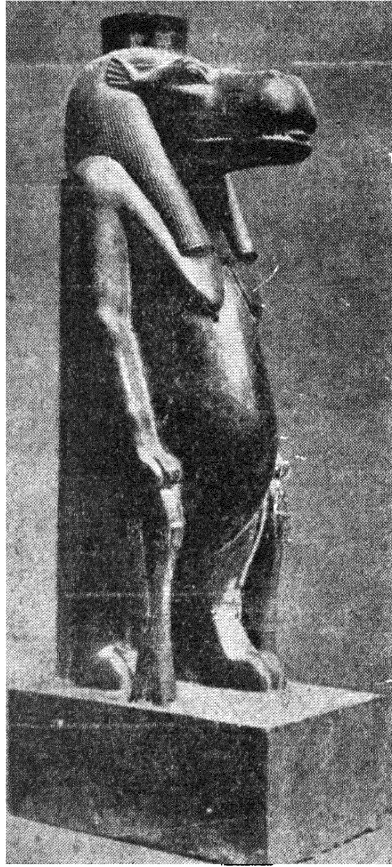
(۱۱) دریائی دیوتا

(۱۲) فرعون کا منشی

(۱۳) شاہ میس جادوگر
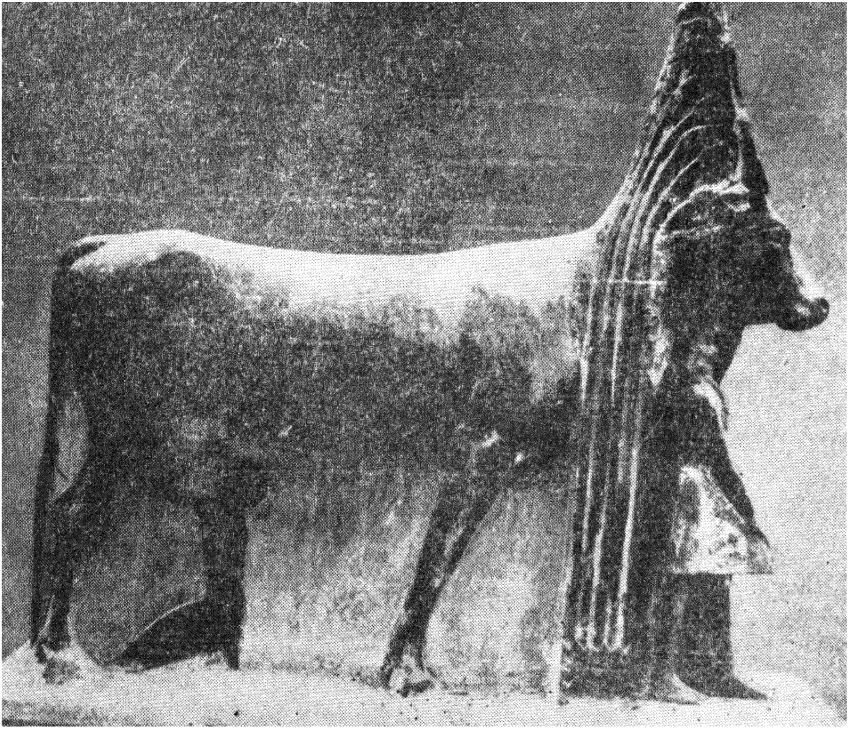
(۱۴) گائے کا بُت
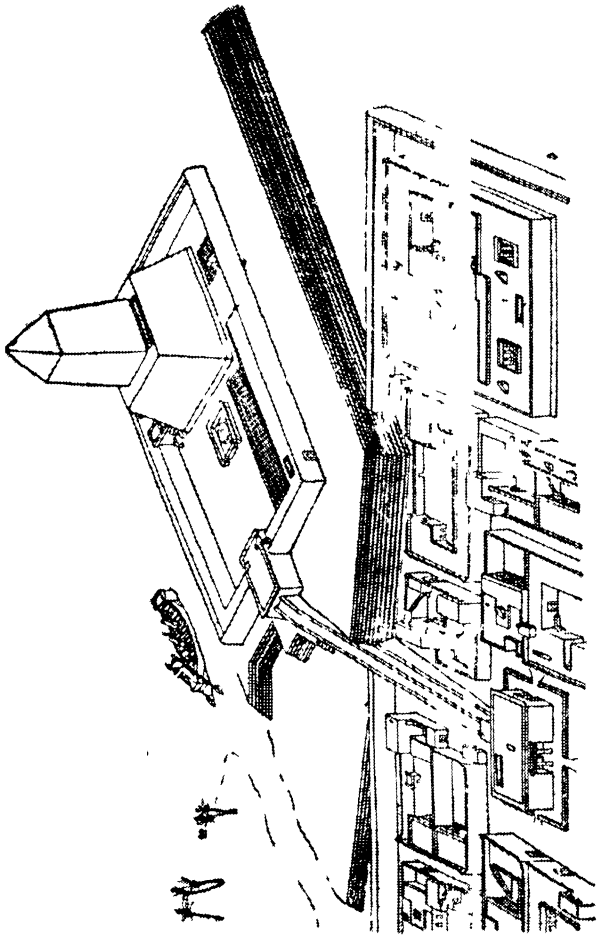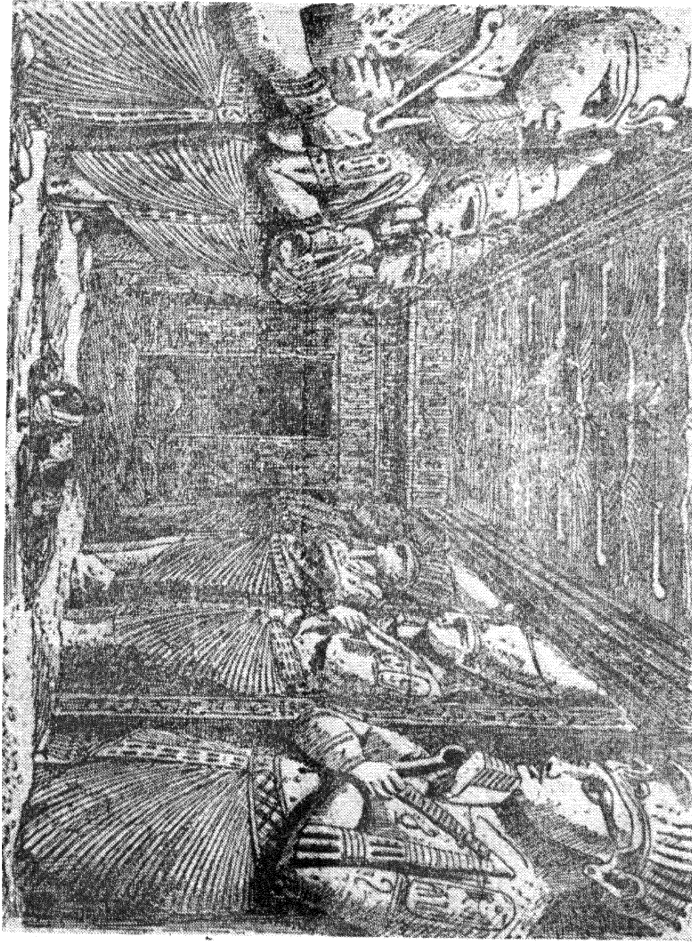
(۱۵) فرعون کا ایک مندر

(۱۶) ہندو طرز کا مندر
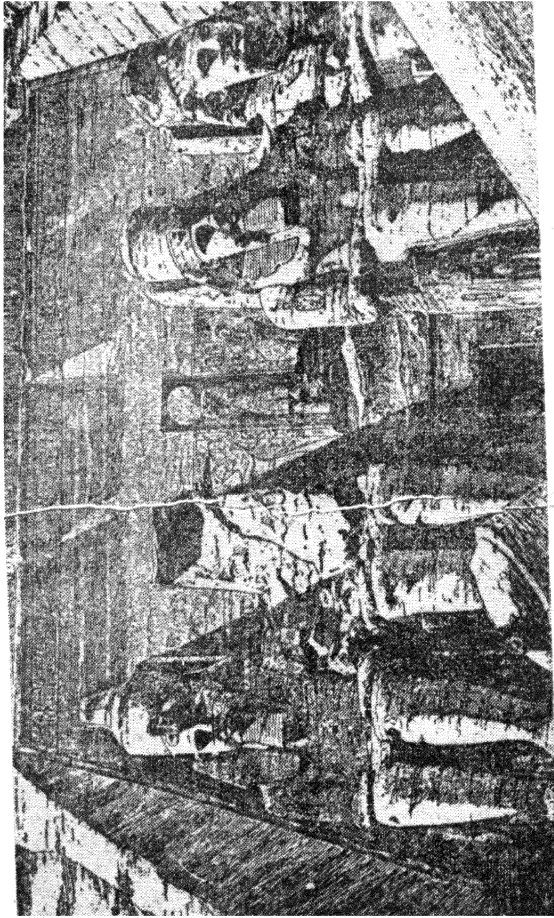
(۱۷) تینسرا پُرانا مندر
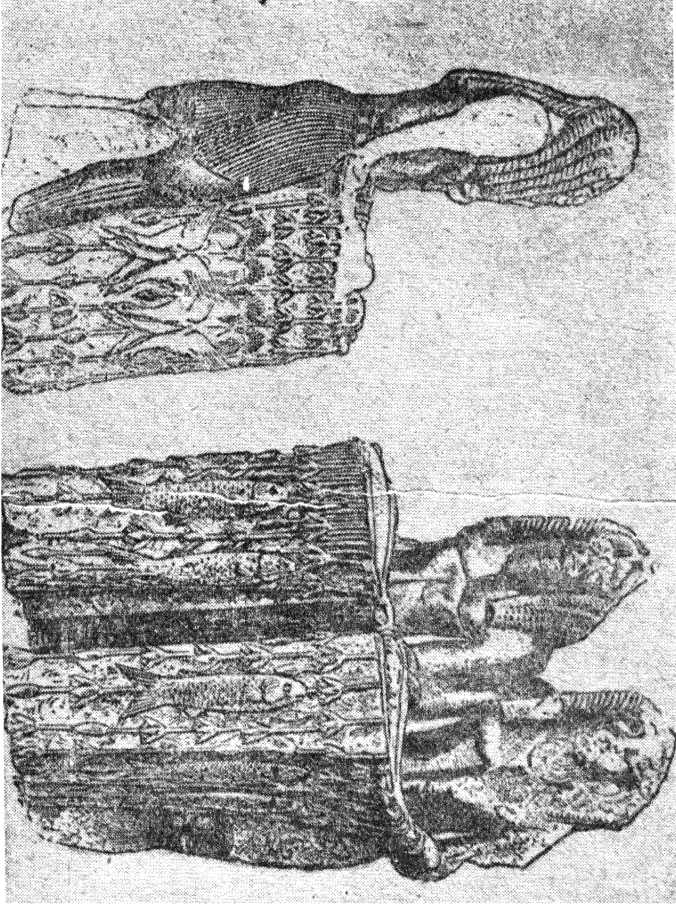
(۱۸) دیوتاؤں کے پرانے بُت

(۱۹) ایک مندر کا کھنڈر
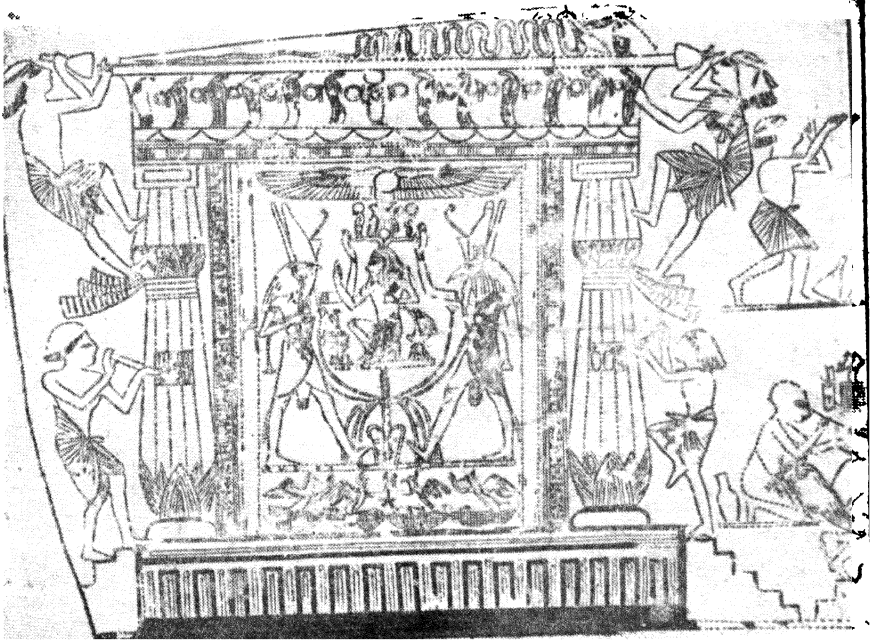
(۲۰) فرعون کے محل کا مندر
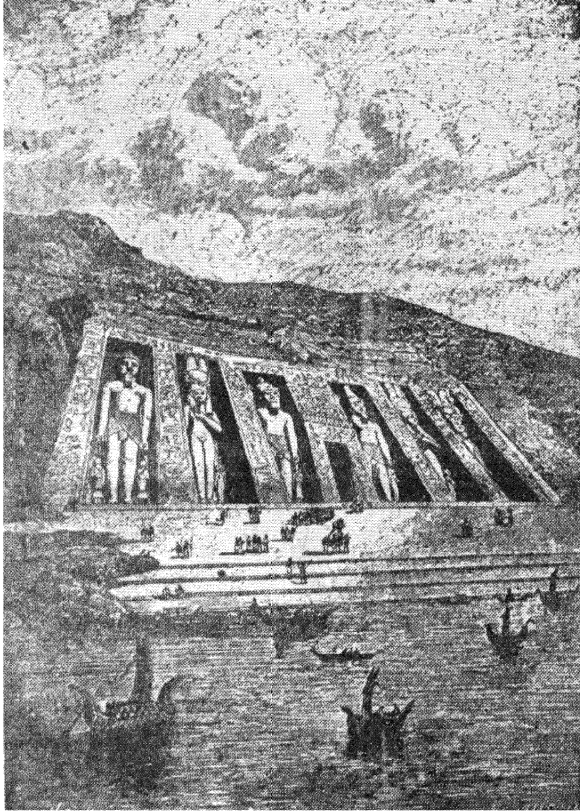
(۲۱) ایک پہاڑی مندر
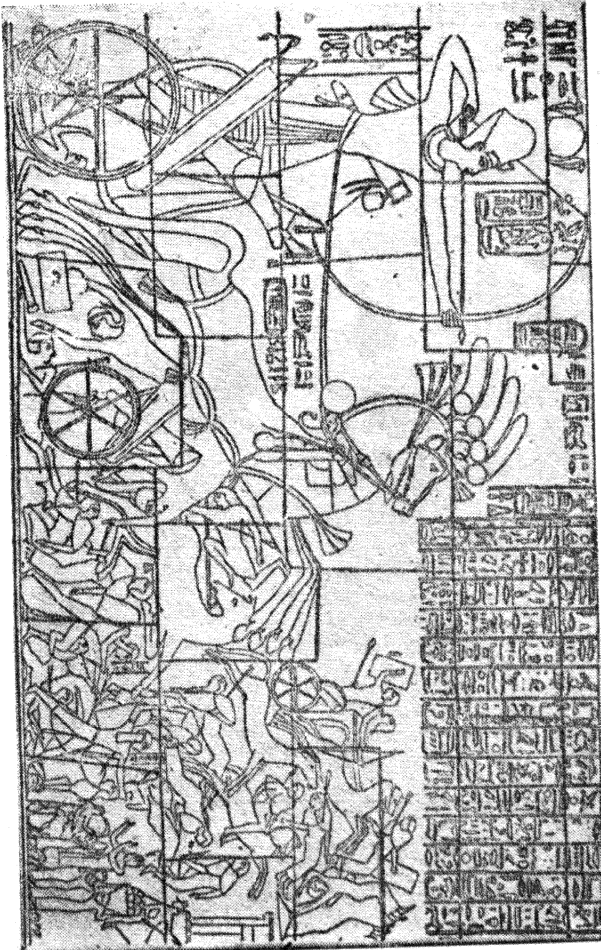
(۲۲) فرعون کا جنگی رتھ
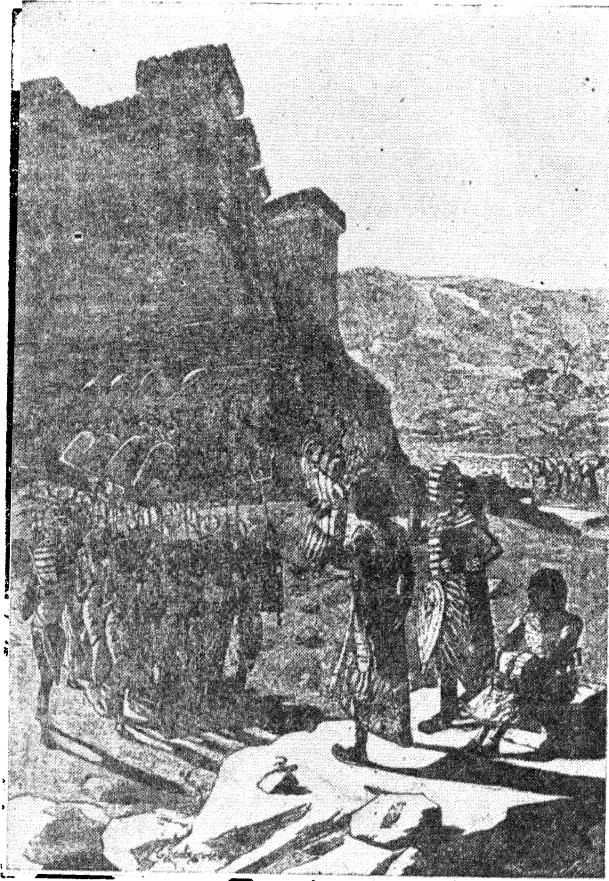
(۲۳) فرعونی فوج کی پریڈ
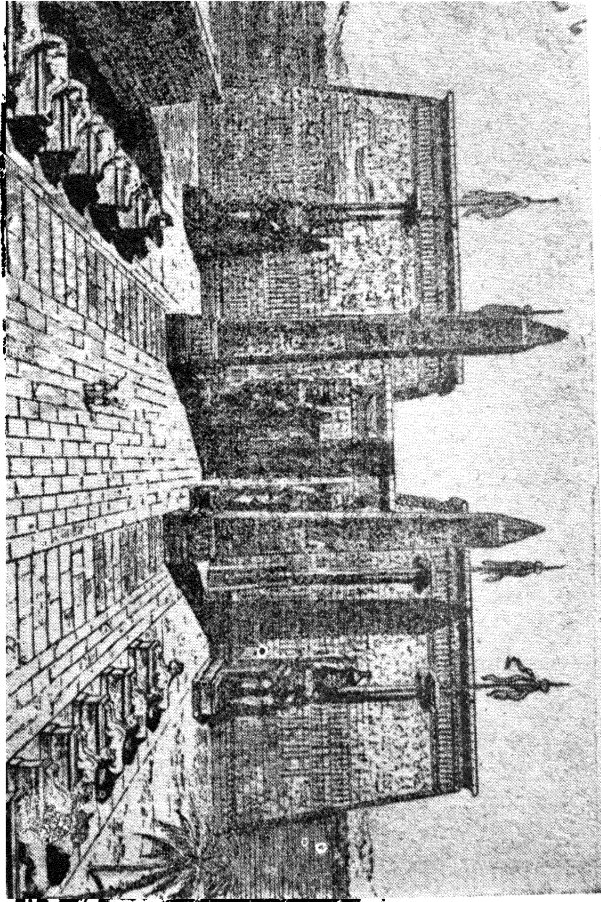
(۲۴) ایک قلعے کا دروازہ
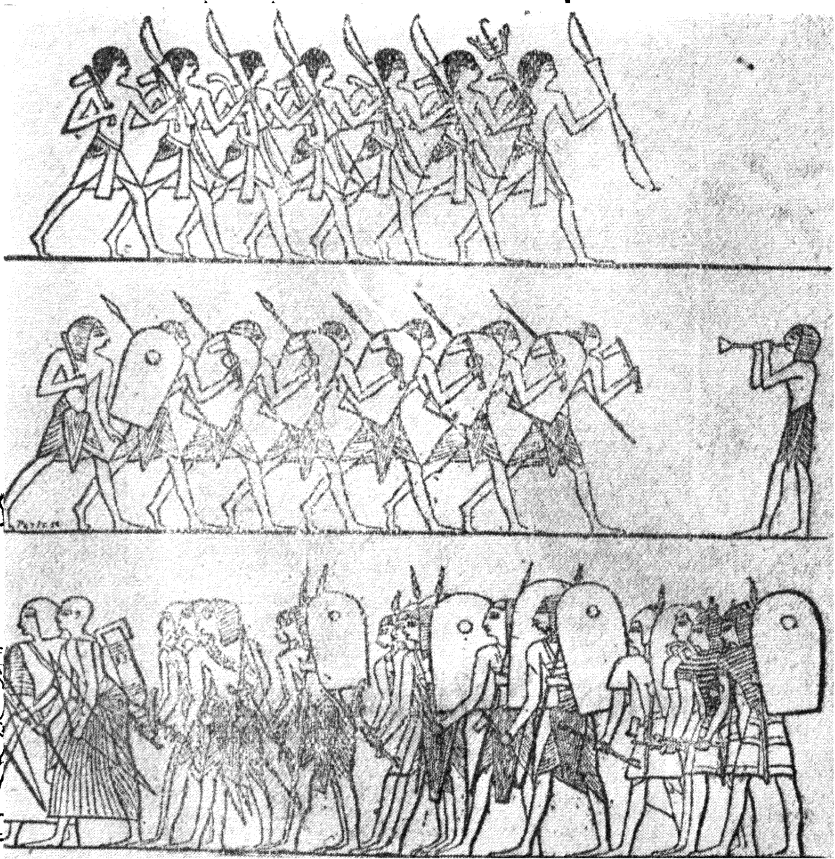
(۲۵) فرعونی فوج کی قواعد
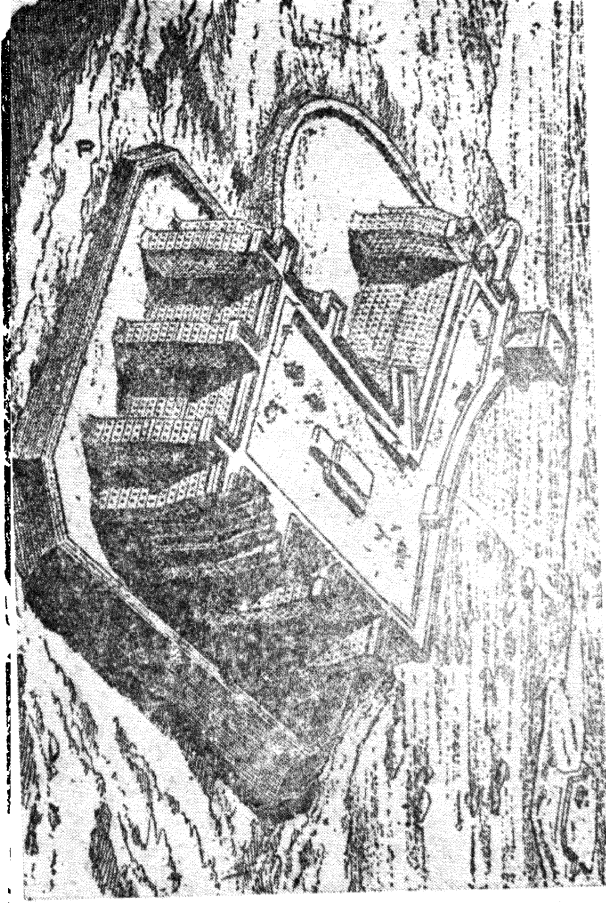
(۲۶) مصر کا ایک چھوٹا قلعہ

(۲۷) ایک قلعے پر دھاوا
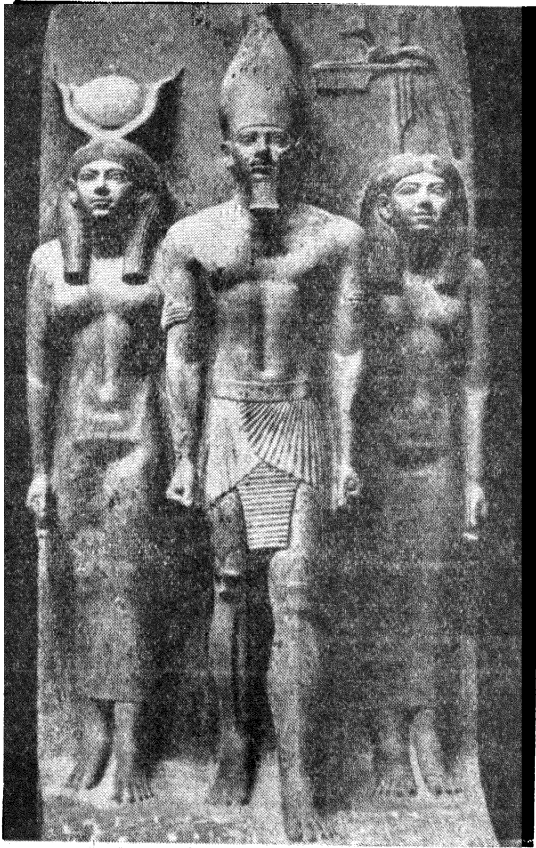
(۲۸) تین بُت
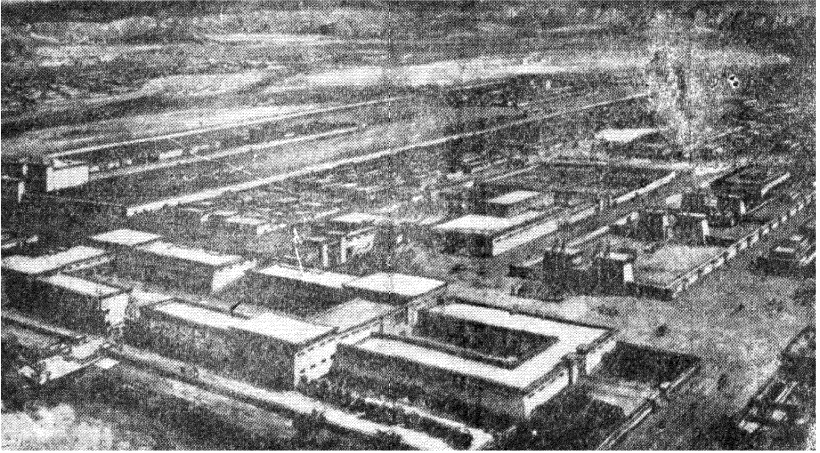
(۳۱) ایک پُرانے مصری شہر کا نظارا
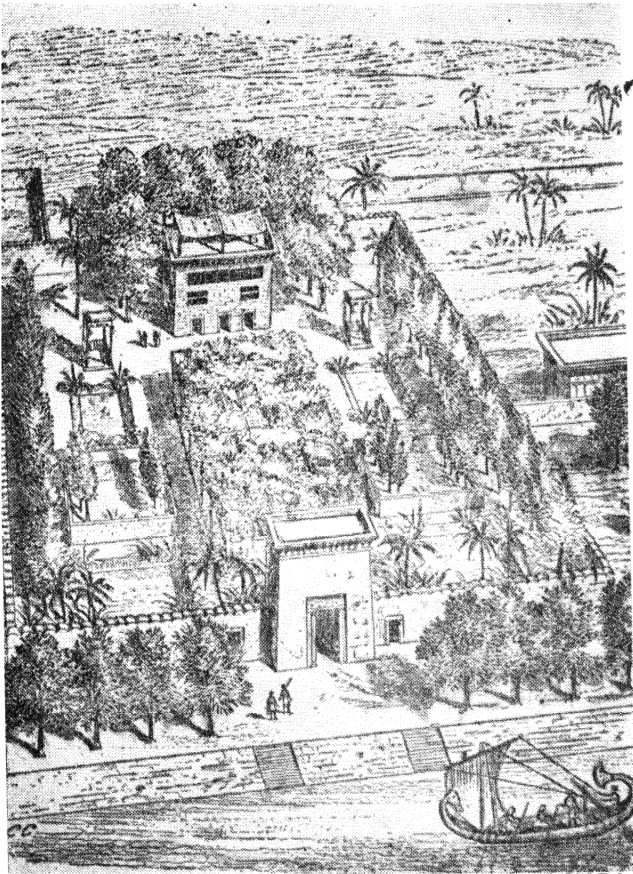
(۳۲) پُرانے مصر کی ایک عمارت
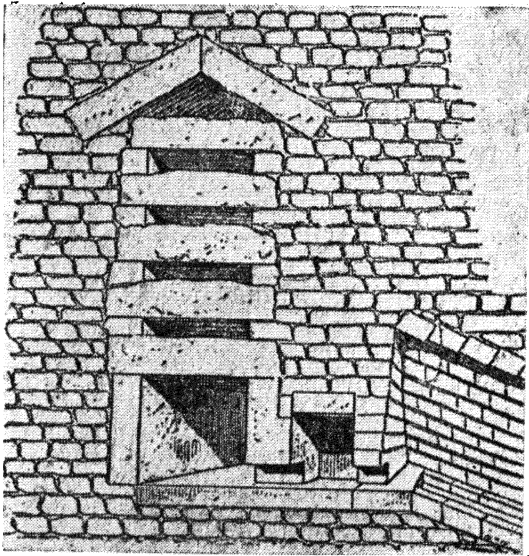
(۳۴) ایک دیوار کی تصویر
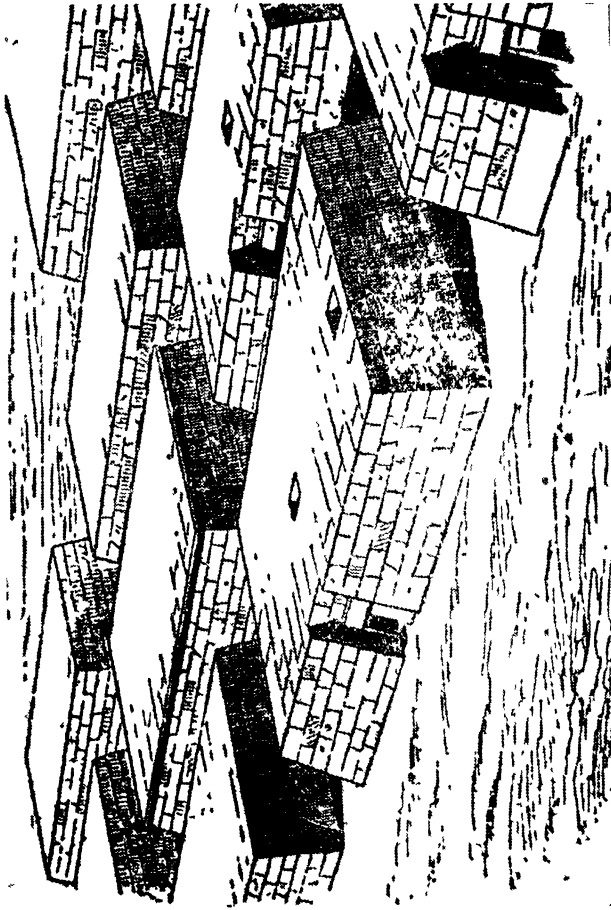
(۳۴) پُرانے مصر کا ایک قبرستان
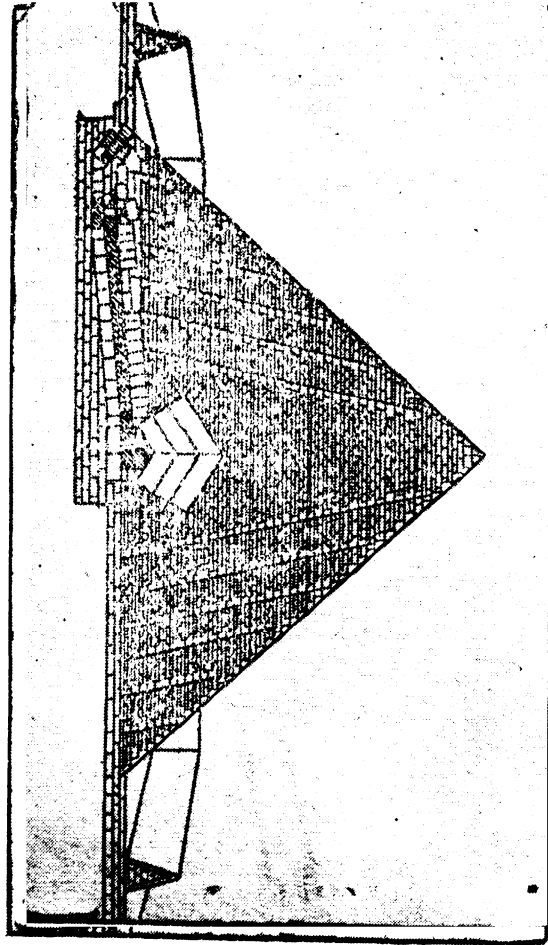
(۳۵) پُرانے مصر کا ایک ہرم
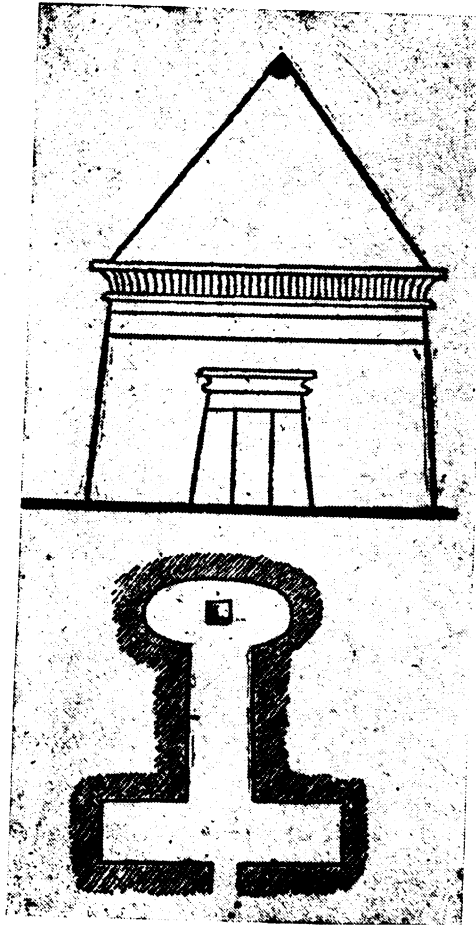
(۳۶) مصری قبروں کا ایک نمونہ
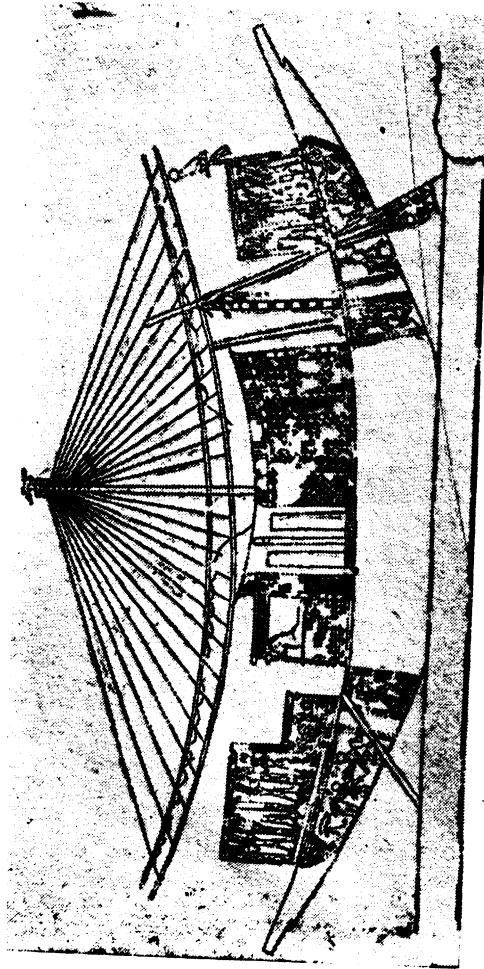
(۳۷) پُرانے مصر کی ایک کشتی
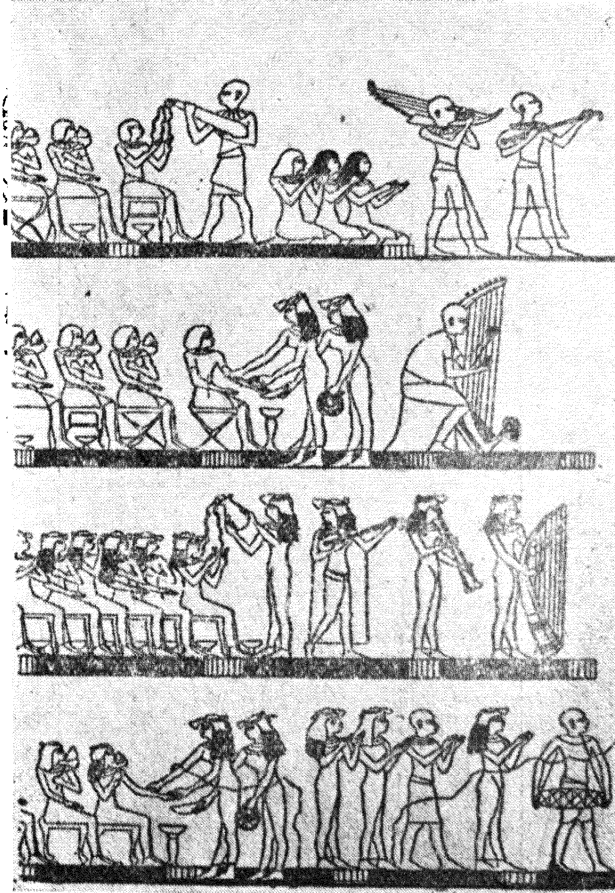
(۳۸) پُرانے مصری باجے اور سازندے

(۳۹) یہودیوں کے لڑکوں کا قتل عام
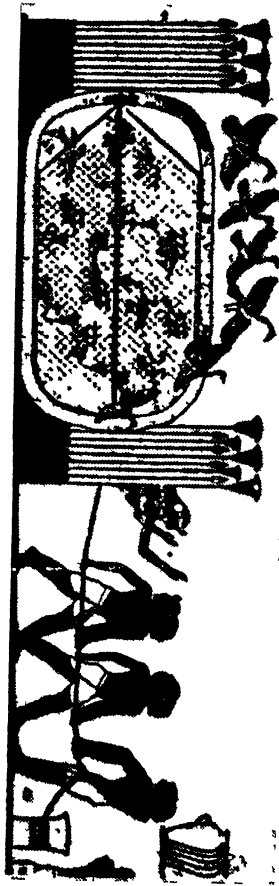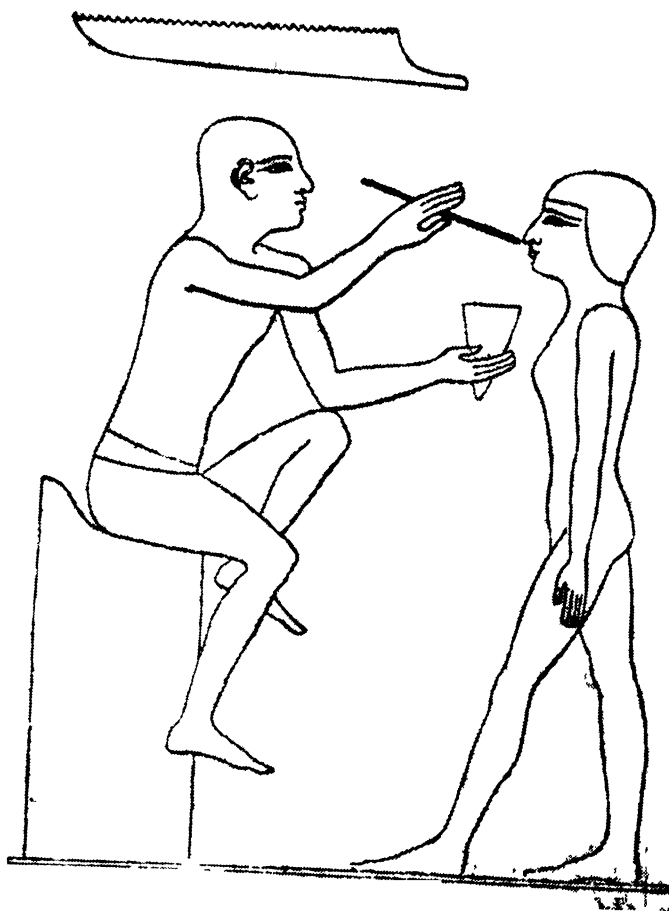
(۱۴) بُت بنانے والا

(۴۲) رسم تاج پوشی
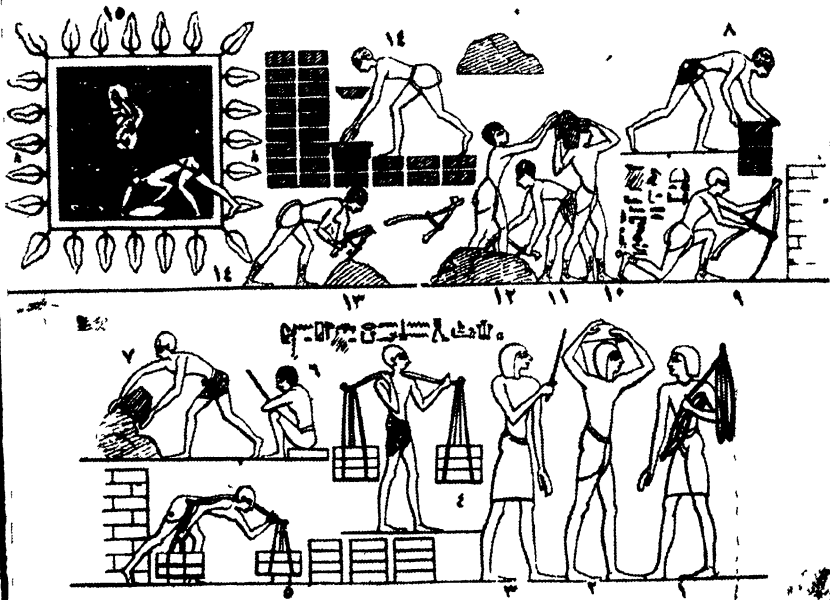
(۴۳) اینٹیں بنانے والے
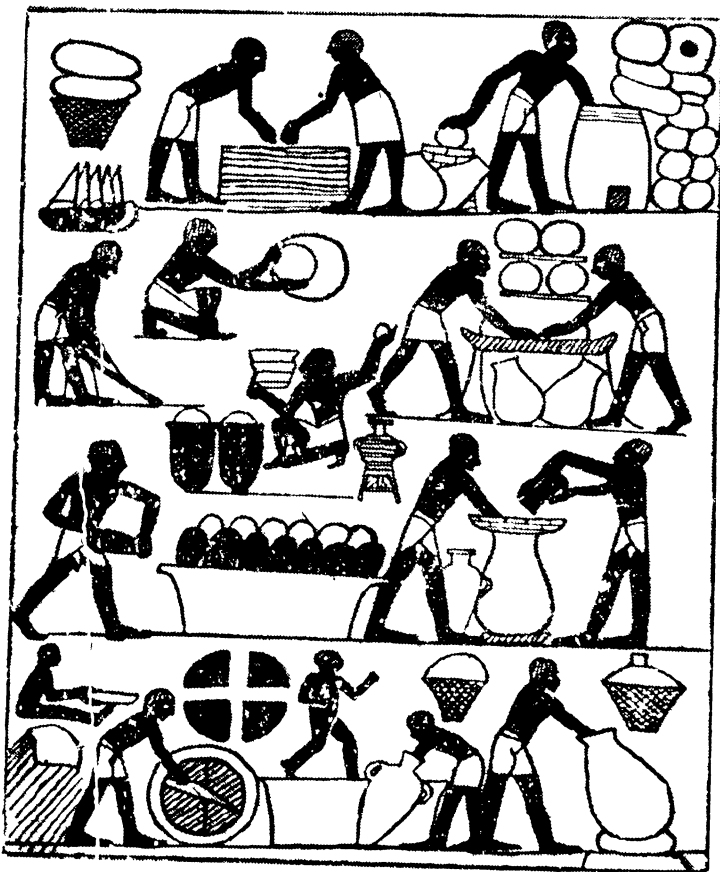
(۴۴) شراب بنانے والے

(۴۵) مصری باورچی خانہ
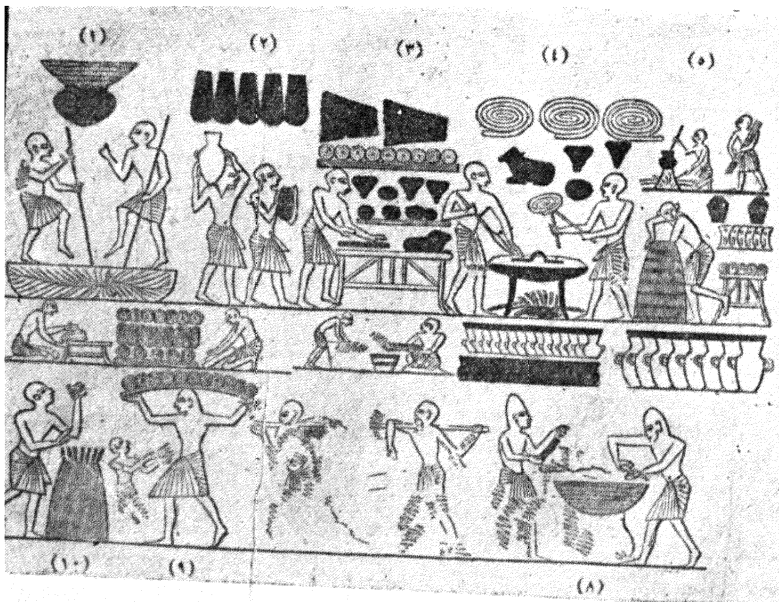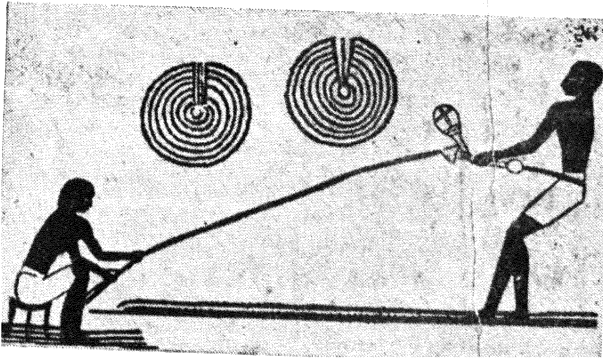
(۴۶) رسّی بُننے والے

(۴۷) جال بننے والے
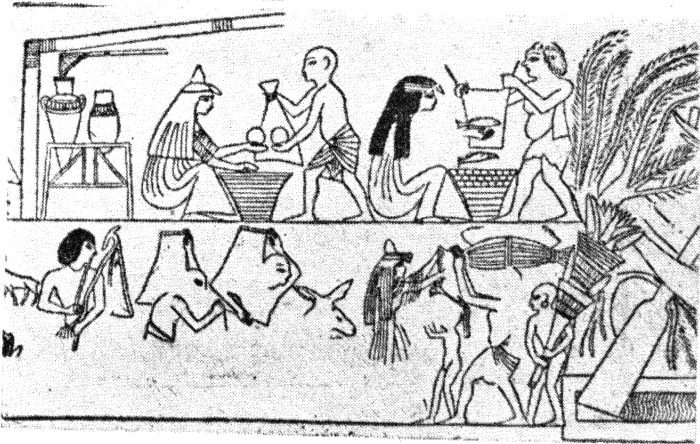
(۴۸) پیشہ وروں کا ایک اور منظر

(۴۹) پیشہ وروں کا دوسرا منظر
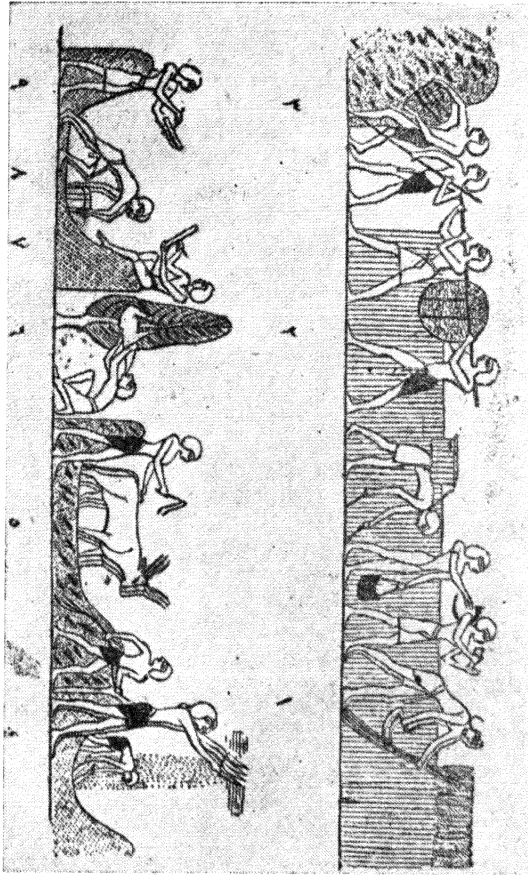
(۵۰) کھیتی کے مناظر
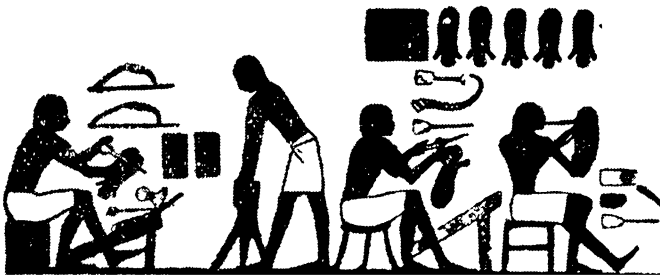
(۵۱) پیشہ وروں کا تیسرا منظر
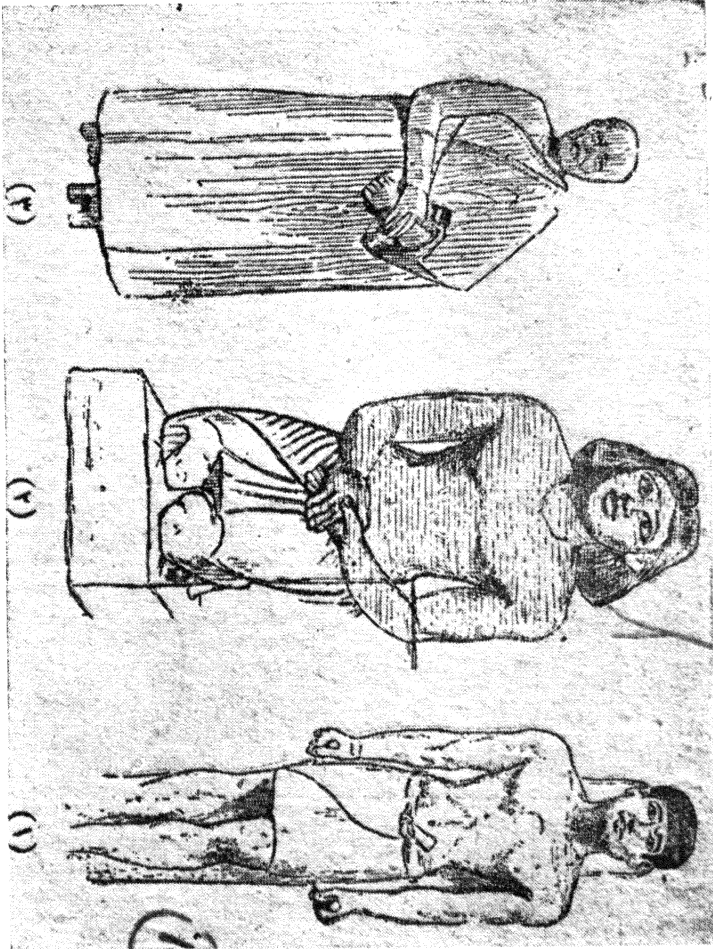
(۵۲) مہنت ہبری ہر اور اس کے بیٹے
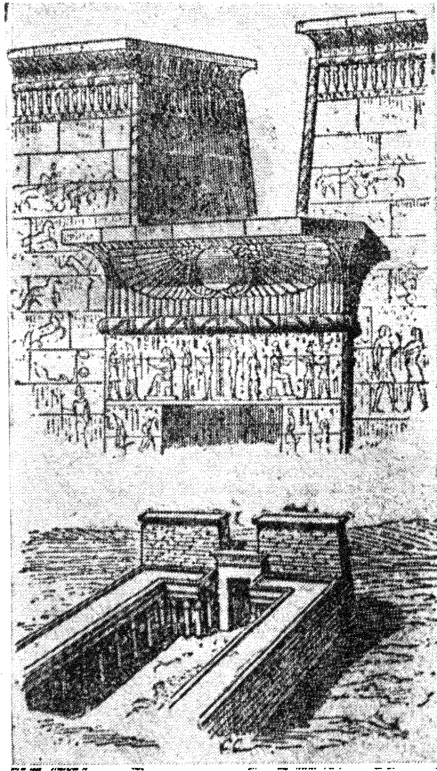
(۵۳) مصریوں کے فن تعمیر کا ایک نمونہ
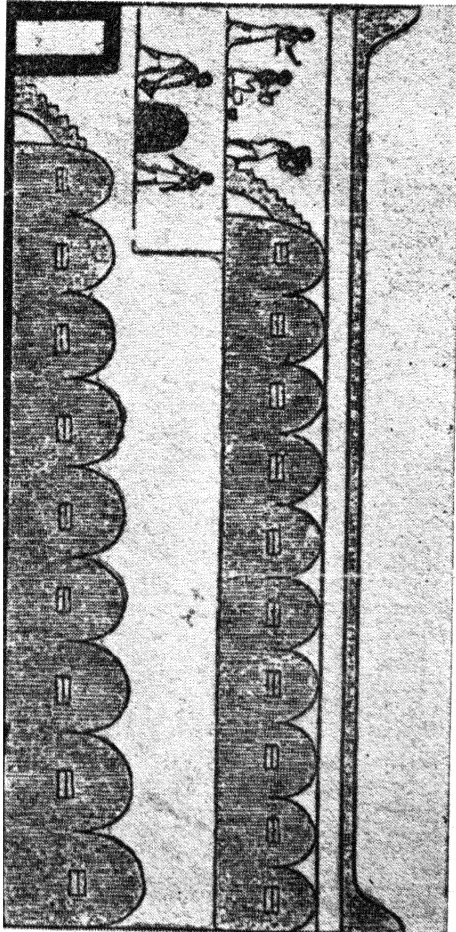
(۵۴) اناج بھرنے کی کھتیاں

فرعونی تاریخ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد و صلوٰۃ کے حسن نظامی دہلوی عرض کرتا ہے کہ سنہ ۱۳۶۰ھ مطابق سنہ ۱۹۴۱ء میں جبکہ یورپ میں دوسری بڑی لڑائی ہو رہی تھی اور ہندوستان میں اُردو زبان کو مٹانے کی بعض قومیں کوشش کر رہی تھیں۔ میں نے اُردو انسائیکلوپیڈیا تیار کرنے کا انتظام کیا۔ اور تجویز کی کہ ایک ہزار جلدیں اس کتاب کی تالیف کی جائیں۔ ہر جلد میں چار سو صفحات ہوں۔ اور مضامین منتخب کر کے ہندوستان کے ان اشخاص میں تصنیف و تالیف کے لیے تقسیم کر دیے جائیں جو اُس فن اور علم اور مضمون کی مہارت رکھتے ہوں۔

جس زمانہ میں یہ ارادہ کیا گیا میں آنکھوں سے معذور ہو چکا تھا۔ اور دو سال سے نہ خود پڑھ سکتا تھا نہ لکھ سکتا تھا لیکن بفضلہ کام اسی طرح جاری تھا جس طرح ہوش سنبھالتے ہی شروع کیا تھا۔ اب میری عمر پینسٹھ ۶۵ برس کی ہے۔ اور اس عرصے میں دو سو کے قریب چھوٹی بڑی کتابیں میں نے لکھ کر شائع کی ہیں۔ اور بہت سے روزانہ اور دو ہفتہ اور پندرہ روزہ اور ماہوار اخبار و رسالے بھی جاری کیے تھے۔ لیکن جب آنکھوں میں موتیا کا پانی آ گیا تو زبانی بول کر کتابیں تصنیف کرتا تھا۔ چنانچہ اسی حالت میں قرآن مجید کا تفسیلی ترجمہ بھی کیا۔ اور دوسری کتابیں بھی تصنیف کیں۔ پس جب اُردو انسائیکلوپیڈیا تیار کرنے کا ارادہ کیا گیا تو میں نے اپنی ذات کے لیے۔ اور اپنے بڑے لڑکے حسین نظامی کے لیے فن تاریخ کو نامزد کیا۔ اور اس سلسلے کا کام شروع کر دیا گیا۔ لیکن چونکہ جنگ ہونے کے سبب کاغذ اور چھپائی کا سامان دس گنا مہنگا ہو گیا تھا اس واسطے جو کتابیں تیار کی تھیں ان کو شائع نہیں کیا۔ صرف دو تین کتابیں شائع کیں ایک ایڈیسی کی ڈائری جس میں ہندوستان کے سیاسی حالات ہیں۔ دوسری آثار اولیاء نظامی بنسری جس میں میرے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے حالات ہیں۔ اور تیسری یہ

کتاب جسکا نام فرعونی تاریخ ہے۔

چونکہ ہندوستان میں دنیا کی سب پرانی قوموں کی نسلیں آباد ہیں۔ خاصکر مصری نسل اور بابلی نسل۔ اور ایرانی نسل۔ اور ترکی نسل اور افغان نسل۔ اور عرب نسل اور مغل نسل کے لوگ زیادہ ہیں۔ اس واسطے میں نے پہلے مصر کی تاریخ شائع کرنی مناسب جانی۔ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں جب آریہ داخل ہوئے۔ وہ وسط ایشیا سے آئے تھے۔ اسی زمانے میں مصر کے باشندے بھی یہاں آئے ہوں گے۔ یا ممکن ہے کہ جن کو آریہ کہا جاتا ہے ان کی پہلی قوم برہمن مصر سے آئی ہو۔ کیونکہ اب بھی برہمنوں کو مصر جی کہا جاتا ہے۔ اور اس کا تلفظ میم۔ صاد۔ رے سے ہی ہوتا ہے۔ اور مذہبی رسموں اور رواجوں سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ برہمن جب ہندوستان میں آئے تو انہوں نے مصر کی رسموں کی بنیاد پر ہندوستان میں ہندو مذہب جاری کیا۔ چنانچہ مصریوں میں بھی گائے کی پوجا ہوتی تھی جس کا ذکر قرآنِ مجید میں بھی ہے۔ اس لئے برہمنوں نے ہندوستانیوں کو بھی گائے کی پوجا سکھائی۔ یا مصری چاند سورج اور ستاروں کو پوجتے تھے۔ برہمنوں نے اس کو بھی قائم رکھا۔ یا مصریوں میں ذات پات کی اونچ نیچ تھی برہمنوں نے وہ بھی یہاں جاری کی۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ طور پہاڑ پر خدا سے کتاب توریت لینے گئے تو وہاں چالیس دن کا چلہ کیا تھا۔ اور اس زمانہ میں اپنی قوم بنی اسرائیل کو اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کے سپرد کر گئے تھے اور اس زمانہ میں جبکہ موسیٰؑ کوہ طور پر تھے۔ سامری قوم کے ایک مصری کاہن برہمن آدمی نے موسیٰ کی یہودی قوم بنی اسرائیل کے سامنے سونے کا ایک بچھڑا بنا کر پیش کیا جس کے اندر سے آوازیں آتی تھیں بنی اسرائیل نے یہ عجیب بات دیکھی تو وہ اس بچھڑے کے بت کو پوجنے لگے حضرت موسیٰ کوہ طور سے واپس آئے اور انہوں نے یہ حال سنا تو اپنے بھائی ہارونؑ کی لمبی ڈاڑھی پکڑ کر کھینچی اور کہا تجھکو میں نے بنی اسرائیل کی حفاظت کے لئے مقرر کیا تھا تو نے یہ بت پرستی کیوں ہونے دی ہارون نے جواب دیا یہ کام سامری کا ہے۔ میں بے خطا ہوں۔

سورہ طٰہٰ کے پانچویں رکوع پارہ ۱۶ میں ارشاد ہے:۔ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ۝ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ۝ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ

لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا۔
موسیٰ نے سامری سے پوچھا (ہارون نے بچھڑا بنوانے کا تجھ پر الزام لگایا ہے) تیرا اس الزام کی نسبت کیا جواب ہے؟ سامری نے جواب دیا میں نے وہ چیز دیکھی تھی جو تیری قوم بنی اسرائیل نے نہیں دیکھی تھی۔ پس میں نے ایک مٹھی بھر لی رسول کے نشان قدم سے۔ پھر میں نے اس مٹی کو بچھڑے کے بُت میں ڈال دیا (جس کی کرامت سے بچھڑے کا بت بولنے لگا) اور یہ حرکت میں نے اپنے نفس کے اغوا سے کی موسیٰ نے سامری کا یہ جواب سُن کر کہا۔ تیرے اس جرم کی سزا یہ ہے کہ تو ساری زندگی کہتا رہے گا۔ مجھے نہ چھونا۔ اور یہ تیرے لئے ایک ایسا وعدہ ہے۔ جس کے خلاف نہیں ہوگا۔ اب دیکھ اپنے اُس بچھڑے کے بُت کو جس کو تو نے خدا بنا کر پوجا تھا کہ ہم اُس کو آگ میں جلائیں گے۔ اور اُس کی جلی ہوئی راکھ دریا میں بہائیں گے۔

بہرحال ناظرین جب اس تاریخ کو پڑھیں گے تو ان کو جگہ جگہ ایسے واقعات ملیں گے جن سے ظاہر ہوگا کہ مصری قوم اور ہندو قوم کے رسم و رواج میں بہت زیادہ مشابہت تھی۔ اور چونکہ میں ہندوستان کی تاریخ میں وہ سب کلچر بیان کرنے چاہتا ہوں جن کا تعلق ہندوستانی باشندوں سے ہے۔ اس واسطے میں نے مصر کی تاریخ کو مقدم رکھا ہے۔

جس وقت میں نے یہ تاریخ لکھوانی شروع کی اس وقت میری آنکھوں کا آپریشن ۱۷ فروری ۱۹۴۷ء کو ہوا تھا۔ اور جب اس میں خرابی رہ گئی تو دوسرا آپریشن ۲ مارچ کو ہوا۔ اور جب اس سے بھی خرابی دور نہ ہوئی تو تیسرا آپریشن شملے پہاڑ پر ۹ مئی کو ہوا۔ اور میں چھ مہینے لگاتار آنکھوں کی سخت تکلیف میں مبتلا رہا۔ لیکن میرے تحریری کام میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ اور یہ تاریخ میں نے اسی زمانے میں لکھوائی۔ اس کام میں جن اصحاب نے امداد دی ہے وہ نہیں چاہتے کہ ان کا نام ظاہر کیا جائے تاہم میں نے ان کا حق محنت ادا کر دیا ہے۔ اور جو واقعات عربی تاریخوں سے ترجمہ کر کے مجھے دیئے گئے تھے ان کی ترتیب میں نے اور میرے لڑکے حسین نظامی نے درست کی ہے۔

نام۔ اصل میں کا نام تاریخ مصر تجویز کیا گیا تھا۔ مگر مجھے اپنے خدا کی پیروی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ جب مجھ کو فرعون نام سے ایسا لگاؤ ہے کہ قرآن مجید میں جگہ جگہ اس نے فرعون کا ذکر کیا ہے

لفظ مصر کا ذکر قرآن میں بہت کم ہے۔ اور عربی میں ایک کہاوت ہے کہ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ جو جس چیز سے محبت رکھتا ہے اس کا ذکر بار بار کرتا ہے۔ اور چونکہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ اور ان کے دشمن فرعون کا ذکر بار بار آیا ہے اس واسطے میں نے سمجھا کہ خدا کو حضرت موسیٰؑ سے بھی محبت تھی اور فرعون کا بھی بہت خیال تھا۔ لہذا اس تاریخ کا نام "فرعونی تاریخ" ہونا چاہیے۔ اور یہی نام اسکا رکھ دیا۔

اگرچہ اس کتاب میں مصر کے بہت سے بادشاہوں کا ذکر ہے۔ اور مصر کے سب بادشاہوں کو فرعون ہی کہا جاتا تھا۔ اور فرعون کی جمع فراعنہ ہے۔ اور اس کتاب میں ایک فرعون کا نہیں بہت سے فرعونوں کا ذکر ہے۔ تاہم میں نے بول چال کی آسانی کے لئے کتاب کا نام تاریخ فراعنہ نہیں رکھا۔ بلکہ فرعونی تاریخ رکھا ہے

اب فرعونوں کی تاریخ پڑھئے شروع میں جہاں ق۔م حروف لکھے گئے ہیں ان سے مراد قبل مسیح ہے۔ یعنی مصری بادشاہ حضرت عیسیٰ سے کتنے سال پہلے تھے۔

۲ سال کے بعد اوپر کا دیباچہ ۱۳ شعبان ۱۳۶۰ہجری مطابق ۶ ستمبر ۱۹۴۱ء میں لکھا گیا تھا اور کاپی بھی تیار ہو گئی تھی مگر کاغذ ناپید ہو گیا۔ ہر چند کوشش کی گئی کہیں سے کاغذ دستیاب نہ ہوا۔ اس لئے پوری کتاب کی کاپیاں صندوق میں بند کر کے رکھ دی گئیں۔ اب پورے دو سال کے بعد شوال ۱۳۶۲ھ مطابق اکتوبر ۱۹۴۳ء میں مسٹر لابیلی ڈپٹی کمشنر دہلی کی مہربانی سے تھوڑا سا کاغذ میسر آیا تو یہ کتاب چھپوائی گئی۔

تصویریں اس کتاب کی تصویروں کے بلاک بنوانے میں بھی لڑائی کی گرانی کے سبب بہت زیادہ خرچ برداشت کرنا پڑا ہے۔ اور بعض بلاک اخبار منادی میں بھی کتاب کے تعارف کے لئے شائع کئے گئے تھے۔ مگر کاغذ نہ کتاب کے لئے ملا نہ تصویروں کے لئے میسر آیا۔ اب دونوں کے لئے کاغذ مل گیا ہے۔ اور یہ کتاب مسٹر لابیلی کے شکریہ کے ساتھ شائع کی جاتی ہے۔

حسن نظامی

دہلی ۱۴ شوال ۱۳۶۲ھ

۱۴۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء

مصر کی پُرانی تاریخ

مصر کا تمدن بہت پرانا ہے۔ بہت شاندار بھی تھا۔ اس کی عظمت اُن عمارتوں سے ظاہر ہے جو مصر کی پرانی سلطنتیں اپنی یادگار میں چھوڑ گئی ہیں، اور اُن بے شمار چیزوں سے بھی ثبوت ملتا ہے جو ہزاروں برس زمین میں دفن رہنے کے بعد موجودہ زمانے میں نکلی ہیں۔ اور برابر نکالی جا رہی ہیں۔

مصر میں تمدن۔ بابل۔ نینوا۔ اور اطراف کے سب ملکوں سے کہیں پہلے ظاہر ہوا تھا مصر کی حکومت بھی سب حکومتوں سے پہلے قائم ہوئی تھی بعض مورخوں کے خیال میں حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے پانچ ہزار برس پہلے بھی مصر میں باقاعدہ حکومت قائم تھی۔ یہ خیال صحیح ہو یا نہ ہو، مگر اس میں شک نہیں کہ گزشتہ زمانہ میں مصر ایک مہذب ملک تھا۔ اور یہاں منظم حکومت بھی قائم تھی۔ یہ واقعہ پرانی مصری تحریروں سے ثابت ہے۔ جن میں سے بہت سی پڑھ لی گئی ہیں۔

یہ کتاب "حبش کی جارحیت" حضور ملک مصر کی تاریخ نہیں ہے بلکہ مصر کے تمدن و تہذیب کی تاریخ بھی ہے لیکن کتاب مکمل نہیں ہو سکتی جب تک اس ملک کی کچھ پرانی تاریخ بھی پڑھنے والوں کے سامنے نہ آ جائے۔ اس لئے پہلے مصر کی پرانی تاریخ بیان کی جاتی ہے۔

یہ کتاب، پرانی اور نئی مستند کتابوں کی مدد سے تیار کی گئی ہے، جن کی فہرست کسی دوسری جگہ آپ ملاحظہ کریں گے۔ میں اطمینان و یقین دلاتا ہوں۔ کہ اس کتاب میں زیادہ سے زیادہ مستند معلومات جمع کی گئی ہیں

نمرود کی تاریخ

یہ گذارش بھی ضروری ہے کہ فرعون کی اس تاریخ کی تیاری کے بعد نمرود کی تاریخ لکھنے کا کام شروع کر دیا گیا ہے جو خدا نے چاہا بہت جلد شائع ہو جائے گی۔

اگرچہ نمرود کا نام قرآن مجید میں نہیں ہے۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ کے تذکرے میں نمرود اور اُس کی قوم کا بہت ذکر آیا ہے اور ہندوستان سے بابل اور نینوا کے تمدن کا بہت کچھ تعلق ہے

حسن نظامی دہلوی

پہلا باب

مصر کی بادشاہیاں

مصر میں جو سلطنتیں قائم ہوئیں۔ انہیں شاہی خاندانوں کے لحاظ سے تیس خاندانوں پر بانٹ دیا گیا ہے۔ اِن خاندانوں نے کس سنہ سے کس سنہ تک حکومت کی؟ جواب دینا مشکل ہے۔ کیونکہ اس بارے میں مورخوں کا اختلاف ہے۔ مصر کی یہ سلطنتیں اِتنی پُرانی ہیں کہ انسانی تاریخ اِن سب کا شمار ٹھیک ٹھیک نہیں دے سکتی یہی وجہ ہے کہ پرانی عمارتوں مصری کتبوں وغیرہ سے زمانے مقرر کیئے گئے ہیں ایسی حالت میں اختلاف پیدا ہو جانا لازمی تھا۔ یہاں مقبروں کے شاہی خاندانوں کی ایک فہرست اُن مورخوں کے مقرر کئے ہوئے زمانوں کے ساتھ پیش کی جاتی ہے جنہوں نے زیادہ سے زیادہ دور کے سنہ لکھے ہیں لیکن اِن خاندانوں کے حالات بیان کرتے ہوئے وہ سنہ دیئے جائیں گے جو زیادہ معتبر مورخوں نے بیان کیئے ہیں۔

مِصر کے شاہی خاندان

شاہی خاندان		حکومت کرنے کی مدت
پہلا خاندان	سنہ ۵۰۰۰ پانچ ہزار سے	سنہ ۴۷۵۰ چار ہزار سات سو پچاس ق۔م
دوسرا خاندان۔	سنہ ۴۷۵۰ چار ہزار سات سو پچاس سے	سنہ ۴۴۵۰ چار ہزار چار سو پچاس ق۔م
تیسرا خاندان۔	سنہ ۴۴۵۰ چار ہزار چار سو پچاس سے	سنہ ۴۲۴۰ چار ہزار دو سو چالیس ق۔م
چوتھا خاندان۔	سنہ ۴۲۴۰ چار ہزار دو سو چالیس سے	سنہ ۳۹۵۰ تین ہزار نو سو پچاس ق۔م
پانچواں خاندان۔	سنہ ۳۹۵۰ تین ہزار نو سو پچاس سے	سنہ ۳۷۰۰ تین ہزار سات سو ق۔م
چھٹا خاندان۔	سنہ ۳۷۰۰ تین ہزار سات سو سے	سنہ ۳۵۰۰ تین ہزار پانچسو ق۔م
ساتواں خاندان۔	سنہ ۳۵۰۰ تین ہزار پانچسو۔ سے	۔۔۔۔۔ ؟ ختم کا زمانہ معلوم نہیں ق۔م

شاہی خاندان			حکومت کرنے کی مدت	
آٹھواں خاندان —	سنہ ۳۵۰۰ تین ہزار پانچ سو	سے	سنہ ۳۲۰۰ تین ہزار دو سو	ق م
نواں خاندان —	سنہ ۳۲۰۰ تین ہزار دو سو	سے	سنہ ۳۱۵۰ تین ہزار ایک سو پچاس	ق م
دسواں خاندان —	سنہ ۳۱۵۰ تین ہزار ایک سو پچاس	سے	سنہ ۳۱۰۰ تین ہزار ایک سو	ق م
گیارہواں خاندان —	سنہ ۳۱۰۰ تین ہزار ایک سو	سے	سنہ ۳۰۵۰ تین ہزار پچاس	ق م
بارہواں خاندان —	سنہ ۳۰۵۰ تین ہزار پچاس	سے	سنہ ۲۸۴۰ دو ہزار آٹھ سو چالیس	ق م
تیرہواں خاندان —	سنہ ۲۸۴۰ دو ہزار آٹھ سو چالیس	سے	سنہ ۲۴۰۰ دو ہزار چار سو	ق م
چودہواں خاندان —	سنہ ۲۴۰۰ دو ہزار چار سو	سے	سنہ ۲۲۰۰ دو ہزار دو سو	ق م
پندرہواں خاندان —	سنہ ۲۲۰۰ دو ہزار دو سو	سے	سنہ ۲۰۰۰ دو ہزار	ق م
سولہواں خاندان —	سنہ ۲۰۰۰ دو ہزار	سے	سنہ ۱۷۵۰ سترہ سو پچاس	ق م
سترہواں خاندان —	سنہ ۱۷۵۰ سترہ سو پچاس	سے	سنہ ۱۶۰۰ ایک ہزار چھ سو	ق م
اٹھارہواں خاندان —	سنہ ۱۶۰۰ ایک ہزار چھ سو	سے	سنہ ۱۳۶۸ تیرہ سو اڑسٹھ	ق م
انیسواں خاندان —	سنہ ۱۳۶۸ تیرہ سو اڑسٹھ	سے	سنہ ۱۲۲۰ بارہ سو بیس	ق م
بیسواں خاندان —	سنہ ۱۲۲۰ بارہ سو بیس	سے	سنہ ۱۰۸۰ ایک ہزار آٹھ سو	ق م
اکیسواں خاندان —	سنہ ۱۰۸۰ ایک ہزار آٹھ سو	سے	سنہ ۹۵۰ نو سو پچاس	ق م
بائیسواں خاندان —	سنہ ۹۵۰ نو سو پچاس	سے	سنہ ۸۰۰ آٹھ سو	ق م
تیئسواں خاندان —	سنہ ۸۰۰ آٹھ سو	سے	سنہ ۷۲۱ سات سو اکیس	ق م
چوبیسواں خاندان —	سنہ ۷۲۱ سات سو اکیس	سے	سنہ ۷۱۵ سات سو پندرہ	ق م
پچیسواں خاندان —	سنہ ۷۱۵ سات سو پندرہ	سے	سنہ ۶۶۶ چھ سو چھیاسٹھ	ق م
چھبیسواں خاندان —	سنہ ۶۶۶ چھ سو چھیاسٹھ	سے	سنہ ۵۲۵ پانچ سو پچیس	ق م
ستائیسواں خاندان —	سنہ ۵۲۵ پانچ سو پچیس	سے	سنہ ۴۰۸ چار سو آٹھ	ق م
اٹھائیسواں خاندان —	سنہ ۴۰۸ چار سو آٹھ	سے	سنہ ۳۹۹ تین سو ننانوے	ق م
انتیسواں خاندان —	سنہ ۳۹۹ تین سو ننانوے	سے	سنہ ۳۷۸ تین سو اٹھتر	ق م
تیسواں خاندان —	سنہ ۳۷۸ تین سو اٹھتر	سے	سنہ ۳۴۰ تین سو چالیس	ق م

مصری سلطنت کا بانی

بہت ہی پرانے زمانے میں جس کی تاریخ نہیں ملتی، مصر میں دو بادشاہیاں تھیں، ایک جنوبی مصر میں۔ دوسری شمالی مصر میں۔ ابی سینیا (موجودہ حبش) شمالی لینڈ سے ایک فاتح گروہ آیا، جسے ہوارس کہتے ہیں اور اس نے مصر کی دونوں حکومتیں ملا کر ایک بادشاہی بنا دی۔

مدتوں یقین کیا جاتا رہا کہ پورے مصر کا بادشاہ مینس تھا۔ مگر ۱۹۳۳ء میں سقارہ (مصر) کے پرانے شاہی قبرستان کی کھدائی ہوئی تو ایک ایسی قبر نکل آئی جس نے مینس کے بارے میں مورخوں کے خیال کی تردید کر دی۔ اس قبر نے ثابت کر دیا ہے کہ پورے مصر کا بادشاہ مینس نہیں ہوا تھا۔ اور یہ کہ ہور آہا مینس سے کہیں پہلے گذرا ہے۔ مقبرے میں اس بادشاہ کے استعمال کی تقریباً دو سو چیزیں بھی موجود ہیں۔ ان سب پر بادشاہ کا نام لکھا ہے ساتھ ہی ایسی تختیاں ملی ہیں جن پر شمالی مصر اور جنوبی مصر کی خیالی تصویریں بنا کر دکھایا گیا ہے کہ دونوں مصر بادشاہ کے قدموں کی طرف دوڑ رہے ہیں۔

بہر حال مینس سے یا ہور آہا سے مصر کے بادشاہوں کا پہلا خاندان حضرت مسیح سے تقریباً ساڑھے تین ہزار برس یا اس سے بھی پہلے سے شروع ہوا مینس نے یا اس کے کسی قریبی رشتہ دار نے شمالی اور جنوبی مصر کی سرحد پر اپنے زمانے سے بھی پہلے کے ایک پرانے شہر کو دوبارہ آباد کیا۔ "سفید دیواروں" کا شہر کہلاتا تھا۔ اس کی تعمیر سے غرض یہ تھی کہ دونوں مصروں پر آسانی سے حکومت کی جا سکے، مگر تیسرے خاندان سے پہلے یہ شہر راج دھانی نہیں بنا۔ اور چھٹے خاندان سے پہلے اس کا نام "ممفس" نہیں ہوا۔ اس لفظ کے معنی بھی "سفید دیواروں کے شہر" کے ہیں۔

پہلے دو خاندانوں نے چار سو برس کے لگ بھگ حکومت کی۔ دوسرے خاندان کا خاتمہ ایک اور فاتح کے ہاتھ سے ہوا۔ یہ مصر کے دکھن کے کسی ملک سے آیا تھا۔ اس کا مصری نام خاسی خا تموئی تھا اسی فرعون سے تیسرا خاندان شروع ہوتا ہے۔ اس کا ابلنجہ بھی مل گیا ہے۔ اس زمانے سے فرعونوں کو خاص اہتمام سے دفن کرنے کا رواج شروع ہوا، اور یہی رواج اہرام مصری کی تعمیر کا سبب بنا۔ تیسرے خاندان کی بادشاہی غالباً ۲۹۸۰ ق م سے شروع ہوئی۔

اس زمانے میں مصر خوب آباد تھا۔ خوب ترقی پر تھا۔ بردی کا غذوں پر لکھنے کا رواج ہو گیا

تھا۔ حکومت بہت منظم تھی۔ ملک کو ضلعوں میں بانٹ دیا گیا تھا، اور حکومت کے تمام اختیارات، خود فرعون کے ہاتھ میں تھے۔ فرعون کو اپنے پورے راج کی دیکھ بھال کرنی پڑتی تھی۔ بچپن ہی سے اُسے بادشاہی کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔ وہ اپنے باپ کی حکومت میں بھی بڑا حصہ لیتا تھا۔ شاید اس کا وزیر اعظم بھی ہوتا تھا۔ اس کی تخت نشینی دھوم دھام سے ہوتی تھی۔ اور تیس برس حکومت کر چکنے کے بعد وہ اپنی جوبلی بھی مناتا تھا۔

خاسی خاموئی کا بیٹا بھی بڑا بہادر اور حوصلہ مند تھا۔ اس کا نام، زوسیر تھا۔ اس نے نوبیا کا علاقہ فتح کر کے مصر میں شہنشاہی کی داغ بیل ڈال دی تھی۔

تیسرے خاندان کا خاتمہ فرعون، اسنیفرو پر ہوا۔ مگر یہ فرعون بھی معمولی بادشاہ نہ تھا۔ اس نے جزیرہ نمائے سینا کو فتح کر کے مصر کی سرحدیں، شمال میں بہت آگے بڑھا دی تھیں۔ اس نے سمندری بیڑا بھی بنایا تھا۔ جو لبنان سے قیمتی لکڑی لاتا تھا۔ اس کے زمانے میں امیروں کے مقبرے، اینٹ سے نہیں بلکہ پتھر سے بنائے جانے لگے تھے۔

غالباً اس فرعون کے کوئی لڑکا نہیں تھا۔ لڑکی ہی تھی اور وہی تخت مصر کی وارث قرار پائی تھی اس کی شادی، خُوفُو سے ہوئی تھی، اور شادی ہی کی وجہ سے خُوفُو، فرعون بنا تھا۔

خوفو، جو چھٹے خاندان کا بانی ہے۔ اس کا زمانہ دو سبب سے اہم سمجھا جاتا تھا۔ پہلا سبب یہ ہے کہ خوفو نے مذہبی پیشواؤں سے جھگڑا کیا۔ اور اُن کے اختیارات اور جائدادوں پر دست درازی کی۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ خوفو نے جیزہ (مصر) میں بھی بڑا ہرم بنایا، جو دنیا کے سات عجائبات میں گنا جاتا ہے، اور جس کا حال آگے بیان کیا جائیگا۔ خوفو کا زمانہ ۲۹۰۰ سے ۲۸۷۵ ق م تک ہے

خوفو کا بیٹا، خفرا، اور پوتا، منقرع، یہ دونوں بھی اپنے اپنے وقت پر فرعون ہوئے۔ اور انہوں نے بھی خوفو کے ہرم کے پاس اپنے اپنے ہرم بنائے، مگر ان کے ہرم پہلے ہرم سے بہت چھوٹے ہیں۔ ان اہراموں کے پاس ہی ابوالہول کا بت ہے۔ نہیں معلوم تینوں فرعونوں میں سے کس نے بنایا ہے۔

ایک انقلاب

معلوم ہوتا ہے شاہی خاندان اور مذہبی پیشواؤں میں جو جھگڑا پیدا ہوا تھا اس نے شاہی کو مٹا ڈالا۔ اور پانچواں خاندان جب شروع ہوا تو مذہبی پیشوا غالب تھے۔ اس خاندان کے زمانے

میں جنوبی مصر کے دیوتا اُمراکے بڑے بہت کو یہ رتبہ مل گیا۔
اسی خاندان کے زمانے میں سلطنت کے عہدے بھی شاہی خاندان کے ہاتھ سے نکل گئے، اور درباری نوابوں کے خاندانوں میں موروثی بن گئے تھے اس واقعہ کو صدیوں بعد آنے والی جاگیرداری کا سنگ بنیاد سمجھا چاہیئے۔
اسی خانداں کے دور میں مصر کے پاس بحر روم اور بحر احمر میں جنگی بیڑے تھے پڑوسی ملکوں سے تجارت ہوتی تھی نوبیا میں بھی جنگی مہمیں بھیجی گئی تھیں۔ اسی شاہی خاندان نے سب سے پہلے تجارت کے ذریعہ دولت حاصل کرنے کا دستور جاری کیا تھا۔ لیکن اس دور میں درباری امیروں کی طاقت بہت بڑھ گئی تھی۔ جنہوں نے آخر کار بادشاہی ہضم کر لی۔
چھٹا خاندان۔ سیتی اوّل سے شروع ہوتا ہے۔ یہ شاہی نسل سے تھا۔ بلکہ فرعونوں کے محلات کا شاید داروغہ تھا کسی نہ کسی طرح خود فرعون بن بیٹھا تھا۔ اس نے ترپن برس حکومت کی۔ اس کے بیٹے سیتی دوم کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ پورا ۹۴ برس فرعون رہا۔ مگر اس کے مرتے ہی خانہ جنگی اور طوائف الملوکی شروع ہوگئی۔ بہت سے نواب خود مختار بن گئے، اور اپنے اپنے علاقوں میں بادشاہی کرنے لگے اس زمانے میں مصر کا پایہ تخت ممفس نہیں۔ بلکہ وسطی مصر کا ایک شہر ہرکلوپولیس تھا۔

ایک نیا دور

ساتویں، آٹھویں، نویں، دسویں خاندانوں کے فرعون کوئی بڑا کام نہ کر سکے۔ ملک میں ابتری پھیلی رہی، یہاں تک کہ تھیبس کے ایک نوابی گھرانے نے کروٹ لی۔ اور گیارہویں خاندان کی حکومت قائم کردی۔ تھیبس ایک معمولی شہر تھا۔ ایک چھوٹے سے راجہ کا پایہ تخت تھا۔ مگر اب اس کا ستارہ چمکا، اور ایک ہزار سال تک مصر پر حکومت کرتا رہا!
بارہواں خاندان سنہ ۲۰۰۰ سے ۱۷۸۸ ق م تک شان و شوکت سے حکومت کرتا رہا۔ اس خاندان کے بانی امنہیت اوّل نے فرعون کی پرانی مطلق العنانی اور تاج کی برتری پھر سے قائم کردی۔ مصر دو سو برس تک اس خاندان کی بدولت خوشحال رہا۔ اسی زمانے میں مصری فوجوں نے شام پر چڑھائی کی تھی۔ اس کے فرعونوں نے صرف جنگی میدانوں میں اپنے سورما ہونے کا ثبوت نہیں دیا۔ بلکہ ملک کو بھی ترقی دینے کی کوشش کرتے رہے۔ جنوبی مصر میں دریائے نیل کا پانی پھیلا کر بڑی بڑی زمینوں کے سیراب کرنے کا بندوبست

کیا، اور فیوّم کی جھیل میں پانی کا بہت بڑا خزانہ بناکر ایک نیا ہرا بھرا صوبہ پیدا کر دیا۔ اس خاندان نے نوابوں کی قوت بھی ختم کر دی۔ اور تمام اختیارات کا تنہا مالک، فرعون کو بنا دیا۔

مگر یہ زبردست خاندان، جس نے مصر کو سرادنچا کر دیا تھا، ایک ملکہ پر آکر ختم ہو گیا ساتھ ہی ملک میں خانہ جنگی پھیل گئی۔ اس تباہی کی تکمیل، ہیکسوس کے حملے نے کر دی۔

مصر پر ایک نیا حملہ

مصر پر پہلے دو دفعہ باہر کے ملکوں سے وحشی لوگوں نے حملے کئے اور اپنی حکومتیں قائم کیں۔ مگر مصر تمدن و تہذیب کا مالک تھا، اس لئے دونوں حملہ آور بادشاہ اور اُن کے خاندان، مصری رنگ میں رنگ گئے۔ بلکہ کہنا چاہئے کہ مصری بن گئے۔ ان کے بعد مصر پھر آزاد ہو گیا۔ اور مدتوں اُس کے اپنے فرعون بادشاہی کرتے رہے۔

لیکن حضرت عیسیٰ کے پیدا ہونے سے اٹھارہ سو برس پہلے مصر پر ایک وحشی قوم ٹوٹ پڑی، اس قوم کے سامنے مصری ٹھہر نہ سکے۔ کیونکہ اوّل تو آپس میں پھوٹ پڑی ہوئی تھی۔ بہت سے نواب تھے، اور ہر نواب اپنی بادشاہی جمانے کی فکر میں تھا۔ پھر حملہ آور قوم، ایسے حربوں اور سامانوں سے لیس ہو کر آئی تھی کہ مصری مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

حملہ کرنے والے اپنے ساتھ گھوڑے اور رتھ لائے تھے۔ مصر کے باشندوں کے لئے یہ دونوں چیزیں بالکل نئی تھیں۔ مصری اب تک نہ گھوڑوں سے کام لینا جانتے تھے اور نہ رتھوں سے پھر دشمن سے لڑتے کیونکر؟ انہیں ہتھیار رکھ دینے پڑے۔ اور مصر غلامی کا شکار ہو گیا۔

اِس فاتح قوم کو ہیکسوس کہا جاتا ہے۔ یہ سامی نسل سے تھی، اور اکثر مورخوں کے بقول یہ لوگ عرب کے بدوی تھے۔ جو قحط سالی کی وجہ سے مصر کے تروتازہ ملک میں گھس آئے تھے۔ ان کے سردار کا نام سالاتیس تھا فتح کے بعد یہی شخص، مصر کا فرعون بنا۔

ہیکسوس کا حملہ بے پناہ تھا۔ انہوں نے بڑے بڑے شہروں اور عبادت خانوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ قتل عام کیا۔ اور مفتوح عورتوں اور بچوں کو غلام بنا ڈالا۔ لیکن جلد ہی فاتحوں کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ جنگلی پن سے بھی انہیں شرم آنے لگی۔ مصری تہذیب انہوں نے اختیار کر لی۔ مصریوں

کے لئے مندر بھی بنائے۔ اور ملکی آدمیوں کی طرح حکومت کرنے لگے۔

معلوم ہوتا ہے ہیکسوس، مصریوں کو ہر طرح خوش کرنا اور اپنے پہلے ظلموں کی یاد ان کے دلوں سے مٹا دینی چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ فاتح ہونے پر بھی ہیکسوس اپنے رہن سہن اور شاید دین و مذہب میں بھی مصری بن گئے تھے۔ مصر کی پرانی راجدھانی، ممفس کو، جسے پہلے ڈھا چکے تھے۔ انہوں نے اپنا پایۂ تخت بنا لیا۔ اسی قدر نہیں، انہوں نے کئی مصری نوابوں کو اپنے اپنے علاقوں میں حکومت کرنے کا حق بھی دیدیا تھا۔ یہ مصری نواب، فاتحوں کو خراج دیا کرتے تھے۔

حضرت یوسفؑ اور فرعون

قرآن شریف کے بیان۔ اور اسلامی تاریخ، اور توریت و انجیل کے بیانات، اور مصری آثار قدیم کی تصویروں اور کتبوں اور مصر کی نئی تحقیقات کے مجموعے کو سامنے رکھنے سے حسب ذیل نتائج پیدا ہوتے ہیں:۔

(۱) حضرت یوسفؑ کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ پہلے نمرود کی حکومت بابل سے تعلق رکھتے تھے۔ اور پھر بابل سے ہجرت کرکے ملک شام میں آ گئے تھے۔ ان کے ایک بیٹے حضرت اسحاقؑ شام میں تھے۔ اور دوسرے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ حجاز میں تھے۔ اور حضرت ابراہیمؑ دونوں ملکوں میں آتے جاتے رہتے تھے۔

(۲) حجاز میں رہنے والی عرب قوم جو ہیکسوس کہلاتی تھی اور جس کے سردار کا نام سالاتیس تھا حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل میں تھی اور اس نے گھوڑوں اور رتھوں کی فوج لے جا کر مصر فتح کر لیا تھا اور مصلحت ملکی کے سبب مصریوں کا مذہب اور تمدن بھی اختیار کر لیا تھا۔ اور ہیکسوس خاندان کے فرعون کہے جاتے تھے۔ گویا حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد مصر پر حکومت کرتی تھی۔ اور حضرت اسحٰقؑ کی اولاد شام میں حکومت کرتی تھی

(۳) حضرت یعقوبؑ ملک شام کے شہر کنعان میں رہتے تھے اور وہ حضرت اسحاقؑ کی نسل میں تھے اور ملک شام کبھی اسحاقؑ کی اولاد کے قبضے میں رہتا تھا اور کبھی فرعون مصر کے قبضے میں چلا جاتا تھا۔

(۴) حضرت یعقوبؑ کا نام اسرائیل تھا۔ اور ان کی اولاد بنی اسرائیل اور یہودی کہلاتی ہے۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے۔ اور حضرت یوسفؑ اور بنیامین ایک ماں سے سگے بھائی تھے۔ اور باپ چھوٹی بیوی کے چھوٹے لڑکوں سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ جس پر بڑے بھائیوں کو حسد ہوا۔ اور انہوں نے حضرت یوسفؑ کو شکار کا بہانہ کرکے جنگل کے ایک کنوئیں میں ڈال دیا۔ اور کنوئیں سے نکال کر ایک قافلہ ان کو

مصر میں لے گیا اور غلام بنا کر بیچ ڈالا۔ اور فرعون کے وزیر عزیز مصر نے اُن کو خرید لیا۔ عزیز مصر کی بیوی زلیخا یوسف ؑ پر عاشق ہو گئی۔ اور جب یوسف ؑ نے زلیخا کی محبت کا حسب منشار جواب نہ دیا تو زلیخا نے یوسف پر بہتان لگا کر اپنے خاوند سے یوسف ؑ کی شکایت کی۔ اور عزیز مصر نے اُن کو جیل میں ڈال دیا۔

(۵) فرعون نے ایک خواب دیکھا۔ جس کی تعبیر کوئی نہ بتا سکا اور یوسف ؑ نے تعبیر بتا دی جس سے خوش ہو کر فرعون نے یوسف ؑ کو وزارت دیدی اور زلیخا کے شوہر کی جگہ یوسف ؑ کو مل گئی۔ اور یوسف ؑ پورے مصر کے وزیر اعظم ہو گئے۔

(۶) قحط کے سبب ملک شام سے حضرت یعقوب ؑ نے اپنے بیٹوں کو غلہ لانے کے لئے مصر بھیجا اور یوسف ؑ نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا۔ اور سیاسی حکمت کے ساتھ اپنے چھوٹے بھائی کو بھی مصر میں بلا لیا۔ اور آخر فرعون کی اجازت سے یوسف ؑ نے اپنے والد حضرت یعقوب ؑ کو بھی مصر میں بلا لیا اور ان کا پورا خاندان اور ان کی قوم کے اکثر افراد مصر میں آ گئے۔ اور ان کو مصر کا ایک اچھا علاقہ رہنے کیلئے دیا گیا۔

(۷) حضرت یوسف ؑ کے کام سے فرعون اس قدر خوش تھا کہ فرعون نے اپنے مورث اعلیٰ سالاتیس کا نام بطور خطاب کے اُن کو دیا تھا۔

(۸) جب حضرت یعقوب ؑ مصر میں آئے تو حضرت یوسف ؑ نے ان کو فرعون سے بھی ملایا۔ فرعون نے یعقوب ؑ کی عمر پوچھی تو یعقوب نے اپنی عمر ایک سو تیس برس کی بتائی۔

(۹) مصر کے قدیمی حکمران خاندان نے ہیکسوس (اسمٰعیلی عرب) خاندان کی حکومت سے بغاوت کی۔ اور طویل خوں ریزی کے بعد ہیکسوس خاندان کی حکومت جاتی رہی اور قدیمی خاندان پھر برسر اقتدار ہو گیا۔

(۱۰) حضرت یعقوب ؑ کی اولاد چونکہ ہیکسوس (اسمٰعیلی عرب) نسل سے تعلق رکھتی تھی اور ہیکسوس نے ان کو مصر میں لا کر آباد کیا تھا۔ اس لئے نئی حکومت نے یہودیوں کو غلام بنا لیا۔ اور ان کو اپنے وطن ملک شام میں واپس جانے سے روک دیا۔

(۱۱) فرعون منفتاح کے باپ رام سیس دوم کے زمانے میں حضرت موسیٰ ؑ پیدا ہوئے۔ اس وقت بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ اور فرعون ڈرتا تھا کہ یہ قوم بغاوت نہ کر دے۔ اس لئے اس نے حکم دیدیا تھا کہ بنی اسرائیل کے ہاں جو لڑکا پیدا ہو قتل کر دیا جائے۔ حضرت موسیٰ ؑ پیدا ہوئے تو ان کی ماں نے قتل کے خوف سے ان کو صندوق میں ڈال کر نیل دریا میں بہا دیا۔ صندوق کو فرعون کی بیوی نے نکال لیا۔ اور بچے کو بیٹا بنا کر پالا۔ اور جب موسیٰ جوان ہوئے تو انہوں نے اپنی برادری کے ایک

یہودی کی حمایت میں ایک مصری کو مار ڈالا جو فرعون کی نسل میں تھا۔ قصاص کے ڈر سے موسیٰ مصر سے بھاگ گئے اور حضرت شعیبؑ کے ہاں پناہ لی۔ شعیبؑ نے اپنی بیٹی کی شادی موسیٰؑ سے کر دی۔ اور جب موسیٰؑ نے سنا کہ فرعون مر گیا ہے اور اُس کا بیٹا منفتاح فرعون ہوا ہے تو وہ مدین سے رخصت ہو کر اپنی بیوی اور بھائی ہارون کے ساتھ مصر میں آئے۔ راستے میں طور پہاڑ ملا۔ جہاں خدا نے اُن کو پیغمبری دی اور معجزات دیئے۔

(۱۲) موسیٰ نے فرعون کو بنی اسرائیل کا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دی اور یہ بھی درخواست کی کہ وہ اپنی قوم کو مصر سے شام میں لے جائیں۔ فرعون نے کوئی بات نہ مانی تو موسیٰ نے مصر سے تین کوس دور جا کر گائے کی قربانی کی اجازت چاہی۔ تاکہ مصریوں کی دل آزاری نہ ہو جو گائے کی پوجا کرتے تھے۔ فرعون نے بہت سے جھگڑوں کے بعد مجبور ہو کر اجازت دیدی۔ اور موسیٰ قربانی کے بہانے سے اپنی قوم کو شام کی طرف لے چلے۔ فرعون نے یہ خبر سُنی تو وہ فوج لے کر تعاقب میں آیا۔ موسیٰ اپنی قوم کے ساتھ دریا عبور کر کے نکل گئے۔ اور فرعون دریا عبور کرتے وقت ڈوب کر مر گیا۔

آگے جا کر حضرت یوسف اور فرعون کے مفصل حالات بیان کئے جائینگے اور حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم اور فرعون منفتاح کے حالات بھی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ لکھے جائینگے۔ کچھ مصری تاریخوں سے اور کچھ توریت اور قرآن مجید سے۔ یہاں تو مختصر خلاصہ لکھا گیا ہے۔

سامری } اس سلسلے میں یہ بات بھی لکھنی ضروری ہے کہ سامری ایک قوم کا نام تھا اور جس سامری نے حضرت موسیٰ کی قوم کو بچھڑے کے بُت کی پوجا کرائی تھی وہ سامری قوم کا کوئی آدمی تھا۔ اور غالباً سامری قوم مصری مندروں کے پجاریوں یا پنڈتوں سے تعلق رکھتی تھی اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قوم کسی فرعون کے زمانے میں کسی خود سری یا بغاوت کے سبب معتوب ہو گئی تھی اور اس قوم کو بھی بنی اسرائیل کی طرح فرعون نے غلام بنا لیا تھا اور یہ قوم بھی بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے حضرت موسیٰ کی ہمراہی میں بھاگ گئی۔ اور جب فرعون اور اُس کے خاندان والے ڈوب گئے اور بنی اسرائیل اپنے ملک شام کے علاقے میں آ گئے تب حضرت موسیٰ طور پہاڑ پر توریت لینے گئے اور وہاں جا کر حضرت موسیٰؑ نے چلہ کیا اور اپنی نیابت میں اپنے بھائی ہارون کو چھوڑ گئے تھے۔ سامری قوم کے لیڈر نے حضرت موسیٰ کی عدم موجودگی میں بنی اسرائیل کو اپنا تابعدار بنانے کے لئے مصری عقائد کی موافق بچھڑے کے بت کی پوجا کرادی اور اس کے بعد وہ قصہ پیش آیا جس کا تذکرہ قرآن مجید کے حوالے سے اوپر کیا گیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی [illegible] قوم کو ملک شام سے وسط ایشیا میں نکالا اور یہاں اس نے ایک شہر آباد کیا جس کا نام [illegible] کے نام سے مشہور ہوا [illegible]

سامری اپنی قوم کو لے کر ہندوستان میں آیا اور یہاں اس نے گونڈ اور بھیل وغیرہ قدیمی باشندوں کو مار کر جنگلوں اور پہاڑوں میں بھگا دیا اور ہندوستان میں اپنی قومی حکومت قائم کرلی اور مصر کے قدیمی فرعون کے نام سے ایک کتاب شریعت موسمرتی تیار کی اور چار ذاتیں قائم کردیں جس کا تفصیلی بیان کتاب کے آخری صفحات میں کیا جائیگا۔

مصر کی سرحدیں فرات تک

امنہوتپ کے بعد تھوتھمیس، فرعون ہوا۔ یہ امنہوتپ کا داماد تھا۔ اس کی تخت نشینی، مصر کی آزادی کے چالیس برس بعد ہوئی تھی۔

تھوتھمیس زبردست فرعون ثابت ہوا اور فتوحات کے لئے اٹھا اور زنوموں اور ملکوں کو روندتا ہوا دریائے فرات تک پہونچ گیا۔ یہ پہلا فرعون تھا، جس نے اپنا جھنڈا فرات پر جا کر گاڑا۔ مگر تھوتھمیس کی یہ یلغار ایک آندھی تھی کہ آئی اور نکل گئی۔ اس نے مفتوح علاقوں کا نہ کوئی انتظام کیا، نہ حفاظت ہی ضروری سمجھی۔ معلوم ہوتا ہے فرعون نے یہ عظیم الشان مہم صرف اس لئے سر کی تھی کہ اپنا نام سب فرعونوں سے اونچا کردے۔ چنانچہ اس نے اپنی اس فتح کے یادگاری کتبہ میں لکھا کہ میں نے مصر کی سرحدیں سورج سے جاکر ملادی ہیں!"

مصر میں واپس آکر تھوتھمیس نے ملک کا انتظام بہت اچھا کیا۔ ہر طرف امن و امان پھیل گیا۔ اور رعایا خوشحالی سے زندگی بسر کرنے لگی۔ مگر تھوتھمیس کے آنکھ بند کرتے ہی کچھ ابتری ظاہر ہوئی۔ وجہ یہ تھی کہ فرعون کی معمولی مویوں سے تو دو لڑکے یا ایک لڑکا اور ایک پوتا تھا، مگر اصلی ملکہ سے ایک لڑکی ہی تھی۔ دونوں لڑکوں کے نام بھی تھوتھمیس ہی تھے۔ اور لڑکی کا نام "ہُت شی پَسُت" تھا۔ فرعون نے تخت کا وارث اسی لڑکی کو قرار دیا تھا۔ اور اس کی شادی چھوٹے تھوتھمیس سے کردی تھی معلوم ہوتا ہے فرعون اپنے بڑے بیٹے سے ناخوش تھا اور چاہتا تھا کہ چھوٹے بیٹے یا پوتے کو، جو اس کا داماد بھی تھا، حکومت ملے۔

لیکن یہ عجیب بات ہوئی کہ فرعون کی خواہش کے خلاف اس کا بڑا لڑکا، تھوتھمیس دوم کے نام سے تخت پر بیٹھ گیا، مگر اس کی قسمت میں دو تین برس سے زیادہ حکومت لکھی نہ تھی۔ اس کے مرتے ہی تھوتھمیس اول کی بیٹی، ہت شی پست، فرعون بن گئی، یہ واقعہ ۱۵۰۱ ق م کے لگ بھگ کا ہے۔

مصر کی زبردست ملکہ

ہت سی پُست، عورت ضرور رکھی، مگر کسی بات میں بھی زبردست مردوں سے کم نہ تھی۔ وہ بیوی ضرور تھی، مگر اُس نے جیتے جی اپنے شوہر کو نہ ابھرنے دیا۔ نہ حکومت ہی میں اس کا سا اچھا منظور کیا۔ مصر کی تاریخ میں اس ملکہ کی مثال بڑی عجیب ہے۔ مصر میں کسی عورت کا فرعون بن جانا بالکل نرالی انوکھی بات تھی۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ فرعون ہمیشہ مرد ہی ہوتے تھے۔ فرعون کے نام کے ساتھ عورت کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مرد فرعون کا خیال اس قدر دلوں میں بیٹھ گیا تھا کہ خود ہت شی پسُت کی یادگاروں اور اسٹیچوؤں میں اُسے مصنوعی ڈاڑھی کے ساتھ دکھایا گیا ہے۔ دیکھئے اس ملکہ کی تصویر۔

ہت شی پسُت نے ۲۲ برس حکومت کی۔ اس کے زمانے میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ کیونکہ مصر کی تمام سرحدیں محفوظ تھیں، اور دور دور تک مصر کا رعب چھایا ہوا تھا۔ ملکہ کی حکومت نے رعایا کو امن چین دیا تھا۔ دولت کی بہتات ہو گئی تھی۔ ملک بھر میں خوشحالی پھیلی ہوئی تھی۔

ملکہ کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ اُس نے ایریٹیریا اور سومالی لینڈ میں دو مہمیں بھیجیں۔ ایک خشکی سے دوسری سمندر سے۔ یہ دونوں مہمیں سراسر دوستانہ اور تاجرانہ تھیں۔ لڑائی کی دھمکی کی ان میں ذرا جھلک تک نہ تھی۔ اگلے وقتوں میں ایریٹیریا اور سومالی لینڈ، حتیٰ کہ یمن تک سے مصر کا تجارتی تعلق تھا، مگر مدتوں سے یہ رشتہ ٹوٹ چکا تھا۔ اور ان ملکوں میں کوئی مصری بھی نہیں گیا تھا۔ ملکہ کی دونوں مہمیں بہت زیادہ کامیاب ہوئیں۔ اور اُن ملکوں کی بہت سی قیمتی پیداوار اور مال اپنے ساتھ لائیں۔ ملکہ نے ان مہموں کی تصویریں تھیبس کے سامنے دیرُ البحری میں اپنے شاندار مندر کی دیواروں پر بنوا دیں جو آج تک موجود ہیں۔

مصر کا نپولین!

ملکہ غالباً ۱۴۷۹ ق م میں دنیا سے رخصت ہوئی۔ اور اُس کا شوہر تھوتھمیس سوم فرعون بنا۔ اس بادشاہ کو ہم مصر کا نپولین کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کے کارنامے، نپولین سے بہت ملتے جلتے ہیں

تھوتھمس سوم بہت ہی زبردست بادشاہ تھا۔ اس کی عظمت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ملکہ ہت شی پستت کس بلا کی عورت تھی۔ ملکہ اگر اپنے اولوالعزم شوہر سے بھی بڑی شخصیت کی مالک نہ ہوتی تو اُسے بیس برس اپنی کڑی قید میں نہ رکھ سکتی۔ یہ بات نہیں ہے کہ تھوتھمس سوم اپنی بیوی کا عاشق تھا۔ اور محبت نے اُسے غلام بنا دیا تھا۔ تھوتھمس کو اپنی بیوی سے محبت نہیں۔ نفرت تھی ثبوت یہ ہے کہ اس کے مرتے ہی تھوتھمس نے اس کی یادگاریں مٹانی شروع کر دیں تھوتھمس چاہتا تھا کہ ملکہ کا نام تمام دنوں سے اس طرح دور ہو جائے جیسے ملکہ کبھی تھی ہی نہیں!

تھوتھمس سوم کو اپنی ملکہ سے جلن کتنی ہی زیادہ ہو۔ مگر اس میں شک نہیں کہ یہ فرعون۔ مصر کے تمام اگلے پچھلے فرعونوں سے کہیں زبردست۔ کہیں مدبر۔ کہیں اونچا تھا۔ اس فرعون میں جتنی عقل تھی، اتنی ہی عمل کی طاقت بھی تھی۔ اس کی نگاہ بہت دور پہنچتی تھی، اور وہ اپنے ارادوں اور فیصلوں میں اٹل تھا یہ واقعہ ہے کہ اس فرعون نے مصر کو اس بلندی پر پہونچا دیا تھا کہ نہ پہلے کبھی اُسے نصیب ہوئی تھی نہ بعد میں کبھی نصیب ہوئی۔

ملکہ کے مرتے ہی ـــ ۱۴۷۹ ق م میں تھوتھمس کی فوجیں، مصر کی سرحد پر پہنچ گئیں اور اس کے بعد فلسطین کے شہر غزہ پر قبضہ کرلیا۔ یہ دن فرعون کی تاج پوشی کی بائیسویں سالگرہ کا تھا۔ مگر فرعون نے کوئی جشن نہیں کیا۔ اور یلغار جاری رکھی۔

دراصل شام میں رہنے والی سامی قوموں نے ایک بڑا جتھہ بنالیا تھا۔ اور مصر پر حملہ کرنا چاہتی تھیں۔ فرعون کو خبر مل چکی تھی، اور وہ ان قوموں کی پوری طاقت کو چکنا چور کر ڈالنا چاہتا تھا۔

سامی (شامی) قوموں کی فوجیں، مگدو میں جمع تھیں۔ یہ پہاڑی علاقہ تھا۔ اور اسے سر کرنا بہت مشکل تھا۔ یہاں پہونچنے کے دو ہی راستے تھے۔ ایک بڑا راستہ جو فوجوں کے چلنے کے لئے قدرتی راستہ تھا۔ اور دوسرا تنگ راستہ جو ایک ایسے درّے سے گذرتا تھا جس سے ایک ساتھ دو چار ہی آدمی پار ہو سکتے تھے سامی سپہ سالار کو یقین تھا کہ دشمن، چھوٹے راستے سے آ ہی نہیں سکتا، اسی لئے سپہ سالار نے بڑا راستہ روکنے کے لئے سب فوج بڑے راستے پر جمع کردی تھی۔

مگر تھوتھمس سوم نے نپولین کی طرح دور بینی کا ثبوت دیا۔ اس نے تنگ درّے ہی سے حملہ کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ اچھی طرح جانتا تھا کہ شامیوں کی طاقت اس راستے پر نہ ہو گی۔ تھوتھمس نے اپنی جنگی کونسل کے سامنے نقشہ پیش کیا تو اس کے سپہ سالاروں نے بڑی مخالفت کی۔ اور کہا اس

درے میں جانا، موت کے منہ میں جانا ہے! اس پر تھوتمیس کو جوش آگیا، اس نے نیام سے تلوار نکال لی۔ اور قسم کھا کر کہا، میں اسی درے سے جاؤں گا۔ جسے مرنا ہو، وہ میرے پیچھے آئے جسے جان پیاری ہو واپس چلا جائے۔ بڑے راستہ سے حملہ کرے۔!

اس بہادرانہ اعلان نے فوج میں آگ لگا دی۔ اور وہ اپنے سورما بادشاہ کے ساتھ روانہ ہوگئی۔ دشمن کو خبر بھی نہ ہوئی اور پوری مصری فوج، درے سے گذر کر مجِدّو کے سامنے آگئی۔ دشمن نے یہ دیکھا تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ جلدی جلدی فوج جمع کی گئی۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ اس پر بھی شامی جان توڑ کر لڑے۔ لیکن ہار گئے۔ تھوتمیس کو بیشمار مالِ غنیمت ملا۔ اور دور دور کے سرداروں نے اطاعت قبول کر لی۔

تھوتمیس کو بڑی بھاری فتح ہوئی تھی۔ مگر اس نے کافی نہ سمجھی۔ اور یلغار کرتا ہوا لبنان کی ترائی تک پہنچ گیا۔ یہاں بھی ہر طرف کے سرداروں نے آکر وفاداری کی قسم کھائی۔

اب تھوتمیس نے یہ کیا کہ جو سردار لڑے تھے، یا جن سے آیندہ شرارت کا اندیشہ تھا، انہیں برطرف کر دیا۔ اور اپنی پسند کے نئے سردار مقرر کر دیئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ فرعون نے حکم دیا کہ تمام سردار اپنے لڑکوں کو تھیبس کے شاہی کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا کریں۔ فرعون چاہتا تھا کہ اس کی شہنشاہی میں جتنے بھی ماتحت حاکم ہوں سب کے سب مصر کے رنگ میں رنگ جائیں اور مصر کے طرفدار بن جائیں اور مصر کے ماتحت ہونے پر فخر کریں اور اپنی اپنی قوموں کو بھی ایسا ہی بنا دیں۔ یورپین شہنشاہی کا بھی یہی اصول ہے۔ کہ مفتوحوں کو اپنے رنگ میں رنگ دینے کی کوشش کیجاتی ہے۔ مگر آج سے ساڑھے تین ہزار برس پہلے مصری فرعون یہ اصول سمجھ چکے تھے۔

چھ مہینے بعد فاتح تھوتمیس اپنے پایۂ تخت تھیبس میں واپس آیا۔ اس کے ساتھ بڑی دولت بھی آئی۔ اور ہزاروں غلام بھی ساتھ آئے۔

اس عظیم الشان فتح کے بعد بھی شام میں بعض مخالف ریاستیں باقی رہ گئیں تھیں تھوتمیس نے انہیں مغلوب کرنے کی یہ صورت نکالی کہ ایک زبردست بیڑا بنایا۔ اور مصری فوجیں سمندر کے راستے سے لے جاکر شام میں اتار دیں۔ یہ حملہ پوری طرح کامیاب ہوا۔ اور سارے شام و فلسطین پر مصر کی حکومت قائم ہوگئی۔

تھوتمیس کی آخری مہم آٹھویں مہم تھی۔ اس طرح وہ طوفان کی طرح اٹھا۔ اور دیکھتے دیکھتے دریائے فرات کے اُس پار پہونچ گیا۔ تھوتمیس اول بھی دریائے فرات تک پہونچا تھا۔ مگر تھوتمیس

سوم نے اس سے بھی بڑا کام کیا یہ فرعون دریا کو بھی عبور کر گیا لیکن اس کارروائی میں تھوتھمیس سوم کی غرض بھی محض اپنی شہرت اور بڑائی تھی، ورنہ فرات کے اس پار جانے کا وہ ارادہ نہ رکھتا تھا یہ عجیب بات ہے کہ تھوتھمیس سوم نے اپنی پھیلی ہوئی سلطنت کا انتظام تقریباً اسی طرح کیا تھا جس طرح ہندوستان میں برطانیہ نے کیا ہے۔ مصری سلطنت میں بھی دیسی ریاستیں اور رجواڑے تھے۔ جن سے فرعون خراج وصول کرتا تھا۔ بہت سی ریاستوں میں مصری ریزیڈنٹ رہتے تھے اور ان کے فرائض وہی تھے، جو ہندوستانی ریاستوں میں انگریز ریزیڈنٹوں کے ہوتے ہیں شام کے اہم مقامات پر مصری فوجیں رہتی تھیں، اور بعض علاقے براہ راست فوجی گورنروں کے انتظام میں تھے۔

تھوتھمیس سوم نے مصر کی شہنشاہی دریائے فرات سے نوبیا کی آخر حدوں تک پھیلا دی تھی جس کی عظمت کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ اسیریا کے بادشاہ نے اس کے دربار میں سوغاتیں بھیجی تھیں اور اپنے احترام و محبت کا پیغام دیا تھا۔

تھوتھمیس نے کل چوّن برس حکومت کی۔ بیس برس تک وہ برائے نام فرعون تھا کیونکہ اس کی ملکہ، ہت شی پسُت، حکومت پر قابض تھی۔ فرعون کی اصلی حکومت ۳۳ برس رہی۔ یہ مدت بھی کم نہیں ہے۔ سنہ ۱۴۴۷ ق م میں اس کا انتقال ہو گیا۔

خونخوار فرعون

اب تھوتھمیس کا بیٹا امن ہوتپ دوم تخت نشین ہوا۔ بوڑھے فرعون کی موت کا حال سنتے ہی شام کے سرداروں نے بغاوت کر دی، مگر یہ فرعون اپنے باپ کا سپوت نکلا۔ باپ کی موت پر تیس دن بھی نہیں گزرے تھے کہ امن ہوتپ نے باغیوں کو کچل ڈالنے کے لئے دھاوا بول دیا۔ اور چند ہی ہفتوں میں انہیں ہرا کر تھیبس میں واپس آ گیا۔ مگر بہت جلالی شان کے ساتھ کہ اس کی شاہی کشتی کی دیواروں پر سات زندہ باغی سرداروں کے اُلٹے لٹکے ہوئے تھے! فرعون نے ان میں سے چھ کو آمن کے مندر میں دیوتا پر بھینٹ چڑھا دیا! واقعی بڑی بے رحمی کا کام تھا، مگر ملک گیری اور بے رحمی کا ہمیشہ ساتھ رہا ہے۔

امن ہوتپ بھی اپنے باپ کی طرح زبردست فرعون تھا اس کی پہلی ہی جنگی مہم اس طرح پر

ہوئی کہ تمام مخالف مقہور ہوئے اور پھر کبھی کسی کو سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔ یہ زمانہ مصر کا سنہری زمانہ تھا۔ ہر طرف امن و امان پھیلا ہوا تھا اور ملک بڑی تیزی سے ترقی کر رہا تھا۔

امنہوتپ مرا تو اس کا لڑکا تھوتمس چہارم فرعون بنا۔ نئے بادشاہ کو اپنے پورے زمانے میں صرف ایک دفعہ فوج کشی کرنی پڑی، کیونکہ پچھلے فرعون، مصر کو بہت طاقتور بنا گئے تھے، اور دنیا بھر میں [illegible] طاقت بھی ایسی نہ تھی جو مصر پر چڑھائی کرنے کا خواب بھی دیکھ سکتی۔

تھوتمس چہارم کے زمانہ میں ایک ایسا واقعہ بھی پیش آیا، جیسا نہ پہلے کبھی مصر میں ہوا تھا اور نہ [illegible] ملک میں یہ واقعہ سیاسی شادی کا تھا۔ فرعون نے صرف سیاسی مصلحتوں سے [illegible] لڑکی سے شادی کا پیام دیا۔ اور شادی ہو بھی گئی۔ دنیا میں یہ پہلی سیاسی شادی [illegible]

[illegible] کے بعد اس کا بیٹا، امنہوتپ سوم بادشاہ ہوا۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ [illegible] کی ماں کون تھی؟ یا شاہ میتانی کی لڑکی یا کوئی اور عورت؟ ہر حال یہ شخص ۱۴۱۱ ق م میں مصر [illegible] اور بڑے اطمینان سے حکومت کرتا رہا۔

امنہوتپ [illegible] کے زمانے میں مصر کا [illegible] اس قدر مالا مال تھا کہ کبھی پہلے نہ ہوا تھا [illegible] فرعون، تمام جنگی اور انتظامی فکروں سے آزاد تھا۔ اسی لئے اسے [illegible] اور آرٹ کو ترقی دے۔ اس کے اور اس کے بیٹے کے زمانے کی بہت سی [illegible] اور ان کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ یہ دستاویزیں تل العمران میں دستیاب [illegible] مشہور ہیں۔

[illegible] زمانہ میں بھی سیاسی شادیاں ہوئیں۔ فرعون نے شاہ میتانی کی ایک اور [illegible] شاہ بابل کے بادشاہ کی لڑکی سے بھی نکاح کیا اور اپنی لڑکی بھی شاہ [illegible] میتانی بابل اور مصر کے بادشاہ آپس کی خط و کتابت میں ایک دوسرے [illegible] مگر یہ واقعہ ہے کہ مصری بھائی، بہت بڑا اور خطرناک تھا!

[illegible] اس کی یادگاروں سے ظاہر ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ فرعون [illegible] نہیں دنیا مسعود نہ تھا، جتنے مسعود اس کے بزرگ تھے۔ [illegible] مصر کو اس کے بیٹے کے زمانے میں ناحق سزا بھگتنی پڑی۔

انقلابی فرعون

امنہوتپ کا بیٹا ۱۳۷۵ ق م میں تخت نشین ہوا اور ۱۳۵۸ ق م تک حکومت کرتا رہا۔ اس کا نام امنہوتپ چہارم تھا۔ مگر اس نے اپنا نام بدل کر اخناتون قرار دیا اسی نام سے وہ آج بھی مشہور ہے۔

اخناتون نے ایک بڑا مذہبی انقلاب مصر میں برپا کیا تھا جس کا حال آگے ایک باب میں بیان کیا جائیگا۔ اسی لئے سلطنت سنبھال نہ سکا نتیجہ یہ نکلا کہ شام و فلسطین پر بیرونی حملہ آور ٹوٹ پڑے اور خود مصر میں بڑی ابتری پھیل گئی۔

اخناتون موت کے وقت بیس برس سے زیادہ عمر کا نہ تھا۔ اس کے بعد اس کے دو داماد باری باری تخت پر بیٹھے۔

دوسرے داماد کا نام، تُوتَانخ، اتُون تھا۔ مگر فرعون بنتے ہی اس نے اپنا نام بدل لیا۔ اور توتانخ امن رکھا۔ یعنی اس نے اپنے خُسر کے مذہبی انقلاب کا خاتمہ کر دیا اور پرانا مصری مذہب دوبارہ قائم کر دیا۔ اخناتون نے ایسے دیوتا اتون کی پرستش ضروری ٹھہرائی تھی۔
توتانخ امن نے مصر کے قدیم دیوتا آمن کی پرستش بحال کر دی، ساتھ ہی آمن کے مندر کے پنڈتوں کے وہ تمام اختیارات و امتیازات بھی انہیں واپس دیدیے جو اس کا خُسر ضبط کر چکا تھا۔
توتانخ امن نے یہ بھی کوشش کی کہ مصر کی پرانی شہنشاہی پھر زندہ ہو جائے۔ مگر حالت اس قدر بگڑ چکی تھی کہ فرعون کچھ نہ کر سکا۔

توتانخ امن کے بعد ایک اور فرعون ہوا۔ اس کا نام آئی تھا مگر یہ بھی ۱۳۵۰ ق م میں مرا تو اٹھارواں شاہی خاندان بھی ختم ہو گیا۔ وہ خاندان جس نے مصر کو دنیا کا سب سے زیادہ بڑا سب سے زیادہ مہذب، سب سے زیادہ جنگی، سب سے زیادہ فاتح، سب سے زیادہ خوشحال ملک بنایا تھا۔ مصر کی پرانی تاریخ میں یہ اٹھارواں خاندان ہمیشہ یادگار رہے گا اور اس کے کارناموں کا آخر دنیا تک چرچا باقی رہے گا۔ فرعون آئی کے مرنے پر تخت کا کوئی دعویدار موجود نہ تھا۔ اس لئے ہورمحب، فرعون بن گیا۔ یہ شخص شاہی خاندان سے نہیں تھا محض ایک

عہدہ دار تھا۔ اس نے اخناتون کا نیا مذہب بھی قبول نہیں کیا تھا، اور پرانے مذہب ہی کا پابند تھا۔ اس پر اخناتون اور اُس کے بعد کے دونوں فرعون اس عہدہ دار کو مانتے اور چاہتے رہے کیونکہ اس کی قابلیت اور سوجھ بوجھ کا کوئی اور آدمی مصر میں موجود نہ تھا۔ پھر فوج بھی اس شخص کی طرفدار تھی۔ اور مذہبی پیشوا بھی ان حالات میں اس کا بادشاہ بنجانا، تعجب کی بات نہیں ہے۔

ہوریم ہب نے تخت پر قدم رکھتے ہی بڑی محنت سے مصر کی سیاسی و انتظامی حالت درست کرنی شروع کر دی۔ فساد عام ہو چکا تھا۔ حکومت کی چولیں ڈھیلی ہو چکی تھیں۔ ہوریم ہب نے سب کچھ ٹھیک کر دیا حقیقت یہ ہے کہ اس شخص نے مصر کو یقینی تباہی سے بچا لیا۔

سنہ ۱۳۱۵ ق م میں ہوریم ہب چل بسا۔ اور اس کی وصیت کے مطابق رامسیس اول فرعون بنایا گیا جو مصر کے شاہی خاندان سے تھا۔ مگر اس کی قسمت میں لمبی بادشاہی نہ تھی۔ ایک دو سال حکومت کر کے مر گیا لیکن عقلمند تھا۔ ڈرا کہیں تخت، خاندان کے ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ اس لئے اپنے جیتے جی ہی اپنے بیٹے سیتی کو بادشاہی میں شریک بنا لیا تھا۔ اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۳۱۳ ق م میں سیتی اول کسی گڑبڑ کے بغیر فرعون مان لیا گیا۔

سیتی نے اپنے آپ کو لائق فرعون ثابت کیا۔ ولی عہدی کے زمانے ہی میں وہ ایک جنگی مہم لے کر نوبیا گیا تھا۔ اور کامیاب واپس آیا تھا۔ فرعون بنتے پر اس نے فلسطین کا رخ کیا، اور میدان پر میدان مارتا ہوا لبنان کے پہاڑ کی ترائی میں پہونچ گیا۔ ایک دفعہ پھر مصر کی قسمت جاگ اٹھی، اس کا رعب ہر طرف پھیل گیا۔ بہت سے بادشاہوں نے اطاعت قبول کر لی۔ پڑوس کی بعض طاقتور حکومتوں سے دوستانہ معاہدے ہو گئے۔

ایک اور بڑا فرعون

سیتی نے بیس برس سلطنت کی اور صرف دو دفعہ ایشیا پر چڑھائی کی۔ اس کی توجہ زیادہ تر ملک کو ترقی دینے میں صرف ہوئی۔ ۱۲۹۲ ق م میں مرنے سے پہلے اپنے بڑے بیٹے کو ولی عہد بنا دیا تھا مگر منجھلے بیٹے نے تخت پر قبضہ کر لیا۔ یہ فرعون، رامسیس دوم کے نام سے مشہور ہے۔

اس رامسیس کا مزاج عجیب وغریب تھا۔ بلند حوصلہ تھا۔ بڑے بڑے کام کرنے چاہتا

تھا اپنی بڑائی پر مرتا تھا۔ کسی اور کی بڑائی دیکھ نہ سکتا تھا۔ پادشاہ بنتے ہی اس نے اپنے بڑے بھائی کے تمام اسٹیچو تڑوا ڈالے، یا انہیں اپنی صورت کا بنوا دیا۔ اب تک بعض ایسی یادگاریں موجود ہیں، جن سے اس واقعہ کا ثبوت ملتا ہے۔

اس طبیعت کا آدمی نچلا نہیں بیٹھ سکتا۔ فرعون ہوتے ہی رامسیس نے فیصلہ کر لیا کہ مصر کی پرانی سلطنت پھر سے زندہ کر کے رہیگا۔ اور لڑائیوں پر لڑائیاں شروع کر دیں۔

اس وقت مصر کا سب سے بڑا حریف، حیتیوں کا پادشاہ تھا۔ رامسیس نے اس سے بہت لمبی اور خوفناک لڑائی لڑی۔ مگر اسے زیر نہ کر سکا۔ گو رامسیس کا دعویٰ یہی رہا کہ دشمن کو ہرا چکا ہے۔ حیتیوں کے پادشاہ کے نہ ہارنے کا سب سے بڑا ثبوت، خود وہ معاہدہ ہے جو اس بادشاہ اور رامسیس میں جنگ ختم ہونے پر ہوا تھا۔ مصر کے فرعون پہلے بھی ایک دو معاہدے کر چکے تھے مگر یہ معاہدہ صحیح معنیٰ میں پہلا معاہدہ ہے۔ جو دنیا کی دو حکومتوں میں آج سے سوا تین ہزار برس پہلے ہوا تھا۔ یہ معاہدہ اب تک محفوظ ہے۔ اور بہت بڑی تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ ذیل میں اس کا لفظی ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

"میں ختا سار، حیتیوں کا پادشاہ آج مصر کے شاہِ اکبر، رامسیس کے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں میل ملاپ ہمیشہ ہمیش جاری رہیگا، اور یہ کہ مجھ سے معاہدہ کرنے والا بادشاہ بھی ہمیشہ ہمیش کے لئے آپس میں امن اور میل ملاپ باقی رکھنے میں میرا ساتھ دیگا۔ جیسا کہ میرے بھائی مُوتُور، حیتیوں کے بڑے پادشاہ کے زمانے میں تھا، جس کی موت کے بعد میں پادشاہ ہوا ہوں اور اپنے باپ کے تخت پر بیٹھا ہوں۔

"ہمارے اس معاہدے کی رُو سے مصر کا مُلک اور حیتیوں کا مُلک، یہ دونوں ملک ہمیشہ ہمیش کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ امن واتحاد سے رہیں گے۔

"اس لئے حیتیوں کا پادشاہ، مصر پر کبھی کوئی حملہ نہیں کریگا، اور مصر کا بڑا پادشاہ رامسیس حیتیوں کے ملک پر کبھی کوئی حملہ نہیں کریگا۔ اور میں اُس منصفانہ سمجھوتے کی پیروی کروں گا۔ جو حیتیوں کے سب سے بڑے سردار، سَابَلَل کے زمانے میں ہوا تھا، اور اُس عادلانہ سمجھوتے کی پیروی کرونگا جو میرے باپ، مُورَاسَار کے زمانے میں ہوا تھا، اور یہ کہ مصر کا شاہِ اکبر رامسیس بھی اسی طرح پیروی کرے گا۔

"ہم دونوں اقرار کرتے ہیں کہ اس معاہدے کی پابندی کرینگے۔ اور اس وقت سے عدل و انصاف کے کاموں پر چلیں گے اور جب رامسیس کے ملک پر دشمن حملہ کریں گے تو رامسیس پر لازم ہوگا کہ حیتیون کے بادشاہ کو خبر بھیجے تاکہ حیتیون کا بادشاہ پہنچ جائے اور مصر کے بادشاہ کی فوج میں شامل ہوجائے حیتیون کے بادشاہ پر لازم ہے کہ مصر کے شاہ اکبر کا ساتھ دے پر دوڑ پڑے، اور اگر حیتیون کا بادشاہ خود جانا نہ چاہے، تو اپنی پیدل فوج اور رتھ سوار فوج بھیجدے۔ تاکہ شاہ مصر کے دشمنوں سے لڑے۔

اور جب رامسیس اپنی رعایا کے کچھ لوگوں پر غصہ ہو تو حیتیون کے بادشاہ پر اُس کی مدد کرنی لازم ہوگی۔

"اور اگر کسی دشمن نے حیتیون کے ملک پر حملہ کیا تو بادشاہ پر لازم ہوگا کہ شاہ مصر کو خبر بھیجدے کہ وہ اپنی فوج لاکر حیتیون کے بادشاہ کے دشمنوں سے لڑے اگر رامسیس خود آنے کا ارادہ کرے تو ختاسار کے دشمنوں سے لڑے گا اور اگر خود نہ آے تو اس پر لازم ہوگا کہ اپنی پیدل اور رتھ سوار فوجیں بھیجے، جو اس کے اتحادی بادشاہ کے دشمنوں سے لڑینگی۔

اور اگر حیتیون کے بادشاہ کے چاکروں میں سے کوئی گروہ اس سے شرارت کرے، تو رامسیس پر لازم ہوگا کہ ان مفسدوں کی سرکوبی میں حیتیون کے بادشاہ کی مدد کرے۔

اور جب ملک مصر کے بادشاہ کے کچھ باشندے ہجرت کریں، تو حیتیون کے بادشاہ پر لازم ہوگا کہ انہیں اپنے ملک میں بسنے نہ دے۔ بلکہ مصر کے شاہ اکبر رامسیس کے پاس انہیں واپس کردے۔ اور جب ختاسار کی رعیت سے بعض استاد کاریگر، ملک مصر میں کسی کام سے چلے بھی جائیں تو رامسیس پر لازم ہوگا کہ انہیں مصر میں بسنے نہ دے بلکہ انہیں ان کے اصلی ملک میں واپس بھیجدے

"یہ بات چیت، جو چاندی کی تختی پر لکھی گئی ہے جنگ و جہاد کے ایک ہزار دیوتاؤں اور دیویوں کی بات چیت ہے، جس میں مصر کے دیوتا اور دیویاں بھی شامل ہیں۔ بے شک اس بات جیت کی پابندی ہم سب پر لازم اور واجب ہے۔

"اس بات چیت کے گواہ ہیں، ست، جو تونب کا دیوتا ہے، اور ست جو خینیا کا دیوتا، اور ست جو شہر ارنا کا دیوتا ہے۔ اور ست جو شہر توسورونتا کا دیوتا ہے۔ اور ست جو شہر حلب کا دیوتا ہے، اور ست جو شہر (پڑھا نہیں جاتا) اور ست جو شہر سربنا کا دیوتا ہے اور (گواہ ہیں) اِستر، تا جو ملک خیتا کا اور جزیرہ

ناحرار کا اور رکدس کا دیوتا ہے، اور شہر رافس، اور شہر بساپی، اور ملک حتیا کی ندیوں کا دیوتا ہے، اور رکوان ہیں، ملک کا ر، واتانا کی دیویاں اور امن، اور رتا اور رسنت، اور سب جنگی دیوتا اور دیویاں، اور سمندر اعظم، اور ہوا، اور بادلوں کے تمام دیوتا اور دیویاں گواہ ہیں۔

یہ بات چیت جو چاندی کی تختی پر لکھی گئی ہے ملک حیتا اور ملک مصر کے بارے میں ہے۔ جو کوئی اس کے مضمون کی پابندی نہ کرے۔ تو ملک خیتا کے ایک ہزار دیوتا اور ملک مصر کے ایک ہزار دیوتا اس کے گھر، جائداد اور نوکر چاکر پر ٹوٹ پڑیں، اور جو کوئی تختی کی بات چیت کے مضمون کی پابندی کرے، چاہے وہ ختا کا ملک ہو یا مصر کا ملک، تو اس سے ملک خیتا کے ایک ہزار دیوتا اور ملک مصر کے ایک ہزار دیوتا چاہت کریں۔ اور اس کا گھر، جائداد، اور نوکر چاکر سب سلامت رہیں۔

(۸) اگر مصر سے ایک آدمی یا دو آدمی یا بیس آدمی بھاگ جائیں اور شاہ ختاسار کے پاس آئیں تو شاہ پر لازم ہے کہ انہیں قبول نہ کرے۔ بلکہ انہیں رامسیس کے پاس بھیجدے کا حکم صادر کردے۔ اور جو کوئی بھی رامسیس کے پاس بھیجا جائیگا، اُسے اس کے جرم پر سزا دی جائیگی۔ اور نہ اس کے گھر کو، اور نہ اُس کی عورت کو، اور نہ اُس کی اولاد کو اُجاڑا جائیگا۔ اور نہ اس کی ماں کی جان لی جائیگی۔ اور نہ اس کی دونوں آنکھوں پر مار پڑیگی۔ اور نہ اس کے منہ پر مار پڑیگی۔ اور نہ اس کے دونوں پیروں پر مار پڑیگی۔ اور نہ اس پر کوئی تہمت لگائی جائیگی۔

(۹) اور اگر خیتا کے ملک سے ایک آدمی یا دو آدمی یا تیس آدمی بھاگ جائیں گے اور رامسیس، مصر کے بادشاہ کے پاس پہونچیں گے تو اس بادشاہ پر لازم ہے کہ انہیں شاہ حیتا کے پاس واپس بھیجنے کا حکم دیدے۔ اور جس کو یہ بادشاہ حیتا کے بادشاہ کے پاس بھیجیگا۔ اُسے اُس کے جرم کی سزا دیجائیگی۔ اور نہ اس کے گھر کو، اور نہ اس کی عورت کو اور نہ اس کی اولاد کو اجاڑا جائیگا اور نہ اس کی ماں کی جان لی جائیگی۔ اور نہ اُس کی دونوں آنکھوں پر مار پڑیگی۔ اور نہ اس کے دونوں پیروں پر مار پڑیگی۔ اور نہ اس پر کوئی تہمت لگائی جائیگی۔"

مصریات کے سب سے بڑے ماہر، مرحوم احمد کمال پادشاہ کے عربی ترجمے سے یہ اُردو ترجمہ تیار کیا گیا ہے۔ اور اصل کے ٹھیک مطابق ہے۔

چاندی کی جس تختی پر یہ معاہدہ لکھا ہوا ہے اس کے بیچ میں دیوتاست کی تصویر ہے اور اس صورت سے ہے کہ دیوتا شاہ ختاسار سے معانقہ کر رہا ہے۔ اس تصویر کے گرد یہ عبارت لکھی ہے!

"اے خدا! آسمان اور زمین کے مالک حیتیوں کے شاہ اکبر، ختاسار کے اس معاہدے کو دوام بخش دے۔"

واقعی یہ معاہدہ دائمی ثابت ہوا۔ کیونکہ دونوں ملکوں میں پھر کبھی لڑائی نہیں ہوئی!
رامسس نے شاہ ختاسار کی بڑی لڑکی سے شادی بھی کر لی تھی۔ اس واقعہ کا ذکر فرعون نے اپنے ایک کتبہ میں بڑے ہی فخر سے کیا ہے۔ اور اپنی بڑائی جتانے کے لئے لکھا ہے۔ کہ خود شاہ ختاسار اپنی لڑکی لے کر مصر آیا۔ اور "آفتابِ مصر" کے حضور میں اسے پیش کیا۔ رامسیس نے اپنی اس بیوی کا بڑا اعزاز کیا۔ اور اس کا نام "آفتاب کا حسن دیکھنے والی" رکھا۔ آفتاب سے اس کی مراد خود اپنی ذات ہے!

اس میں شک نہیں کہ رامسیس دوم زبردست فرعون تھا اور اس نے مصر کا نام بہت اونچا کر دیا تھا لیکن اس کے کارنامے اتنے نہیں ہیں جتنے اس نے اپنے کتبوں میں لکھے ہیں۔
رامسیس دوم نے تقریباً نوے برس کی عمر پائی۔ اس کی اولاد بھی بہت زیادہ تھی جنگی ہوس کا جوش ختم ہو جانے پر اس کی زندگی، مہمل لیت اور بے کاری میں گذری۔ شاید اس نے خیال کیا کہ بہت سے چھوٹے بڑے کارناموں کا مالک بن چکا ہوں، اس لئے اب عیش و آرام کے مزے لوٹنے چاہئیں

فرعون موسےٰ

رامسیس دوم کے بعد اس کا بڑا بیٹا، منفتاح، فرعون ہوا۔ یہ خود بوڑھا ہو چکا تھا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ستر برس سے کم نہ تھی، مگر یہ مدت سے عملاً حکومت کر رہا تھا، کیونکہ جب سے بڑھاپے نے اس کے باپ رامسیس کو بے کار کر دیا تھا۔ تو یہی اس کا نائب السلطنت تھا۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ رامسیس کی حکومت نے اپنے آخری زمانے میں جو کچھ کیا اس کا اصلی ذمہ دار، یہی منفتاح تھا۔
موزخوں میں اختلاف ہے، مگر اکثر موزخوں کی مدلل رائے یہ ہے کہ منفتاح ہی فرعونِ موسیٰ تھا۔ مگر یہ بحث ایک الگ باب میں لکھی جائیگی جس میں حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل اور فرعون کے جھگڑوں کی تفصیل ہوگی۔ یہاں تو مختصر حالات لکھے جاتے ہیں۔
مصر کے لئے یہ زمانہ خطرناک تھا۔ لیبیا میں ایک نئی طاقتور اور لڑاکا قوم پیدا ہوئی تھی۔ یہ افریقہ کی کوئی قوم نہ تھی۔ بلکہ یورپین نسل سے تھی، کیونکہ اس کے بال سفید تھے۔ رنگ گورا تھا۔ آنکھیں

نیلی تھیں۔ شاید بحر متوسط کے جزیروں سے یہ لوگ ہجرت کرکے لیبیا میں جمع ہو گئے تھے
اِس وقت مصر میں ایک زبردست فرعون کی ضرورت تھی۔ لیکن بوڑھے فرعون کے مرنے
پر بوڑھا فرعون تخت پر بیٹھا تھا۔ شاید اسی واقعہ نے لیبیا والی قوم کو ہمت دلائی کہ مصر پر چڑھ
آئے۔ اور وہ چڑھ کر آئی۔

حملہ کرنے والی قوم کے بادشاہ کا نام ماڑیو تھا۔ یہ اپنی فوج لے کر مصر پر آندھی کی طرح ٹوٹا
اور سیلاب کی طرح بے روک ٹوک بڑھتا ہوا ملک کے اندر تک چلا آیا یہ واقعہ منفتاح کی تخت نشینی
کے چوتھے یا پانچویں سال کا ہے۔

خوفناک دشمن کی یلغار کا حال سن کر بوڑھا فرعون بہت پریشان ہوا۔ پچاس برس سے
مصری فوج نے کوئی لڑائی نہیں لڑی تھی۔ اور جنگی جوش سے خالی ہو چکی تھی۔ لمبے امن کا یہ نتیجہ
نکلا تھا کہ وہی مصری جو پہلے جنگی میدانوں کے گیت جھوم جھوم کر گایا کرتے تھے، اب فوجی زندگی کو
ذلیل زندگی سمجھنے لگے تھے۔ مگر فرعون کو دشمن سے مقابلہ کرنا ہی تھا۔ مصری دستاویزوں میں لکھا ہے
کہ جب دشمن فوجیں بہت آگے بڑھ آئیں تو فرعون نہایت برہم ہوا۔ اس نے اپنے فوجی افسروں
کو جمع کیا۔ اور اُن کے سامنے تقریر کی۔ تقریر کا ترجمہ نیچے دیا جاتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو جائیگا
کہ فرعون کسقدر مغرور تھا۔ اور اپنے آپ کو انسانوں سے بہت اونچا جانتا تھا۔

فرعون کی تقریر

"میں ابھی تمہیں تمہارے مالک کا فرمان سنانے والا ہوں! اور میں تمہیں یہ سبق دیتا ہوں
کہ میں ہی وہ شاہانہ ذات ہوں جس سے تمہیں رزق پہنچتا ہے۔ میں اپنے سب دن اسی بات کی تلاش
میں گزارتا ہوں، جس سے تمہاری بھلائی ہو۔ میں تمہارا باپ ہوں۔ بتاؤ تم میں کوئی ایسا باپ ہے
جو میری طرح اپنے بچوں کو زندہ رکھتا ہو؟ تم بطخوں اور ہنسوں کی طرح تھرتھرا رہے ہو۔ تم نہیں جانتے
کون سا کام کرنا اچھا ہے۔ تم میں سے کوئی بھی دشمن کو جواب نہیں دے رہا ہے۔ اور ہمارا ملک اس قدر
بے طاقت ہو گیا ہے کہ تمام قوموں کو اس پر حملہ کرنے کی جرأت ہو گئی ہے وحشی لوگ سرحد کو پامال کر رہے ہیں دماغی لوگ
روز ہمارے ملک کی حرمت توڑ رہے ہیں۔ ہر ایک اس پر ڈاکہ ڈال رہا ہے دشمن ہماری بندرگاہوں
کو تباہ کر رہے ہیں۔ مصر کے میدانوں میں وہ گھس آئے ہیں۔ اگر کسی نہر، ندی کا کنارہ ملجاتا ہے

تو وہاں رک جاتے ہیں۔ دنوں بلکہ مہینوں ٹھہرے رہتے ہیں اور ہمارے ملک پر ایسی بڑی تعداد میں ٹوٹ پڑتے ہیں، جیسے سانپ اور کیڑے مکوڑے، اور کسی میں یہ طاقت نہیں کہ انہیں مار کر بھگا دے۔ یہ بدذات اور بدقسمت، جو موت سے چاہت رکھتے ہیں، اور زندگی سے بسر کرتے ہیں، ان کے دلوں میں یہ خیال میٹھا ہوا ہے کہ ہمیں مٹا کے مزے اڑائینگے۔ دیکھو وہ اپنے سردار کے ساتھ آگئے ہیں۔ اور اس ملک کی زمین پر سانس لے رہے ہیں۔ جس بڑا پیا پیٹ بھرنے کے لئے حملہ کرچکے ہیں وہ مصر میں اسی لئے گھسے ہیں کہ اپنی روزی پائیں۔ اور ان کا منصوبہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے یہاں جم جائیں۔ مگر میرا فیصلہ یہ ہے کہ انہیں اُن کے پیٹوں پر ہونے کی حالت میں اسی طرح دبوچ لوں جس طرح مچھلی دبوچ لی جاتی ہے۔ اُن کا سردار محض ایک کتا ہے۔ ایک ذلیل شیطان۔ ایک دیوانہ یاد رکھو وہ پھر کبھی اپنی جگہ پر بیٹھ نہ سکیگا!"

اس جوشیلی تقریر کے بعد فرعون نے اعلان کیا کہ دشمن کے مقابلے میں اپنی فوجوں کی کماں خود کریگا، اور حملے کی تاریخ بھی مقرر کردی!

فرعون کی تقریر سے فوجی افسروں میں تو گرمی پیدا ہوگئی، مگر سوال یہ تھا کہ ستر برس کا بڈھا پھوس بادشاہ، سپہ سالاری کر بھی سکتا ہے؟ معاملہ بڑا نازک تھا۔ فرعون اپنی فوجوں کی کمان کرے تو لڑائی کی ہولناکیاں جھیلنے کی اپنے دل میں طاقت کہاں سے لائے؟ اور کمان نہ کرے تو فوج میں سر فروشی کی ہمّت کیسے پیدا ہو؟ لیکن یہ مشکل ایک "خواب" نے دور کردی!

مصری دستاویزوں میں لکھا ہے کہ فرعون رات کو سو رہا تھا کہ دیوتا فتاح اُس کے آگے ظاہر ہوا اور بڑے جلال سے فرمانے لگا۔

"ٹھہر جا اے شخص! کم ہمتی اور ڈر اپنے دل سے دور کردے۔"

فرعون نے دیوتا سے عرض کی:۔

"تو پھر میں کیا کروں؟"

دیوتا نے فوراً جواب دیا:۔

"دشمن کے سامنے اپنی پیدل فوج بھیجدے۔ اور اس پیدل فوج کے آگے آگے بہت سی رتھ سوار فوج آگے بڑھادے۔"

فرعون نے دیوتا کے "حکم" کے سامنے سر جھکا دیا! اتفاق کی بات یہ ہوئی کہ مار نے اپنے

حملے کی جو تاریخ مقرر کی تھی، کسی وجہ سے اُس تاریخ پر حملہ نہ کر سکا، اور مصری فوج نے، جو فرعون کے خواب پر ایمان لا چکی تھی۔ اچانک جان توڑ کر دھاوا بول دیا۔ دشمن کے خیال میں بھی نہ تھا کہ مصری حملہ کریں گے۔ حملہ دیکھ کر لیبیا کی قوم کا بادشاہ اسباب کچھ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اس کا بچنا مشکل تھا اگر رات نہ ہو گئی ہوتی۔ وہ اندھیرے گھپ میں میدان ہی نکل کھڑا ہوا۔ مصریوں نے بھگوڑے بادشاہ کی کل چھاؤنی لوٹ لی۔ چھ ہزار تین سو انسٹھ دشمن سپاہی مارے گئے۔ اور چھ بڑے جنرل بھی کھیت رہے۔ ہزاروں قیدی بھی ہاتھ آئے، جنہیں فرعون نے اپنے اُن سپاہیوں میں بانٹ دیا جنھوں نے لڑائی میں اپنی بہادری کا ثبوت دیا تھا۔

یہ بڑی فتح تھی، حالانکہ اتفاقیہ حاصل ہوئی تھی۔ فرعون منفتاح بڑے ہی کر و فر سے اپنی راج دھانی، تھیبس میں ممفس سے واپس آیا اور دربار کے شاعر نے اس موقعہ پر ایک قصیدہ پڑھا۔ جس کے بعض حصوں کا ترجمہ نیچے دیا جاتا ہے:۔

"منفتاح بڑا ہی زبردست ہے"

"اُس کے منصوبے بہت ہی دانشمندانہ ہیں"

"اُس کے بول دیسا ہی فائدہ دیتے ہیں جیسے توت (دیوتا) کے"

"وہ جو کچھ کرتا ہے، ہر طرح مکمل ہو جاتا ہے"

"جب اپنی فوجوں کی کمان کرتا ہے، تو اس کی آواز قلعہ کی دیواروں کے پار ہو جاتی ہے"

"بہت مہربان ہے اُس پر جو اُس کے سامنے کمر جھکا دیتا ہے"

"اُس کے بہادر سپاہیوں نے انہی لوگوں کو جیتا چھوڑا، جو اُس کی بہادری اور کس بل کے آگے ذلیل بن گئے تھے"

"فرعون! تھیبس میں تیری فاتحانہ واپسی مبارک ہے!"

"تیری رتھ، ہاتھوں سے کھینچی گئی"

"بیٹے ہوئے دشمن تیرے سامنے ذلت سے کوچ کرتے ہیں۔ جبکہ تو انہیں لے جاتا ہے اپنے باپ کے حضور"

"آمن کے حضور، جو شوہر ہے منفتاح کی ماں کا"

منفتاح نے دشمن کو شکست تو دیدی، مگر یہ شکست فیصلہ کن نہ تھی۔ کیونکہ لیبیا میں دشمن کا

پیچھا نہیں کیا گیا اس لئے پھر اسکو تیار ہونے کا موقع مل گیا۔ لیکن ماننا پڑتا ہے کہ منفتاح کی یہ فتح بہت بڑی فتح تھی۔ اور اس فتح سے اُس کا غرور اور گھمنڈ پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا تھا۔

فرعون کا ڈوبنا

۱۲۱۵ء قبل مسیح منفتاح حضرت موسٰیؑ کے مقابلے میں ڈوب کر مر گیا۔ اور حضرت موسٰیؑ کی قوم مصر سے ملک شام میں چلی گئی تو ملک میں خانہ جنگی شروع ہوگئی اور تخت کے بہت سے دعویدار کھڑے ہوگئے آخر ۱۱۹۸ء ق م میں رام سیس سوم کے نام سے ایک زبردست فرعون تخت نشین ہوا۔ گویا فرعون موسیٰ کی غرقابی کے بعد سترہ برس تک ملک میں خانہ جنگی برپا رہی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب یونان بھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہو چکا تھا۔ اور بحر ایجیئن اور ایشیائے کوچک پر اپنا اقتدار جما رہا تھا۔ رامسیس سوم کے زمانے میں مصر پر ایک بہت بڑی آفت ٹوٹی۔ کئی طرف سے حملہ آور چڑھ آئے۔ اور ملک کی خود مختاری خطرے میں پڑ گئی، مگر فرعون بھی آسانی سے دب جانے والا نہ تھا۔ اُس نے مضبوط ارادے سے اور زبردست تیاریوں سے دشمنوں کا مقابلہ کیا ۱۱۹۱ء ق م میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ فرعون نے خشکی اور تری دونوں طرف سے حملے کئے اور دشمنوں کو شکست دیدی مگر یہ شکست فیصلہ کن نہ تھی۔ دشمن موقعہ پاکر پھر آسکتے تھے۔ اس لئے دوربین فرعون فلسطین کے ساحل تک یلغار کرتا ہوا گیا۔ اور اپنے دشمنوں کو بالکل ختم کر دیا رامسیس سوم کے ان بحری معرکوں کی تصویریں آج تک موجود ہیں۔ اور جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں سمندری لڑائیاں کس طرح لڑی جاتی تھیں۔ یہ تصویریں تاریخی، تمدنی اور جنگی لحاظ سے بہت اہم ہیں۔

رامسیس سوم کے زمانے میں مصر کو امن و خوشحالی کی نعمت ایکدفعہ پھر مل گئی۔ فرعون نے ظلم کا نام و نشان مٹا ڈالا۔ ہر زیادتی کرنے والے کو چاہے وہ شاہزادہ ہو یا بڑے سے بڑا سرکاری عہدہ دار، فوراً سزا دی جاتی تھی۔ فرعون نے اپنا یہ کارنامہ بڑے ہی فخر سے خود اپنے قلم سے لکھا اور اپنی یادگار پر کندہ کرا دیا ہے۔

فرعون لکھتا ہے کہ اس نے ہر جگہ سایہ دار درخت لگا دیئے ہیں۔ اور کھلی ہوا میں کُنج بھی بنوا دیئے ہیں تاکہ مسافر اور دستکار سب لوگ چھاؤں میں بیٹھیں۔ اور آرام کریں۔ عورتوں کو پوری آزادی مل گئی ہے کہ جہاں چاہیں آئیں جائیں کسی کی مجال نہیں کہ انہیں چھیڑے۔ اُن کی توہین کرے،

انہیں بری نگاہ سے دیکھے۔ مصری فوج کے پردیسی سپاہی، چھاؤنیوں میں رکھے جاتے ہیں۔ ان پر اتنی کڑی نگرانی ہے کہ باہر نکل ہی نہیں سکتے۔ شہری باشندوں کو ان کی زیادتیوں سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا مل گیا ہے۔

آگے چل کر فرعون لکھتا ہے "میں نے ہر بدقسمت آدمی کی بدقسمتی دور کردی ہے! میں نے ہر کمزور کو زبردست کے ظلم سے نجات دیدی ہے! اور میں نے ہر شخص کے لئے خود اس کے گھر میں آرام و اطمینان کا پورا پورا سامان کردیا ہے!"

فرعون کیخلاف سازش

رامسیس سوم نے اپنے ملک کو سکھ دیا۔ مگر خود سکھی نہ تھا۔ بڑھاپے میں اُس کے خلاف سازش کی گئی، اور سازش کرنے والے خود اس کے اپنے چہیتے تھے یعنی اُس کا بیٹا اور ایک بیوی۔ سازش کرنے والی بیوی، شاہی نسل سے نہ تھی، اس لئے اس کا لڑکا فرعون نہیں بن سکتا تھا۔ لہٰذا اُس نے اپنے سوتیلے لڑکوں کو جو تخت کے جائز وارث تھے، محروم کردینے کے لئے اپنے شوہر کے خلاف ایک سازش کھڑی کی۔ جس میں اس کے لڑکے کے علاوہ بہت سے شہری عہدہ دار فوجی افسر، اور مذہبی پیشوا شریک ہوگئے۔

تجویز یہ تھی کہ فرعون کو جادو کے زور سے یا کسی اور طرح مار ڈالا جائے۔ اِس غرض کے لئے ایک بڑے جادوگر کو بھی سازش میں شریک کرلیا گیا۔ جادوگر نے کہا کہ فرعون پر منتر چلائیگا۔ اور فرعون بہت بری موت مرجائیگا۔ مگر اُسے بعض کتابوں کی ضرورت تھی۔ جلد ہی پتہ لگالیا گیا کہ یہ کتابیں شاہی کتب خانہ میں موجود ہیں۔ جادوگر رات کے اندھیرے میں چھپکر فرعونی محل میں گھس گیا۔ اور کتابوں کی مدد سے اُس نے کچھ موم کے پتلے بنائے۔ کچھ پتلوں کے بارے میں اس کا دعویٰ تھا کہ ان کے اثر سے فرعون کی بیویاں اپنے شوہر کی دشمن بن جائیں گی۔ باقی پتلوں کی نسبت اُس نے کہا کہ فرعون کے دماغ کو خراب کرڈالینگے، وہ بیابانوں میں بھاگ جائیگا۔ اور سرپھوڑ کر مرجائیگا!

یہ کچھ بھی نہ ہوا۔ بلکہ اس سازش کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اور تمام مجرم پکڑ لئے گئے فرعون نے اس نازک اور جذباتی موقعہ پر بھی اپنے آپ کو سنبھالے رکھا۔ چاہتا تو سب کو مروا ڈالتا، مگر اُس نے یہ کیا کہ بارہ جج خاص اسی مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کردیئے اور اُن سے کہا جو لوگ غلطی

ثابت ہوں، انہیں چھوڑ دیا جائے اور جن کا قصور نکلے، انہیں قانون کے مطابق سزائیں دی جائیں۔
شاہی دستاویزیں ظاہر کرتی ہیں کہ اس سازش کے جرم میں خاص عدالت نے چھ عورتوں اور چالیس مردوں کو موت کی سزا دی۔ سب سے زیادہ سخت سزا خود فرعون کے لڑکے اور اس کے خاص سازشی دوستوں کے حصے میں آئی۔ شاہی دستاویزیں فرعون کے بیٹے اور خاص ساتھیوں کے بارے میں صرف اس قدر کہتی ہیں کہ وہ "اپنی موت مر گئے"۔ مگر اس فقرے کے معنی اب سمجھ میں آ سکتے ہیں کیونکہ فرعون کے اس لڑکے کی لاش "دیر البحری" میں مل گئی ہے۔

جس تابوت میں لڑکے کی لاش رکھی گئی ہے، وہ بالکل سادہ ہے صرف سفید روغن اس پر چڑھا ہوا ہے۔ اور کوئی تحریر اس پر موجود نہیں ہے۔ مصر میں لاش کو ممی کرنے سے پہلے آنتیں نکال کر پیٹ صاف کر دیا کرتے تھے، مگر اس لاش کی آنتیں بھی نکالی نہیں گئی ہیں۔ لاش پر کچے شورے کی موٹی تہہ چڑھی ہوئی ہے، اور اس وجہ سے لاش دیکھنے میں بڑی گھناؤنی معلوم ہوتی ہے۔ ہاتھ پاؤں مضبوط رسیوں سے جکڑے ہوئے ہیں۔ اور اینٹھ بھی گئے ہیں۔ گویا ناقابل برداشت تکلیف میں مبتلا ہے۔ پیٹ ابھرا ہوا ہے، معدہ آگے نکل کر گنبد بن گیا ہے، سینہ اکڑا ہوا ہے۔ سر پشت کی طرف جھکا ہوا ہے۔ چہرہ بہت ہی خوفناک بن گیا ہے، سمٹے ہوئے ہونٹ دانتوں کو دکھا رہے ہیں۔ اور منہ اس طرح کھلا ہوا ہے جیسے آخری خوفناک چیخ اس سے نکل رہی ہو۔

لاش کی مجموعی حالت سے ثابت ہوتا ہے کہ موت سے پہلے ہی شاہزادے کو بہت سخت تکلیفیں پہنچائی گئی تھیں۔ اور شاید اُسے جیتا ہی دفن کر دیا گیا تھا۔ یاد رکھئے یہ سزا، فرعون نے نہیں، عدالت نے دی تھی۔ اور یقیناً مصری قانون ہی کے مطابق دی ہوگی۔

مصر پر مہنت کی حکومت

رامسیس سوم کے حالات پڑھ کر ماننا پڑتا ہے کہ وہ مصر کو بیرونی خطروں سے بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ مگر اندرونی خطرے سے بچا نہ سکا۔ سازش کے واقعہ کے بعد رامسیس سوم نے اپنی حکومت کے تینتیسویں سال یہ کیا کہ تمام عہدہ داروں اور فوجی افسروں کو جمع کر کے اپنے اُس بیٹے کو اپنا جانشین قرار دیدیا۔ جو تخت کا سب سے زیادہ حقدار تھا۔ سب نے قسم لی کہ اس کے بیٹے

ویسے ہی وفادار رہیں گے جیسے کہ رام سیس سوئم کے وفادار رہے تھے۔

فرعون نے صرف وفاداری کا حلف ہی نہیں لیا بلکہ اپنے بیٹے کو عملی طور سے بھی اپنا جانشین بنا دیا۔ چنانچہ حکومت کے سب کاموں میں باپ کے ساتھ بیٹا بھی شریک رہتا تھا۔

مگر فرعون رام سیس سوئم کی یہ پیش بندی کام نہ آئی اور اُس کے خاندان کی حکومت کا اس کے بیٹے پر خاتمہ ہوگیا۔ چنانچہ مذکورہ انتظامات کے بعد رام سیس سوئم صرف چار برس زندہ رہا اور اس کے بعد اس کا بیٹا بھی جلدی مر گیا۔ اور اس طرح اس شان دار خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

رام سیس سوئم کے بیٹے کی حکومت کے زمانے میں مصر کے بُت خانوں کے مہنت اور پجاری اور کاہن یعنی جادوگر وغیرہ بہت دولت مند ہوگئے تھے کیونکہ رام سیس سوئم کا بیٹا بہت بودے عقیدے کا فرعون تھا۔ مندروں کے پجاریوں اور مہنتوں اور بُت خانے کے بتوں سے بہت ڈرتا تھا اس نے اتنی زیادہ نذریں مندروں میں چڑھائیں اور مہنتوں اور پجاریوں کو دیں کہ سارا شاہی خزانہ خالی ہوگیا اور مہنت اور پجاری مالا مال ہوگئے اور اسی دولت مندی کے بل پر شہر تھیبس کے بڑے مندر امن دیوتا کے بڑے مہنت نخوتو نے اپنی حکومت کی بُنیاد رکھدی پہلے مہنت کا عہدہ موروثی نہیں ہوتا تھا۔ مگر نخوتو نے یہ عہدہ موروثی بنوا لیا اور اپنے خاندان کے لئے مخصوص کرالیا۔ اور فرعون کو مجبور کرکے مہنت نخوتو نے اپنے بیٹے کی ولی عہدی بھی منظور کرالی۔

نخوتو مہنت اور اس کے بیٹے کی عمریں بھی بہت بڑی ہوئیں۔ یہاں تک کہ انھوں نے اپنی زندگی میں نو فرعونوں کو تخت پر بیٹھے اور مرتے دیکھا اور عملی لحاظ سے حکومت درحقیقت نخوتو اور اس کے بیٹے ہی کی تھی سب فرعون برائے نام تھے۔

بے انتظامی مہنت نخوتو اور اس کے بیٹے کا اختیار بہت بڑھ گیا اور فرعونوں کے اختیارات میں کمی ہوگئی تو سارے ملک مصر میں بے انتظامی اور بے امنی پھیل گئی اور ایسی ابتری پھیلی کہ شاہی مقبروں میں بھی چوریاں ہونے لگیں۔ رام سیس چہارم نے بہت زیادہ کوشش کرکے شاہی مقبروں کے اندر کی دولت کو محفوظ کرنے اور چوروں کے ہاتھ سے بچانے کی کوششیں کی مگر اس کو پوری طرح کامیابی نہیں ہوئی۔ صرف ایک مقبرہ بی بان الملوک رام سیس کے انتظامات سے محفوظ ہوا۔ باقی سب غیر محفوظ رہے۔ یہاں تک کہ آدھے ملک مصر کا بادشاہ بن گیا۔ ملک کے آدھے حصے میں رام سیس کی اولاد حکومت کرتی تی۔ اور آدھے حصے میں مہنت ہری ہر کی حکومت تھی

مہنت ہری ہر

تھیبس کے بڑے مندر امن دیوتا کے پجاری مہنت تخوا اور اس کے بیٹے نے ۹ فرعونوں کا زمانہ دیکھ کر دنیا کو خیرباد کہا تو حتبہ کا یونا ئیسس کے بڑے مندر کا مہنت مقرر ہوا۔

مہنت ہری ہر کی بیوی فرعون کے خاندان کی تھی اس لئے ہری ہر نے اپنی بیوی کے ذریعے پورے شاہی خاندان کو قابو میں کر لیا اور مصر کی وطنی فوجوں کا اور غیر ملک کی فوجوں کا بڑا سپہ سالار بھی بن گیا۔ مہنت ہری ہر نے اپنے القاب میں شہزادے حبش کا لفظ بھی شامل کر لیا اور اس نے اپنے اسٹیچو بھی کھڑے کرائے۔ اور فرعونوں کی طرح اپنی یادگاریں بنوانی شروع کیں۔

شیشک کی حکومت

۹۴۷ ق م میں مصر نے پھر ایک سنبھالا لیا اور شیشک نام کے ایک شخص نے نئی زندگی حکومت میں پیدا کرنے کی کوشش کی۔ شیشک مصر کے پڑوسی ملک لیبیا کا رہنے والا تھا۔ شیشک نے بہت سی غیر ملکی فوجیں بھرتی کر کے اپنی طاقت کو بڑھایا اور مصر کی پرانی شہنشاہی کا پہلا ساد بدبہ قائم کرنے کی کوشش کرتا رہا چنانچہ اسی مقصد کے لئے کئی دفعہ فلسطین کی یہودی حکومت پر چڑھائیاں کیں۔ مگر ہمیشہ ان حملوں میں ناکام رہا۔ شیشک کے خاندان کی حکومت ایک سو برس تک رہی۔ شیشک کا خاندان مصر کا بائیسواں خاندان کہلاتا ہے۔ اس کے بعد مصر میں تیئسویں اور چوبیسویں خاندانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں مگر ان دونوں خاندانوں نے ایسا کوئی کارنامہ نہیں دکھایا جس کی بنا پر تاریخ میں ان دونوں کو کوئی اہمیت دی جاتی۔

کشتا کی حکومت

ان دونوں خاندانوں کے ختم ہونے کے بعد پچیسواں خاندان ظاہر ہوا اس کے بانی کا نام کشتا تھا۔ جو ملک نوبہ اور حبش کی ملی جلی نسل سے تعلق رکھتا تھا یہ خاندان ۷۴۵ ق م میں مصر کے تخت پر قابض ہوا تھا مگر کشتا نے اور اس کے خاندان کے فرعونوں نے بھی کوئی ایسا بڑا کام نہیں کیا جس کی وجہ سے پچیسویں خاندان کا کوئی نمایاں تذکرہ تاریخ میں ہوتا۔

البتہ یہ چیز غور کے قابل ہے کہ منہنت ہری ہر کے بعد سے جتنے خاندان مصر پر قابض ہوئے اُن کے بانیوں کے نام بہت کچھ ہندوؤں کے قدیمی ناموں سے ملتے جلتے تھے۔ چنانچہ شیشک اور کشتا نام مثال میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ کہ یہ دونوں ہندوؤں کے قدیمی ناموں سے کتنے زیادہ مشابہ تھے۔ اسی طرح رام سیس اول سے آخر تک جتنے فرعون رام سیس اول دوم سوم۔ چہارم ہوئے۔ یہ سب کہنے کو تو فرعون کہلاتے تھے۔ لیکن تاریخ میں رام سیس ہی کے نام سے مشہور رہیں۔ اور رام میں ایک ایسا لفظ ہے جو ہندوستان کے مشہور اوتار رامچندر جی سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ مصر اور ہندوستان کے بادشاہوں کا ایک ہونا یا ان دونوں ملکوں کے تعلقات کا ایک ہونا مورخوں کی نظر میں بہت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوگا۔

اعراقیوں کی غلامی

شیشک اور کشتا اور منہنت ہری ہر کی حکومتوں کے زوال اور کمزوریوں نے مصری حکومت کو اس قدر ناتواں کر دیا تھا کہ آس پاس کے بادشاہوں میں حوصلے پیدا ہوگئے تھے کہ وہ مصر پر قبضہ کر لیں۔ چنانچہ کشتا خاندان کے آخری زمانے میں اعراق کے بادشاہ اسارہادون نے مصر پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ یہ بادشاہ اشوریا خاندان کا مشہور اقبال مند بادشاہ تھا۔

۶۷۵ ق م میں اسارہادون نے اعراق سے بڑھ کر مصر کے شمال کی طرف حملہ کیا۔ اس وقت مصر پر حبشی خاندان کا بادشاہ تاہارکا حکومت کرتا تھا جس نے اعراقی بادشاہ کا خوب مقابلہ کیا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اور اشوری بادشاہ اسارہادون نے ملک مصر کا پورا شمالی حصہ فتح کر لیا۔ لیکن جب اعراقی بادشاہ شمالی مصر فتح کرنے کے بعد اپنے ملک اعراق کو واپس چلا تو مصر کے بادشاہ تاہارکا نے اعراقی فوجوں کا تعاقب کیا۔ اور چاہا کہ اعراقی سلطنت کو شمالی مصر سے دور کر دے۔ یہ دیکھ کر اسارہادون اپنی اعراقی فوجوں کو ساتھ لیکر پھر آیا اور تاہارکا کو سزا دینے کے لئے فوجیں آگے بڑھائیں۔ مگر قدرت کو یہ منظور نہ تھا کہ اسارہادون اپنی قوم کی فتحیابی کو اپنی آنکھ

سے دیکھتا۔ یعنی وہ تاہارکا پر حملہ کرنے کے لئے فوجیں لے کر کچھ ہی دور چلا تھا کہ موت کا پیغام آگیا اور وہ راستے ہی میں مر گیا۔ لیکن اسارہادون کے جرنیلوں نے اپنے بادشاہ کے مرنے کے بعد بھی ہمت نہ ہاری۔ اور وہ برابر یلغار کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے شمالی مصر کو دوبارہ فتح کر لیا اور تاہارکا اعراقیوں سے بالکل مغلوب ہو گیا پھر بھی تاہارکا نچلا نہ بیٹھا اور اس نے اعراقی حکام کے خلاف مصریوں سے سازشیں کرنی شروع کیں تاکہ غیر مصری اعراقیوں کو مصر سے نکال دیا جائے۔ مگر اب بھی تاہارکا کی قسمت نے اس کا ساتھ نہ دیا اور اشوری فاتح کامیاب ہوئے۔ اور انھوں نے غدر اور سازش کو دبا لیا۔

۶۶۳ ق م میں تاہارکا کے بھتیجے نے پھر اشوریوں کے خلاف بغاوت برپا کی مگر اس بغاوت کو بھی اشوریوں نے پوری کامیابی کے ساتھ دبا لیا۔ جس سے ظاہر ہوا کہ مصر والوں کی طاقت بہت کم ہو گئی تھی اور پھر اعراقی اشوریوں نے مصریوں سے ان بغاوتوں کا بہت سخت بدلہ لیا۔ مصر کے پایۂ تخت تھیبس کو بالکل تباہ کر کے اینٹ سے اینٹ بجا دی اور یہ مصر کا سب سے بڑا شہرۂ آفاق تاریخی شہر جو مصر کی عظمت کا مرکز تھا۔ ہمیشہ کے لئے مصر کی سرزمین سے نیست و نابود ہو گیا۔

اعراقی وائسرائے نیچو

اعراق کی اشوری قوم نے مصر فتح کرنے کے بعد وہاں اپنا ایک وائسرائے مقرر کیا تھا جس کا نام نیچو تھا۔ نیچو کے بعد اشوریوں نے نیچو کے لڑکے لپسامٹک کو مصر کا وائسرائے بنایا اور یہ اجازت بھی دیدی کہ لپسامٹک اپنا نام بدل لے اور اپنا لقب فرعون اختیار کر لے۔ اور اس طرح آخرکار اشوری قوم کی حکومت فرعون کے نام سے مصر میں قایم ہو گئی۔

لپسامٹک جب پوری طرح مصر پر قابض ہو گیا اور مصریوں نے اس کو اپنا فرعون مان لیا تو لپسامٹک نے عراقی سلطنت کی نیابت چھوڑ دی۔ اور ۶۵۱ ق م میں مصر کا خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ اشوری حکومت نے خیال کیا کہ سیاسی مصلحت

کا یہی تقاضا ہے کہ لیبا مٹاک خود مختار بادشاہ بن جائے۔ اس طرح مصری قوم یہ قبول جائے گی کہ لیبا مٹاک اشوری اور عرانی ہے۔ بلکہ وہ اس کو اپنا مصری بھائی سمجھنے لگیں گے۔ اور اس طرح اشوری قوم کی حکومت مصر میں قائم اور برقرار رہے گی۔
لیبا مٹاک سے مصر کے بادشاہوں کا ۲۶ واں خاندان شروع ہوا۔ مگر لیبا مٹاک نے ایک غلطی یہ کی تھی کہ بہت سے یونانیوں کو مصر میں آباد ہو جانے کی اجازت دیدی تھی۔ اور اپنی فوج میں بھی بہت سے یونانی سپاہی بھرتی کر لئے تھے۔ جس کو مصری قوم بہت ناپسند کرتی تھی۔
اس خاندان کے تیسرے فرعون ہفرا سے مصر کے باشندے بہت ناراض تھے کیونکہ اس نے یونانیوں کو بڑے بڑے عہدے دیدئے تھے۔ اور یونانیوں کا مصر میں بہت زیادہ اثر ہو گیا تھا۔

اماسس کا خروج

اس عام ناراضی کے سہارے مصر کے ایک معمولی خاندان کے سپہ سالار اماسس نے بغاوت کی اور سخت خونریزی کے بعد اماسس مصر کے تخت و تاج کا مالک بن گیا اور ۴۴ برس تک مصر اماسس کی حکومت میں بہت امن اور خوشحالی کی زندگی گزارتا رہا۔ اس زمانے میں نہ کوئی بغاوت مصر میں ہوئی اور نہ کسی بیرونی دشمن نے مصر پر حملہ کیا۔

کمبوجیہ کا حملہ

آخر ۵۲۵ ق م میں ایران کے آتش پرست شہنشاہ کمبوجیہ نے مصر پر حملہ کیا اور اور پورا مصر فتح کر لیا۔
عموماً یہ سب بادشاہ محض نام کا مذہب رکھتے ہیں۔ ورنہ وقت پر جیسی غرض در پڑتی ہے ویسا ہی مذہب اختیار کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ایران کے زرتشتی مذہب رکھنے والے آتش پرست شہنشاہ کمبوجیہ نے بھی مصر پر قابض ہو جانے کے بعد اپنا لقب

فرعون اختیار کر لیا اور مصری بن گیا۔
کمبوجیہ کے باپ سیرس نے بھی عراق کا پایۂ تخت بابل فتح کرنے کے بعد بابل والوں کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔
شہنشاہ ایران کمبوجیہ نے مصر پر قبضہ کرنے کے بعد ۲۷ ویں خاندان کی حکومت کی بنیاد رکھی۔

ریت کا عذاب

جب کمبوجیہ مصر کا فرعون بن چکا اور اس کی حکومت خوب مضبوط ہو گئی تو اُس نے مصر کے پڑوسی ملک لزبیہ کو فتح کرنے کے لئے ایک بہت بڑی جرار فوج تیار کی اور اس فوج کو بڑی دھوم دھام اور شان شوکت کے ساتھ روانہ کیا۔ مگر راستے میں اس فوج کو ایک طوفان کا مقابلہ پیش آیا۔ اور اس طوفان نے ریگستان لزبیہ کی ریت کے ٹیلوں کو ایسا اُڑایا کہ ساری فوج ریت کے ٹیلوں میں دب گئی اور ایک آدمی بھی زندہ نہ بچا۔ سب ریت میں دب کر فنا ہو گئے۔
یہ خبر شہنشاہ کمبوجیہ کو مصر میں پہنچی تو وہ صدمہ سے دیوانہ ہو گیا۔ اور جنون کے جوش میں اُس نے کہا مصر کے دیوتا بہت بُرے ہیں۔ انھوں نے میری فوج کی کچھ مدد نہیں کی۔ یہ کہہ کر حکم دیا کہ سب مندروں کو ڈھا دو۔ اور سب بتوں کو توڑ ڈالو۔ فوراً اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ مگر اس سے مصری قوم کمبوجیہ کے خلاف ہو گئی اور اگر کمبوجیہ کچھ دن اور زندہ رہتا تو یقیناً اس کے خلاف ایک عام بغاوت برپا ہو جاتی۔
آخر کمبوجیہ مر گیا اور اس کے بھتیجے دارایوش نے ۵۲۲ ق م میں تخت نشین ہو کر مصری فرعونوں کے سب القاب اختیار کر لئے۔ اور مصر کے ٹوٹے ہوئے مندروں کو از سر نو بنوایا اور بت بھی بنوائے۔ اور مصری عقائد کے بموجب عبادت جاری ہو گئی۔

ایناروس کی بغاوت

سنہ ۴۶۰ ق م میں مصریوں نے ایران کے خلاف بغاوت کر دی اور اپنی آزادی

کی لڑائی کے لئے یونان سے مدد مانگی۔ اور یونان نے اپنا بحری بیڑہ مصریوں کی مدد کے لئے بھیجدیا جس نے مصر کا مشہور شہر ممفس فتح کر لیا۔ مگر جنگی قلعہ ہاتھ نہ آسکا۔ اور یونانی بیڑہ خود محصور ہوگیا۔ کوئی کمک بھی یونان سے نہ آسکی۔ تاہم تین سال تک یونانی اور مصری ایرانیوں سے ایناروس کی لیڈری اور بادشاہی میں لڑتے رہے۔ اور اس طرح ایناروس کی حکومت مصر میں ۶ برس تک رہی۔ اور اس دور کو مصری حکومت کا ۲۸ واں خاندان کہتے ہیں۔

آخر کار ایرانیوں نے یونانیوں اور مصریوں کو پوری شکست دی۔ اور دوبارہ مصر کے حکمراں بن گئے۔

اس کے بعد مصر میں دو خاندان اور ہوئے ۲۹ واں اور ۳۰ واں۔ مگر ان دونوں خاندانوں کی حکومت برائے نام تھی اور اس قابل نہ تھی جس کا ذکر تاریخ میں کوئی نمایاں جگہ حاصل کر سکتا۔

ہیکسوس اور بنی اسرائیل

یہ بات مصری بادشاہوں کے تاریخی حالات میں بیان ہو چکی ہے کہ مصر کے بادشاہوں میں ایک خاندان ہیکسوس بھی تھا اور یہ بھی لکھا جا چکا ہے کہ ہیکسوس خاندان عرب سے آیا تھا۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ عرب نسل کے ہیکسوس حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں تھے اور حضرت ابراہیم پیغمبر کے دو بیٹے تھے۔ ایک اسحٰقؑ اور دوسرے اسمٰعیلؑ۔ اسحٰق کی اولاد فلسطین اور کنعان اور شام میں آباد تھی۔ اور اسمٰعیلؑ کی اولاد عرب میں آباد تھی۔

اب یہ بتانا ہے کہ مصر میں بنی اسرائیل یعنی یہودی کیوں کر پہنچے۔ تاریخی کتابوں اور آسمانی کتاب توریت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اسحٰق کی اولاد میں حضرت یعقوبؑ پیغمبر تھے جو اپنی اولاد سمیت کنعان فلسطین میں رہتے تھے اور ان کے ۱۲ بیٹے تھے۔ ان بارہ میں ۲ بیٹے ایک ماں سے تھے۔ ایک کا نام یوسف تھا، دوسرے کا نام بن یامین تھا۔ حضرت یعقوبؑ انسانی فطرت کی بموجب ان چھوٹے لڑکوں سے بہت محبت کرتے تھے جس سے بقیہ دس بھائیوں کو رشک ہوتا تھا۔ ایک دن ان بھائیوں نے مشورہ کیا کہ یوسف

کو قتل کر دینا چاہیئے۔ تاکہ باپ کی محبت ہم سب بھائیوں کے لئے محدود ہو جائے۔ چنانچہ یہ سب بھائی شکار کے بہانے سے یوسف کو اپنے ساتھ جنگل میں لے گئے۔ اور وہاں حضرت یوسف کو ایک اندھیرے کنویں میں ڈال دیا۔ اور حضرت یوسف کے کرتے پر بناوٹی خون لگاکر باپ کے پاس آئے۔ اور کہا یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔ حضرت یعقوب رات دن یوسف کی یاد میں روتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی۔

جب حضرت یوسف کے بھائی ان کو کنویں میں ڈال کر چلے گئے تو سوداگروں کا ایک قافلہ وہاں آیا اور انھوں نے کنویں سے پانی بھرنا چاہا تو وہاں حضرت یوسف نظر آئے سوداگروں نے ان کو کنویں سے نکالا۔ اور مصر میں جاکر فروخت کر دیا۔ حضرت یوسف بہت خوبصورت تھے۔ ان کو مصر کے وزیر اعظم نے خرید لیا۔ اور اپنی بیوی زلیخا کی خدمت گاری کے لئے دے دیا۔ جب حضرت یوسف جوان ہوئے تو زلیخا ان پر عاشق ہوگئیں حضرت یوسف زلیخا سے بچتے تھے اور زلیخا ان کی گرویدہ تھیں۔ اس کا چرچا مصری امیروں کی عورتوں میں ہوا۔ اور سب عورتیں جمع ہوکر زلیخا کے پاس آئیں اور انھوں نے کہا تو وزیر اعظم کی بیوی ہے۔ اور یہ بات تیری عزت کے خلاف ہے کہ تو اپنے غلام پر عاشق ہوگئی ہے۔ زلیخا نے جواب دیا تم نے یوسف کو دیکھا نہیں ہے۔ اگر تم اس کو دیکھ لوگی تو مان جاؤگی۔ کہ میری محبت واجبی ہے غلط نہیں ہے۔ یہ کہہ کر زلیخا نے کچھ پھل عورتوں کے سامنے رکھے اور چھریاں بھی رکھیں کہ پھل چھیلو اور کھاؤ۔ وہ عورتیں پھل چھیل چھیل کر کھانے لگیں۔ یکایک زلیخا نے یوسف کو اشارہ کیا کہ وہ پردے کے اندر آجائیں۔ یوسف پردہ ہٹا کر اندر آگئے۔ مصری عورتوں نے جوں ہی یوسف کو دیکھا وہ اُن کے حسن سے ایسی مبہوت ہوئیں کہ سب نے پھل چھیلتے چھیلتے چھریوں سے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور زلیخا سے کہا تو سچی ہے۔ یہ شخص آدمی نہیں فرشتہ ہے۔

رفتہ رفتہ حضرت یوسف اور زلیخا کی محبت کا چرچا بہت بڑھ گیا۔ تو زلیخا کے شوہر عزیز مصر نے حضرت یوسف کو جیل خانے میں قید کر دیا۔ جہاں وہ کئی سال قید رہے جیل خانے میں دو قیدیوں نے خواب دیکھا۔ ان میں ایک قیدی بادشاہ مصر فرعون کا ساقی تھا اور دوسرا قیدی باورچی تھا۔ باورچی نے خواب دیکھا تھا کہ اُس کے

سر پر کھانے کا خوان ہے اور چیلیں اس کھانے پر جھپٹے مار رہی ہیں۔ اور ساقی نے خواب دیکھا کہ وہ فرعون کو شراب پلا رہا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے باورچی کو تعبیر دی کہ تجھ کو سولی دی جائے گی۔ اور تیرا گوشت چیلیں کھائیں گی۔ اور ساقی کو تعبیر دی کہ تو اپنی نوکری پر بحال ہو جائے گا اور یہ بھی کہا کہ جب تو بادشاہ کے سامنے جائے تو اس سے میرا حال کہیو کہ مجھ کو بے خطا قید کیا گیا ہے۔ جب یہ دونوں قیدی رہا ہوئے اور ساقی فرعون کا مصاحب بن گیا تو وہ حضرت یوسفؑ کی نسبت سفارش کرنی بھول گیا۔ ایک سال کے بعد فرعون نے خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں اور سات دُبلی گائیں ہیں۔ اور سات دُبلی گائیں موٹی گایوں کو کھا گئی ہیں۔ فرعون نے یہ خواب اپنے درباریوں کے سامنے بیان کیا اور تعبیر پوچھی کوئی اس خواب کی تعبیر نہ دے سکا تو ساقی کو حضرت یوسف کی تعبیر یاد آ گئی۔ اور اس وقت اس نے فرعون سے کہا کہ ایک عبری قیدی قید خانے میں ہے جو خوابوں کی بہت اچھی تعبیر دیتا ہے۔ فرعون نے حضرت یوسف کو قید خانے سے بلایا اور اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت یوسف نے تعبیر دی سات برس تک بہت اچھا سماں رہے گا اور اس کے بعد سات برس تک کال پڑے گا اور ارزانی کے زمانے کا غلہ کال کے زمانے میں خرچ ہوگا۔ فرعون اس تعبیر سے بہت خوش ہوا اور اس نے زلیخا کے شوہر عزیز کو معزول کر کے حضرت یوسفؑ کو اپنا وزیر اعظم بنایا۔

حضرت یوسفؑ جس فرعون کے وزیر بنے تھے وہ ہیکسوس نسل کا عرب تھا یعنی بادشاہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں تھا اور وزیر حضرت اسحٰقؑ کی اولاد میں تھے۔

ارزانی کے سات برس میں حضرت یوسف نے لاکھوں من غلے کے انبار جمع کر لئے اور جب کال پڑا تو وہ غلہ مصر میں سستے بھاؤ دینے لگے۔ مصر کے باہر سے بھی بہت لوگ غلہ لینے آتے تھے۔ یہ کال فلسطین میں بھی پڑا تھا۔ حضرت یعقوبؑ نے بھی اپنے دس بیٹوں کو کچھ نقدی دے کر بھیجا کہ وہ مصر سے غلہ لے آئیں۔ چنانچہ یہ دس بھائی جب حضرت یوسفؑ کے سامنے آئے تو حضرت یوسفؑ نے ان کو پہچان لیا مگر ان بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو نہ پہچانا۔ حضرت یوسفؑ نے پوچھا تم یہاں کیوں

آئے ہو۔ انھوں نے جواب دیا ہمارے ملک میں کال پڑا ہے اور ہمارے باپ نے ہم کو غلّہ خریدنے کے لئے بھیجا ہے۔ یوسف نے پوچھا تم کے بھائی ہو۔ جواب دیا ہم بارہ بھائی تھے ایک مر گیا اور ایک باپ کے پاس ہے اور دس ہم یہاں آئے ہیں۔ یوسف نے کہا تم جھوٹے ہو، تم غلّہ لینے نہیں آئے ہو بلکہ تم جاسوس ہو۔ ہمارے ملک کا بھید لینے آئے ہو۔ میں تم کو قید کرکے تحقیقات کروں گا۔ بھائیوں نے ہر چند قسمیں کھائیں مگر حضرت یوسف نہ مانے اور ان بھائیوں کو قید کر دیا۔ تین دن کے بعد ان سب کو پھر سامنے بلایا اور کہا تم میں سے ایک یہاں رہے اور باقی سب اپنے باپ کے پاس جاؤ اور کہو کہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو میرے پاس بھیجدے۔ اگر تم جاسوس نہیں ہو تو جب اپنے بھائی کو لاؤگے تو ثابت ہو جائے گا کہ تم سچے ہو۔ اس وقت میں تمہارے اس بھائی کو چھوڑ دوں گا جو میرے پاس قید رہے گا۔

اس کے بعد ان سب کے بورے غلّے سے بھر دئے اور خفیہ طور پر اپنے داروغہ سے کہہ دیا کہ جو نقدی یہ لوگ لائے ہیں وہ نقدی ان کے بوروں کے اندر رکھدی جائے۔

جب یہ لوگ حضرت یعقوبؑ کے پاس پہنچے اور سارا حال بیان کیا تو حضرت یعقوب بہت ناراض ہوئے اور انھوں نے کہا تم نے اپنے چھوٹے بھائی کا ذکر ہی کیوں کیا۔ اس کا ایک بھائی تمہاری غفلت کے سبب مر گیا ہے۔ اب اس دوسرے بھائی کو بھی لے جاؤگے تو میں تو بن آئی مر جاؤں گا۔ اس بڑھاپے میں مجھے کیوں ستاتے ہو۔ لڑکوں نے جواب دیا ہم بے خطا ہیں۔ ہم پر جاسوس ہونے کا شبہ کیا گیا تھا ہمارا ایک بھائی کو یرغمال کے طور پر مصر میں روک لیا گیا ہے۔

اس کے بعد جب بوروں سے غلّہ نکالا گیا اور ان کی نقدی ان کے بوروں کے اندر سے نکلی تو سب بھائیوں نے اپنے باپ سے کہا اے باپ یہ نقدی واپس آگئی ہے۔ شاید اس میں کچھ بھول ہوئی ہے۔ حضرت یعقوب نے کہا تم پھر جاؤ اور یہ نقدی بھی لے جاؤ اور دوسرا غلہ لانے کے لئے اور نقدی لے جاؤ اور وزیر کے لئے فلسطین کا شہد اور روغن بلساں اور زیتون وغیرہ تحائف بھی لے جاؤ۔

چنانچہ یہ سب لوگ حضرت یوسفؑ کے پاس دوبارہ پہنچے اور حضرت یوسفؑ نے جب اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھا تو اُن کو رونا آگیا اور وہ سب کے سامنے سے اُٹھ کر خلوت خانے میں چلے گئے۔ اور وہاں روئے اور اپنا منہ دھو کر پھر سب کے سامنے آگئے اور انھوں نے پوچھا کیا تمہارا باپ ابھی زندہ ہے۔ انھوں نے کہا ہاں وہ ابھی زندہ ہے تب حضرت یوسفؑ نے اپنے داروغہ کو حکم دیا کچھ ذبح کرو۔ اور کھانا تیار کراؤ۔ آج یہ سب لوگ میرے ساتھ کھانا کھائیں گے۔

جب داروغہ یوسف کے بھائیوں کو یوسفؑ کے گھر میں لایا تو وہ ڈرے کہ یہ ہم کو قید کرنے کا بہانہ ہے۔ اس لئے انھوں نے داروغہ سے کہا کہ جب ہم پہلی دفعہ غلہ لینے کو آئے تھے تو کسی غلطی کے سبب وہ نقدی ہمارے بوروں میں واپس چلی گئی تھی اب ہم وہ نقدی بھی لائے ہیں اور آئندہ کی خریداری کے لئے بھی نقدی لائے ہیں داروغہ نے کہا تمہاری سلامتی ہو تمہاری پہلی نقدی مجھے مل گئی تھی، تم اس کا فکر نہ کرو۔ اس کے بعد داروغہ شمعون کو اُن کے پاس لایا جو قید میں تھا۔

پاؤں دھونے کا پانی جب حضرت یوسفؑ دفتر سے اپنے گھر میں آئے تو انھوں نے داروغہ کو حکم دیا پانی لاؤ تاکہ مصر کے دستور کی موافق پہلے مہمانوں کے پاؤں دھوئے جائیں۔

اس رسم سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح ہندوؤں کے ہاں مہمانوں کے پاؤں دھلوانے کی رسم ہے اسی طرح مصریوں میں بھی یہ رسم تھی۔

توریت کی عبارت اب میں آگے کا قصہ توریت سے نقل کرتا ہوں اور اپنی زبان کی مداخلت نہیں کرتا۔ توریت میں یہ عبارت ہے۔

"جب یوسف گھر میں آیا تو اس کے بھائی وہ ہدیہ لائے جو کنعان سے ساتھ آیا تھا اور سجدے کے لئے زمین پر گرے۔ اُس نے اُن سے خیریت پوچھی اور کہا تمہارا باپ اچھی طرح سے تو ہے؟ وہ بوڑھا جس کا ذکر تم نے کیا تھا، اب تک جیتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا، تیرا چاکر ہمارا باپ، تندرست ہے، زندہ ہے۔ پھر انھوں نے سر جھکائے۔

اور سجدے کئے۔ پھر اس نے اپنے بھائی، بن یامین کو دیکھا اور کہا کہ تمہارا چھوٹا بھائی جس کا ذکر تم نے مجھ سے کیا تھا یہی ہے؟ پھر کہا اے میرے فرزند، خدا تجھ پر مہربان رہے۔ تب یوسف نے جلدی کی۔ کیونکہ اس کا جی اپنے بھائی کے لئے بھر آیا۔ اور چاہا کہ روئے۔ وہ خلوت میں گیا اور رویا۔ پھر اپنا منھ دھویا اور باہر نکلا اور فرمایا کہ کھانا چنو۔ نوکروں نے اُس کے لئے الگ اور اُن کے لئے جدا۔ اور مصریوں کے لئے جو اُن کے ساتھ کھاتے تھے، علیحدہ چنا۔ اس لئے کہ مصر کے لوگ عبرانیوں کے ساتھ کھانا کھانا مکروہ جانتے ہیں۔

نوٹ:۔ غور کیجئے مصریوں میں بھی چھوت چھات تھی۔ وہ عبرانیوں کو پردیسی ہونے کی وجہ سے چھوت سمجھتے تھے۔ اسی لئے اُن کے ساتھ کھا نہیں سکتے تھے۔ ہندو بھی اسی چھوت چھات میں مبتلا ہیں۔

توراۃ میں لکھا ہے کہ کھانے کے بعد حضرت یوسف نے اپنے گھر کے داروغہ کو حکم دیا کہ ان آدمیوں کے بوروں کو غلے سے، جتنا کہ وہ لے جا سکیں بھر اور ہر شخص کی نقدی اُس کے بورے کے اندر ڈال دے۔ اور میرا چاندی کا پیالہ چھوٹے بھائی کے بورے میں اُس کے غلے کی قیمت سمیت رکھ دے۔ یہی کیا گیا۔ اور جب صبح وہ سب اپنے گدھے لے کر چلے اور شہر سے تھوڑی دور گئے تو یوسف نے اپنے داروغہ سے کہا اُٹھ اور اُن لوگوں کا پیچھا کر۔ اور اُن سے کہنا تم نے کس لئے نیکی کے عوض یہ بدی کی؟ کیا یہ پیالہ وہ نہیں ہے جس میں میرا خداوند پیتا ہے؟ تم نے یہ بُرا کام کیا ہے۔

جب داروغہ نے اُن سے یہ کہا تو وہ (تعجب سے) کہنے لگے، ہمارا خداوند ایسی باتیں کیوں کہتا ہے؟ خدا نہ کرے کہ تیرے چاکر ایسا کام کریں۔ دیکھ وہ نقدی جو ہم نے اپنے بوروں میں پائی تھی کنعان سے تیرے پاس پھیر لائے تھے۔ پس کیونکر ہو گا کہ تیرے خداوند کے گھر سے روپیہ یا سونا چرایا ہو؟ تیرے چاکروں میں وہ جس کے پاس نکلے مار ڈالا جائے اور ہم بھی اپنے خداوند کے غلام ہوں گے۔ اُس نے کہا کہ تمہاری باتوں کے موافق ہو گا جس کے پاس وہ نکلے میرا غلام ہو گا۔ اور تم بے گناہ ٹھہرو گے۔ تب ہر ایک نے اپنا بورا کھولا اور پیالہ بن یامین کے بورے میں پایا۔ تب انھوں نے

اپنے کپڑے پھاڑے اور شہر کو لوٹ پڑے۔

"تب وہ یوسف کے گھر آئے اور اُس کے آگے زمین پر گرے۔ یوسف نے اُن سے کہا تم نے یہ کیسا کام کیا؟ یہودا (ایک بھائی) بولا، ہم اپنے خداوند سے کیا کہیں اور کیونکر اپنے تئیں پاک ٹھہرائیں؟ اب ہم اور وہ بھی جس کے پاس سے پیالہ نکلا، اپنے خداوند کے غلام ہیں۔ یوسف نے کہا خدا نہ کرے کہ میں ایسا کروں۔ بس وہ شخص جس کے پاس سے پیالہ نکلا ہے میرا غلام ہوگا۔

اس پر یہوداہ نے ایک لمبی تقریر کی اور حضرت یوسف کو یاد دلایا کہ جب پہلی دفعہ وہ آئے تھے تو کیا باتیں ہوئی تھیں اور چھوٹے بھائی کے بھی لانے کا کس طرح مطالبہ کیا گیا تھا۔ اور یہ کہ حضرت یعقوب نے اپنے اس بیٹے کو بھیجنے سے کیسی سختی سے انکار کیا تھا۔ مگر بعد کو بھیجنا پڑا۔

اس کے بعد توراۃ کی روایت ہے کہ یہوداہ نے کہا "پس اگر میں تیرے غلام اپنے باپ پاس جاؤں اور وہ جوان ساتھ نہ ہو تو میرا باپ ضرور مر جائے گا۔ اور تیرے غلام تیرے نوکر اپنے باپ کے بڑھاپے کے بالوں کو غم کے ساتھ قبر میں اُتاریں گے۔۔۔ اس لئے اب مجھے اجازت دیجئے کہ تیرا غلام اس جوان کے بدلے اپنے خداوند کی غلامی میں رہے اور جوان کو اُس کے بھائیوں کے ساتھ جانے دے۔ کیونکہ میں اپنے باپ پاس کیونکر جاؤں۔ اگر جوان میرے ساتھ نہ ہو ایسا نہ ہووے کہ جو مصیبت میرے باپ پر پڑے میں اُسے دیکھوں"!

"تب یوسف اپنے تئیں ضبط نہ کر سکا اور چلایا درباریوں کو باہر کرو۔ جب تنہائی ہوگئی تو یوسف نے اپنے آپ کو اپنے بھائیوں پر ظاہر کیا اور وہ چلا کے رویا اور یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ میں یوسف ہوں۔ آیا میرا باپ ابھی تک جیتا ہے؟ اُس کے بھائی اُسے جواب نہ دے سکے۔ کیونکہ اُس کے حضور گھبرا گئے۔ یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا میرے نزدیک آؤ۔ وہ بولا، میں تمہارا بھائی یوسف ہوں جسکو تم نے مصر میں بیچا۔ سو اس لئے اپنے دلوں میں دق نہ ہو۔ کیونکہ خدا نے جانوں کو بچانے کیلئے مجھے تم سے آگے بھیجا اور مصر کی ساری سرزمین کا مجھے حاکم بنا دیا۔ تم جلدی کرو اور میرے باپ پاس سے جا کر باپ سے کہو، تیرا بیٹا یوسف کہتا ہے کہ مجھ پاس چلا آ۔ دیر مت کر۔ اور تو جشن کی زمین میں بسیگا تو بھی اور تیرے لڑکے بھی اور تیرے سب کنبے والے بھی۔ اور میں تیری پرورش کروں گا۔ اور تم میرے باپ سے میری ساری شوکت کا جو مصر میں ہے اور اُس سب کا جو تم نے دیکھا ہے ذکر کیجیو۔ پھر وہ اپنے بھائی

بن یامین کے گلے لگ کے رویا۔ اور اُس نے اپنے سب بھائیوں کو چوما اور اُن سے مل کے رویا اور اس کے بعد اُس کے بھائی اُس سے باتیں کرنے لگے۔"

حضرت یعقوبؑ کا مصر میں آنا

حضرت یعقوب ہی کو اسرائیل کہتے ہیں۔ اور اُن کی اولاد سے جو قوم پیدا ہوئی بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ یہودی بھی اسی قوم کا نام ہے۔ اب سنیئے توراۃ، حضرت یعقوب کا مصر میں آنا کس طرح بیان کرتی ہے۔

"فرعون کے گھر میں یہ ذکر سنا گیا کہ یوسف کے بھائی آئے ہیں اور اس سے فرعون اور اُس کے چاکر بہت خوش ہوئے اور فرعون نے یوسف سے کہا کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مصر کی گاڑیاں کر دے اور وہ اپنے باپ کو اور سب چیزوں کو کنعان سے مصر میں لے آئیں۔ اپنے اسباب کا کچھ افسوس نہ کریں۔ کیونکہ مصر کی ساری زمین کی خوشی اُن کے لئے ہے۔ اسرائیل کے فرزندوں نے یہی کیا۔ یوسف نے اُنھیں گاڑیاں اور سوغاتیں دیں، اور کنعان پہنچ کر انھوں نے اپنے باپ یعقوب سے کہا کہ یوسف اب تک جیتا ہے اور سارے مصر کا حاکم ہے۔ یعقوب کا دل سُنسنا گیا۔ اور وہ بولا، یہ بس ہے کہ میرا بیٹا، یوسف اب تک جیتا ہے۔ میں جاؤں گا اور مرنے سے پہلے اُسے دیکھوں گا۔"

اس کے بعد توراۃ نے حضرت یعقوب کے سفر کا حال لکھا ہے کہ جب وہ مصر میں داخل ہوئے تو یوسف نے اپنی گاڑی تیار کی اور اپنے باپ اسرائیل کے استقبال کو چلا۔ اس کے سامنے حاضر ہوا۔ اُس کے گلے لپٹا اور دیر تک رویا۔ تب اسرائیل نے یوسف سے کہا اب مجھے مرنا خوش ہے کہ میں نے تیرا منھ دیکھا کہ تو ابھی جیتا ہے!۔

"پھر یوسف نے جا کر فرعون سے کہا کہ میرا باپ اور میرے بھائی اور ان کے گلّے کنعان سے آگئے ہیں۔ او جشن کی زمین میں ہیں۔ اور اُس نے اپنے بھائیوں میں سے پانچ کو فرعون کے سامنے حاضر کیا..... تب فرعون نے یوسف سے کہا کہ مصر کی زمین تیرے آگے ہے۔ اپنے باپ اور بھائیوں کو اس سرزمین پر ایک مقام میں، جو سب سے اچھی ہے، رکھ جشن کی زمین میں اُنھیں رہنے دے، اور اگر تو جانتا ہے کہ اُن میں سے بعض چالاک ہیں، تو اُن کو میری مواشی پر مختار کر۔

"تب یوسف نے اپنے باپ، یعقوب کو اندر بلایا اور اُسے فرعون کے سامنے حاضر کیا، اور یعقوب نے فرعون کے حق میں دعائے خیر کی۔ فرعون نے یعقوب سے پوچھا کہ تیری عمر کے برس کی ہے؟ یعقوبؑ نے جواب دیا کہ میری مسافرت کے دنوں کے برس ۱۳۰ برس ہیں اور میری زندگی کے برس تھوڑے اور بُرے ہوئے۔ اور وے میرے باپ دادوں کی زندگی کے برسوں کو نہیں پہنچے۔ پھر یعقوبؑ فرعون کے لئے دعائے خیر کرکے فرعون کے حضور سے باہر گیا (توراۃ کتاب پیدائش)

اس عزت اور دھوم سے بنی اسرائیل مصر میں آئے تھے یا بلائے گئے تھے۔ لیکن نکلے بڑے دُکھ جھیل کر اور بھیانک خطروں سے گھِر کر! ایسا کیوں ہوا؟ سنئے۔

بنی اسرائیل کی بپتا

مصر کے فرعونوں کی عظیم الشان فتوحات اگر مصر کے لئے اَن گنت بڑائیوں اور دنیاوی فائدوں کا سبب بنیں تو اُن سے مصر کو ایسا نقصان بھی پہنچا کہ آخر آزادی و خود مختاری کی نعمت ہی اُس سے چھن گئی۔

ہر فرعون جب میدان جیت کے واپس آتا تھا تو اپنے ساتھ ہزاروں غلام بھی ہارے ہوئے ملکوں سے لاتا تھا۔ مدتوں یہ تانتا بندھا رہا۔ اور مصر میں پردیسی غلاموں کی نسل بہت بڑھ گئی۔ ہیکوس نے مصر کو بڑی آسانی سے اس لئے بھی فتح کر لیا تھا کہ یہ غلام اپنے مصری مالکوں سے جلے ہوئے تھے۔ اور ہر پردیسی حملہ آور کا اس امید پر خیر مقدم کرنے کے لئے آمادہ رہتے تھے کہ وہ اُنھیں مصری آقاؤں سے چھٹکارا دلادے گا۔

توراۃ کی روایت کے مطابق بنی اسرائیل بڑھتے بڑھتے مصر میں چھ لاکھ تک پہنچ گئے تھے مصر جیسے چھوٹے ملک میں ایک پردیسی قوم کا اتنا بہت ہوجانا واقعی ایک بڑا خطرہ تھا۔ اگر بنی اسرائیل اپنی قومیت چھوڑکر مصری بن گئے ہوتے تو اُن سے زیادہ ڈر نہ ہوتا۔ لیکن وہ اپنی قومیت پر جمے ہوئے تھے۔ اور مصری رنگ میں رنگ جانے سے قطعی انکار کر چکے تھے۔

یہ دیکھ کر فرعون کو بڑا فکر ہوا اور اُس نے بنی اسرائیل کے خطرے کا تدارک کرنا چاہا۔ توراۃ کی روایت ہے کہ فرعون نے اپنے درباریوں کو جمع کیا اور اُن سے کہا

"دیکھو بنی اسرائیل کے لوگ ہم سے زیادہ ہیں اور قوی تر ہیں۔ آؤ ہم انسے دانشمندانہ

معاملہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ جب وہ اور زیادہ ہوں اور جنگ پڑے تو وہ ہمارے دشمنوں سے مل جائیں اور ہم سے لڑیں اور ملک سے نکل جائیں۔" (خروج۔ باب اول)

وہ "دانشمندانہ" معاملہ کیا تھا جو فرعون نے بنی اسرائیل سے کیا؟

فرعون نے اُنھیں غلام بنا ڈالا، اور اُن پر اتنی زیادہ محنت مشقت کا بوجھ ڈال دیا کہ وہ چیخ اُٹھے۔ توراۃ کا بیان ہے کہ فرعون بنی اسرائیل سے اپنی عمارتوں کے لئے اینٹیں بنوا تا تھا اور اُنھوں نے اُس کے لئے دو شہر پتوم اور راعمسس بنائے تھے۔

پھر جب فرعون نے دیکھا کہ اسرائیلی سخت سے سخت محنت کرنے پر بھی گھٹتے نہیں بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں تو اُس نے ایک اور راستہ اختیار کیا۔ حکم دیدیا کہ اسرائیلیوں کے لڑکے پیدا ہوتے ہی مار ڈالے جائیں اور صرف لڑکیاں جیتی رہنے دی جائیں۔

فرعونِ موسیٰ کون تھا؟

فرعون موسیٰ کے بارے میں مورخوں کا اختلاف ہے۔ اکثر مورخ منفتاح کو فرعون موسیٰ بتاتے ہیں۔ اور بعض اس سے انکار کرتے ہیں۔ مورخوں میں اختلاف اس لئے پڑ گیا ہے کہ انھوں نے ایک ہی فرعون کے زمانے میں حضرت موسیٰ کی پیدائش اور بنی اسرائیل کا مصر سے خروج فرض کر لیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں واقعے ایک ہی فرعون کے زمانے میں پیش نہیں آسکتے تھے۔ مورخوں میں اختلاف پڑ جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خود آسمانی کتابوں میں بھی اختلاف ہے۔ توراۃ کہتی ہے کہ حضرت موسیٰ کو فرعون کی بہن نے دریائے نیل سے نکالا اور اپنا بیٹا بنایا تھا۔ لیکن قرآن فرماتا ہے کہ وہ فرعون کی بیوی تھی نہ کہ بیٹی۔ قرآن کے اس ارشاد کے مطابق منفتاح فرعون موسیٰ تو ٹھہر جاتا ہے، کیونکہ اس کا کوئی لڑکا نہ تھا۔ مگر مشکل یہ آپڑتی ہے کہ توراۃ کی روایت کے بموجب حضرت موسیٰ فرعون کے مقابلہ پر جب کھڑے ہوئے تو اسی برس کے تھے۔ اگر یہ روایت صحیح مان لی جائے تو حضرت موسیٰ اور منفتاح تقریباً ہم عمر ہو جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں منفتاح فرعون موسیٰ نہیں ہو سکتا۔

لیکن جس طور پر تحقیق کی گئی ہے اُس میں اس قسم کی کوئی مشکل پیدا نہیں ہوتی اور معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے اور وہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت موسیٰ فرعون رامسس دوم کے زمانے

میں پیدا ہوئے تھے اور اسی فرعون کی بیوی نے انھیں لڑکا بنانا چاہا تھا۔ یا بنالیا تھا۔

اعتراض ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو لڑکا بنانے کی ضرورت کیا تھی جبکہ رامسس کے بہت کثرت سے اولاد تھی؟ جواب یہ ہے کہ خود فرعون نے نہیں بلکہ اُس کی بیوی کی یہ خواہش تھی۔ رامسس نے بہت لمبی عمر پائی اور بہت سی شادیاں کیں۔ بڑھاپے کی آخر شادی زیادہ محبوب ہوا کرتی ہے معلوم ہوتا ہے آخری بیوی سے بوڑھے فرعون کے کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ اور جوان ملکہ کے دل کو اولاد کا ارمان ستاتا رہا۔ حضرت موسیٰ کے بھولے اور خوبصورت مکھڑے کو دیکھ کر بے قرار ہوگئی اور انھیں اپنا بیٹا بنانے پر تُل گئی۔

رامسس دوم کے زمانے میں حضرت موسیٰ کی پیدائش ہوئی۔ اسی فرعون نے بنی اسرائیل پر تشدد شروع کیا تھا، اور اُن کی پاتھی ہوئی اینٹوں سے اپنے دو شہر بنائے تھے۔ پھر توراۃ میں صاف لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ جب مدین میں اپنے خسر حضرت شعیب کے ساتھ رہتے تھے تو مصر کا بادشاہ مرگیا تھا اور نیا فرعون اُس کی جگہ پر آگیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس فرعون سے حضرت موسیٰ کا مقابلہ ہوا وہ اُن کی پیدائش کے وقت کا فرعون نہیں تھا۔

منفتاح ہی فرعون موسیٰ تھا اب یہ سوال ہوتا ہے کہ منفتاح کے فرعون موسیٰ ہونے کی دلیل کیا ہے؟ اس کی ایک نہیں چار دلیلیں ہیں۔

(۱) سکندر اعظم کے وقت سے آج تک یہی مشہور چلا آتا ہے کہ منفتاح فرعونِ موسیٰ تھا۔ یہ شہرت خود ایک بڑی دلیل ہے۔

(۲) کسی دوسرے فرعون کے بارے میں دعویٰ نہیں کیا گیا کہ بنی اسرائیل کا واقعہ اُس کے وقت میں پیش آیا۔ ایک دو نام جو مورخوں نے پیش کئے ہیں محض نام ہی ہیں۔ اُن کے ساتھ کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

(۳) اگر منفتاح کو فرعونِ موسیٰ نہ مانا جائے تو توراۃ کی بتائی ہوئی تاریخ غلط ہو جاتی ہے۔ توراۃ کہتی ہے کہ حضرت یوسف کے زمانے سے خروج تک بنی اسرائیل مصر میں چار سو تیس برس رہے۔ یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت یوسف کسی ہیکسوس فرعون کے زمانے میں مصر آئے تھے۔ ہیکسوس نے حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے اٹھارہ سو برس پہلے مصر فتح کیا تھا۔ منفتاح ۱۲۱۵ ق م میں ہلاک ہوا ہے۔ یعنی ہیکسوس فتح سے منفتاح کی مدت تک پانچ سو پچاسی برس ہوتے ہیں۔ توراۃ یہ بھی

بتائی ہے کہ حضرت یوسف نے ایک سو دس برس کی عمر پائی۔ پانچ سو پچاسی میں سے یہ مدت کم کر دیجئے تو چار سو چہتر برس رہ جاتے ہیں۔ یعنی توراۃ کی روایت کے بموجب پینتالیس برس کا فرق پڑتا ہے مگر ظاہر ہے حضرت یوسف ہیکسوس کے ساتھ مصر میں نہیں آئے تھے۔ بلکہ ہیکسوس حکومت قائم ہو جانے کے بعد آئے تھے۔ بچپن انھوں نے مصر میں گزارا۔ قید بھی ہوئے۔ وزیر بھی بنے۔ اور ایک مدت کے بعد اپنے قبیلہ کو لاکر مصر میں آباد کیا۔ ظاہر ہے یہ سب واقعات چالیس پچاس برس کی مدت میں ہوئے ہوں گے۔ اس طرح ہم آسانی سے یقین کر سکتے ہیں کہ جب منفتاح ہلاک ہوا تو مصر میں بنی اسرائیل کو رہتے ہوئے چار سو تیس برس ہو چکے تھے۔ اور یہ کہ منفتاح ہی وہ فرعون تھا جس سے حضرت موسیٰ کا مقابلہ ہوا اور جسے سمندر میں خدا نے غرق کر ڈالا۔

(۴) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اغرقنا آل فرعون وکل کانوا ظالمین" (ہم نے خاندان فرعون کو غرق کر دیا اور اس خاندان کے سبھی لوگ ظالم تھے) یہ قرآن کا ارشاد ہے اور تاریخ کہتی ہے کہ منفتاح کے بعد مصر میں طوائف الملوکی پھیل گئی تھی۔ اور تخت کے بہت سے دعویدار اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ یہ واقعہ اسی لئے پیش آیا کہ منفتاح اپنے اُن سب رشتہ داروں کے ساتھ ڈوب گیا تھا جو اُس کے جائز وارث ہو سکتے تھے اس سب کی ایک ساتھ موت کے بعد جب کوئی حقیقی وارث باقی نہ رہا تو دوسرے دعویدار پیدا ہو گئے۔ قرآن مجید کی اس رہنمائی میں بھی ہمیں منفتاح ہی کو فرعون موسیٰ ماننا چاہیئے۔

حضرت موسیٰ کا قصہ

اب حضرت موسیٰ اور فرعون کا قصہ بہت اختصار کے ساتھ قرآن مجید کے ارشادات کے مطابق پیش کیا جاتا ہے۔ توراۃ میں بھی پورا قصہ موجود ہے اور مفصل ہے۔ لیکن قرآن مجید نے اس واقعہ کے اہم ترین پہلو ہی لئے ہیں اور انہی میں دنیا کے لئے عبرت ہے۔

حضرت موسیٰ کی پیدائش ایسے زمانے میں ہوئی جب فرعون کے حکم سے اسرائیلیوں کے لڑکے مار ڈالے جاتے تھے۔ اور لڑکیاں جینے دی جاتی تھیں۔ حضرت موسیٰ کی ماں کو بھی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ اُن کے لخت جگر کی جان نہ لے لی جائے۔ مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ حضرت کی ماں کے دل میں یہ بات ڈالدی گئی کہ بچے کو پالتی رہے اور جب کہ اُن کی جان کا خوف ہو تو تابوت

میں رکھ کے اُسے دریائے نیل میں بہا دے۔ موجیں تابوت کو اُٹھائے ہوئے دوسرے کنارے پہنچا دیں گی۔ اور وہاں قدرتِ خدا نظر آئے گی۔

یہ تابوت ایسے وقت کنارے لگا جب فرعون کی بیوی نیل میں نہا رہی تھی۔ اُس نے تابوت منگا کر دیکھا تو اندر جیتا جاگتا بچہ لیٹا تھا۔ ملکہ بچے کو محل میں لے گئی۔ فرعون دیکھتے ہی پہچان گیا۔ کہ اسرائیلی بچہ ہے۔ اور مار ڈالنا چاہا۔ مگر ملکہ چلّا اُٹھی، یہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے نہ مارو۔ شاید ہمارے کام آئے۔ یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں؛

فرعون کو چہیتی بیوی کی بات ماننی پڑی۔ مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بچہ کسی عورت کی چھاتی دابتا ہی نہیں۔ پھر پلے تو کیسے پلے؟ یہ خدا ہی کی طرف سے ہوا تھا۔ خدا چاہتا تھا کہ بچہ ماں سا بھری ماں کی گود میں پہنچ جائے۔

فرعون پریشان تھا کہ کیا کرے۔ آخر ایک اسرائیلی لڑکی نے خبر دی کہ میں ایک عورت کو جانتی ہوں جو بچے کو دودھ پلا سکتی ہے۔ یہ لڑکی اصل میں حضرت موسیٰ کی بہن ہی تھی۔ ماں نے جب تابوت دریا کے سپرد کیا تھا تو لڑکی سے کہہ دیا تھا۔ دُور سے دیکھتی جا بھائی کہاں پہنچتا ہے۔ لڑکی نے یہی کیا اور اپنا پیام بھی کسی طرح فرعون تک پہنچا دیا۔ اس پر حضرت موسیٰ کی ماں بلائی گئیں۔ اور دودھ پلانے کے لئے بچہ اُنھیں دیدیا گیا۔

آخر موسیٰ جوان ہوئے۔ بڑے غصہ ور اور شہ زور نکلے۔ ایک دن لوگوں کی بےخبری میں شہر کا چکر لگایا۔ کیا دیکھتے ہیں ایک اسرائیلی اور ایک مصری میں لڑائی ہو رہی ہے۔ اسرائیلی نے موسیٰ سے فریاد کی انھیں غصہ آگیا۔ اور ایک ہی گھونسے میں مصری کا کام تمام کر ڈالا۔ مگر حضرت فوراً پشیمان بھی ہوگئے۔ توبہ کی اور کہا پھر کبھی مجرموں کی طرفداری نہیں کرینگے واقعہ سنگین تھا، ایک "غلام" اسرائیلی کے ہاتھ سے ایک "حاکم" مصری قتل ہو گیا تھا۔ اسی لئے حضرت ڈرے ڈرے اور چوکنے رہنے لگے کہ کہیں پکڑے نہ جائیں۔ لیکن دوسرے ہی دن پھر دیکھا کہ جس اسرائیلی کی طرفداری میں مصری کو مار چکے تھے وہی پھر ایک اور مصری سے لڑ رہا ہے۔ اور موسیٰ کو مدد کے لئے پکار رہا ہے۔ پہلے تو حضرت نے اُسے ڈانٹا کہ تو بڑا گمراہ ہے سب سے لڑتا پھرتا ہے۔ پھر مصری پر جھپٹ پڑے۔ مگر اسرائیلی شاید سمجھا کہ خود اُسی کو مارنے والے ہیں۔ اسلئے چلّا اُٹھا، کل ایک آدمی کی جان لے چکے ہو۔ کیا آج مجھے ٹھنڈا کرنا چاہتے ہو۔

مصری کے قتل کا حال اگر کچھ چھپا ہوا تھا تو اس شور سے بالکل کھل گیا اور حضرت موسیٰ کے لئے پورا پورا خطرہ پیدا ہوگیا۔ پھر ایک شخص دوڑتا آیا اور خبر سنائی کہ فرعون کے دربار میں مشورہ ہو رہی ہے اور آپ کو مار ڈالا جائے گا۔ یہ سنتے ہی حضرت بچتے بچاتے شہر سے نکل گئے اور چلتے چلتے مصر کی سرحد کے باہر مدین میں پہونچ گئے۔

یہاں کسی کنوئیں یا چشمے پر لوگوں کی بھیڑ دیکھی جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے۔ دو جوان لڑکیاں بھی تھیں اور سب سے الگ اپنے جانوروں کو روکے کھڑی تھیں۔ حضرت نے پوچھا کیا چاہتی ہو؟ کہنے لگیں ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے۔ ہم پانی پلا نہیں سکتے۔ جب تک چرواہے چلے نہیں جاتے۔ حضرت بڑے زورآور تھے۔ ریل پیل کر چرواہوں کو ہٹا دیا اور بے بس لڑکیوں کے جانوروں نے پانی پی لیا۔ لڑکیاں چلی گئیں۔ اور خود حضرت ایک پیڑ کی چھاؤں میں بیٹھکر اللہ سے عرض کرنے لگے "پروردگار جو بھلائی بھی تو مجھ سے کرنی چاہے میں اس کا محتاج ہوں"! حضرت ابھی تک کنوارے تھے۔ معلوم ہوتا ہے یہ مناجات اس لئے تھی کہ دونوں لڑکیوں میں سے کوئی ان کی زندگی کی ساتھی بن جائے اور یہ دعا قبول بھی ہو گئی۔

لڑکیوں نے گھر جاکر اپنے باپ کو بتایا کہ آج اتنی جلدی کیونکر آگئیں۔ اس پر باپ نے حضرت کو بلا بھیجا۔ انہی میں سے ایک لڑکی شرماتی ہوئی آئی۔ اور حضرت سے کہنے لگی، میرے باپ نے تمہیں یاد کیا ہے۔ تاکہ تمہارے احسان کا بدلہ دے۔ حضرت ساتھ ہو لئے اور بوڑھے مرد کو اپنا سارا قصہ سنا دیا۔ اس نے کہا اب نہ ڈرو۔ ظالموں کے چنگل سے نکل آئے ہو۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ حضرت موسیٰ کے مخاطب حضرت شعیب تھے۔

دونوں مردوں میں باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت شعیب کی ایک لڑکی بول اٹھی۔ ابا اس شخص کو جانے نہ دیجئے۔ اپنے کام میں لگا لیجئے۔ یہ طاقتور بھی ہے اور ایماندار بھی ہے۔ حضرت شعیب نے موسیٰ سے کہا دیکھو، میں اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تم سے کردوں گا۔ اور مہر یہ ہے کہ تم آٹھ برس میرے گھر کام کروگے۔ اگر دس برس رہ جاؤ تو یہ تمہارا احسان ہوگا۔ میں تمہیں تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ انشاء اللہ مجھے اچھا پاؤگے۔ حضرت موسیٰ نے یہ تجویز منظور کرلی اور بوڑھے بزرگ سے عرض کیا بات پکی ہوگئی۔ دونوں میں سے جو مدت بھی پوری کردوں۔ عہد پورا ہو جائیگا اور مجھ پر کوئی الزام نہ آئے گا۔

آگ لینے گئے پیمبری مل گئی!

مدت پوری کرکے حضرت موسیٰ، بال بچوں کو لے کے چل پڑے۔ طور پہاڑ کے پاس پہنچے تو آگ دکھائی دی۔ بیوی سے کہنے لگے ٹھہر جاؤ۔ آگ سی دکھائی دی ہے۔ جاتا ہوں۔ شاید کوئی بستی مل جائے۔ یا آگ لے آؤں اور تم سب تاپ سکو۔

جہاں آگ دکھائی دی تھی، مبارک و مقدس جگہ تھی۔ موسیٰؑ پہنچے تو آواز آئی، اے موسیٰ میں ہی اللہ ہوں سب جہانوں کا پالنے والا۔ پھر حکم ہوا اپنے جوتے اُتار ڈال اور ہاتھ کی لکڑی زمین پر ڈال دے۔ لکڑی گرتے ہی پھنکارنے لگی۔ اب وہ بھیانک سانپ تھی موسیٰ ڈر کر بھاگے۔ اور اس طرح بھاگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ واقعی ڈرنے کی بات بھی تھی اژدہا پڑا بل کھا رہا تھا۔ لیکن فوراً موسیٰؑ کے کان میں آواز گونجی۔ کیوں بھاگتا ہے؟ واپس آ ڈر نہیں۔ یہاں تیرے لئے بچاؤ ہی بچاؤ ہے۔ میرے سامنے پیغمبر ڈرا نہیں کرتے۔

موسیٰؑ آگئے، تو حکم ملا، اچھا اب اپنا ہاتھ تو گریبان میں ڈال۔ موسیٰ نے یہی کیا جب ہاتھ گریبان سے نکلا، تو برف کی طرح سفید تھا۔ ارشاد ہوا، یہ کوئی روگ نہیں ہے کہ تیرا دل کڑھے۔ یہ تو ایک معجزہ ہے۔ اب تو فرعون اور اُس کے درباریوں کے پاس جا اور بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ مصر سے لیجانے کا مطالبہ کر۔ موسیٰ نے عرض کیا، لیکن میرے خدا میں تو ہکلا ہوں۔ فرعون کے دربار میں تقریر کیسے کروں گا؟ ہاں میرے بھائی ہارون کی زبان کھلی ہوئی ہے۔ خوب بولتا ہے۔ فرمایا گیا بے فکر رہ۔ ہم ہارون کو بھی تیرے ساتھ کر دیں گے۔ اور اپنے معجزوں اور نشانیوں سے تم دونوں کو ایسا مضبوط بنا دیں گے کہ دشمن تمہارا اور تم پر ایمان لانے والوں کا ایک رواں بھی میلا نہ کر سکے گا۔

موسیٰ اور فرعون کا مباحثہ حضرت موسیٰ اپنے بھائی ہارون کے ساتھ فرعون کے دربار میں پہنچے اور اُس سے کہا ربّ العٰلمین[1] نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اب تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ مصر سے جانے دے!!

[1] رَبّ ایک ایسا لفظ ہے جس کا اردو میں پورا ترجمہ نہیں ہوسکتا رب کے معنی صرف پالنے والا نہیں ہیں۔ بلکہ ایسا پالنے والا جو شفقت، محبت، دانائی سے پالتا ہے۔ ساتھ ہی ترقی بھی دیتا جاتا ہے۔ اچھے سے اچھا بھی کرتا جاتا

فرعون نے کہا "رب العلمین کیا؟"
حضرت نے جواب دیا۔ "وہ آسمانوں کا، زمین کا، اور دونوں کے بیچ میں جو کچھ ہے، سب کا رب ہے۔" فرعون ہنس پڑا اور درباریوں سے کہنے لگا "سن رہے ہونا؟" حضرت اس کی ہنسی سے بے پروا ہو کر کہتے رہے" وہ تمہارا بھی رب ہے، اور تمہارے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔" فرعون نے پھر ٹھٹھا کرتے ہوئے درباریوں سے کہا "جو پیغمبر تمہارے پاس بھیجا گیا ہے۔ نرا دیوانہ ہے۔" حضرت نے اپنی بات جاری رکھی "مشرق و مغرب اور دونوں کے بیچ جو کچھ ہے سب کا رب ہے۔" فرعون نے ہنستے ہوئے اپنے وزیر ہامان سے کہا "میرے لئے ایک اونچا گھر بنواؤ میں اُس پر سے دیکھوں گا موسیٰ کا رب کیسا ہے!" پھر حضرت سے کہنے لگا "اور اگلوں کا کیا حال ہے؟" حضرت نے فوراً جواب دیا "اگلوں کا سب حال ایک کتاب میں میرے رب کے پاس محفوظ ہے۔ اور میرا رب نہ بھٹکتا ہے نہ کچھ بھولتا ہی ہے اسی نے زمین تمہارے لئے بچھا دی ہے اور اسمیں تمہارے لئے راستے نکال دئے ہیں اور آسمان سے پانی برسا کر طرح طرح کی اُگنے والی چیزوں کے جوڑے پیدا کر دئے۔ تاکہ تم کھاؤ اور اپنے مویشی چراؤ۔ بیشک اسمیں سمجھ بوجھ رکھنے والوں کیلئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔"
یہ سنکر فرعون جھنجلا گیا اور حضرت سے کہنے لگا "خبردار، مجھے چھوڑ کر کسی اور کو خدا مانیگا تو میں تجھے قید کر دوں گا۔ کیا تو بھول گیا کہ تو ننھا سا بچہ تھا۔ اور میرے محل میں تجھکو پالا گیا تھا۔ پھر تو نے میری قوم کے ایک آدمی کو مار ڈالا اور تو ڈر کے یہاں سے بھاگ گیا۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا "ہاں وہ حرکت تو مجھ سے ضرور ہو گئی تھی مگر ایسی حالت میں ہوئی کہ میں کچھ جانتا نہ تھا۔ مگر اب میرے رب نے مجھے اختیار بخشا ہے اور مجھے پیغمبر بنا دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں تجھکو اپنے رب پر ایمان لانے کی نصیحت کروں اور کہوں کہ میری قوم کو آزادی دے۔ تاکہ وہ اپنے وطن بیت المقدس میں چلی جائے۔ فرعون نے جواب دیا میں نہیں مانتا میرے سوا تیرا رب کون ہے؟ نہ میں تیری قوم کو یہاں سے جانے کی اجازت دیسکتا ہوں۔ اور تیرے پاس کیا دلیل ہے کہ تو خدا کا بھیجا ہوا ہے؟ حضرت موسیٰ نے جواب دیا میں خدا کی طرف سے معجزے لایا ہوں فرعون نے دانت پیس کر کہا "سچا ہے تو ابھی دکھا کیا لایا ہے؟" حضرت نے اپنے ہاتھ کی لکڑی زمین پر ڈالدی جو گرتے ہی سانپ بن گئی۔ پھر گریبان میں

ہاتھ ڈال کے نکالا، تو دیکھنے والوں کو بالکل سفید دکھائی دیا۔
فرعون نے یہ معجزے دیکھے تو بھونچکا رہ گیا۔ مگر اپنے درباریوں سے کہنے لگا، "یہ تو کوئی بڑا ہی جادوگر ہے۔ اور اپنے جادو کے زور ہی سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دینا چاہتا ہے۔ بتاؤ کیا صلاح دیتے ہو؟ درباریوں نے عرض کیا، "فرمان شاہی جاری ہو۔ شہر شہر سے بڑے بڑے جادوگر کھنچ آئیں گے اور اس شخص کے جادو کا ایسا جواب دیں گے کہ یہ لاجواب ہو جائے گا۔
فرعون کو یہ رائے پسند آئی اور حضرت سے کہنے لگا، "تیرے جادو کا توڑ ہم جادو ہی سے کریں گے۔ بتا تو کب میدان میں آتا ہے؟ ہم خوب سمجھتے ہیں تو یہاں اس لئے آیا ہے کہ ہمارے بزرگوں کے راستے سے ہمیں ہٹا دے۔ اور تم دونوں بھائی مل کے اس زمین پر راج بجاؤ۔ یاد رکھو ہم کبھی تیرے قائل نہیں ہوں گے۔" حضرت نے جواب دیا، "یہ تم حق کے بارے میں کہہ رہے ہو جبکہ وہ تمہارے پاس آچکا ہے کیا یہ جادو ہے؟ جادوگر کبھی کامیاب ہوئے ہیں۔ لیکن اگر تم جادو ہی سے مقابلہ کرنا چاہتے ہو تو اچھی بات ہے۔ تہوار کے دن مقابلہ ہو جائے۔ تاکہ سارے مصر کے لوگ یہ تماشہ دیکھ سکیں۔

حضرت موسیٰؑ کا جادوگروں سے مقابلہ

آخر مصر کے جادوگر ہر طرف سے فرعون کے پاس آکر جمع ہوئے۔ فرعون نے انھیں موسیٰ کا قصہ سنایا تو انھوں نے فرعون سے کہا۔ اگر موسیٰ کے مقابلے میں کامیاب ہو جائیں گے تو ہمیں کیا انعام دے گا۔ فرعون نے جواب دیا تم کو بڑے بڑے انعام ملیں گے اور تم دربار میں میرے مقرب بنائے جاؤ گے۔ آخر جادوگر حضرت موسیٰ کے سامنے آپہنچے اور بڑی شیخی سے کہنے لگے، "تم اپنا کرتب پہلے دکھاؤ گے یا ہم اپنا کرتب پہلے دکھائیں؟"
حضرت نے جواب دیا، "تم ہی پہل کرو۔" مگر ساتھ ہی جادوگروں کو نصیحت بھی فرمائی ــ "تمہارا برا ہو۔ تم نرے جادوگر ہو اپنے جادو سے خدا کے معجزے کا مقابلہ نہ کرو۔ ورنہ یاد رکھو، خدا کا عذاب تم پر ٹوٹ پڑے گا اور یہ بھی یاد رکھو کہ خدا پر بہتان باندھنے والا کبھی جیت نہیں سکتا۔"
اس تقریر سے جادوگروں کے دل پر چوٹ لگی اور اُن کے آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔ یہ

دیکھ کر فرعون کے درباری دوڑے اور جادوگروں کو آگ لیجا کر کانا پھوسی کرنے لگے۔" دیکھو موسیٰ اور ہارون بھی جادوگر ہی ہیں۔ اور اپنے جادو سے تمہیں تمہاری زمین سے نکال دینے کے لئے آئے ہیں۔ پھر ہمارے تمہارے باپ دادا کا جو اچھا چلن چلا آرہا ہے اُسے بھی ملیامیٹ کر ڈالنا چاہتے ہیں۔ تو اب ذرا اپنا، اپنی قوم کا، اپنے ملک کا خیال کرو۔ ایک دل ہو کے اپنے جادو ٹھیک کرو۔ اور بہادری سے میدان میں کود پڑو۔ یاد رکھو آج کے دن کی جیت ہی اصلی سُرخروئی ہے۔"

درباریوں کی یہ تقریر خود جادو تھی۔ کام کر گئی۔ جادوگر میدان میں اُتر آئے اور اپنی پڑھی ہوئی اور پھونکی ہوئی رسیاں اور لکڑیاں زمین پر ڈال کے زور سے چلائے "قسم ہے فرعون کے جلال کی ہم جیتے ہوئے ہیں۔"

دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جادوگروں کی رسیاں اور لکڑیاں، سانپوں کی طرح رینگ رہی ہیں۔ سب تھرا اُٹھے۔ حضرت موسیٰ کا دل بھی دھڑکنے لگا۔ مگر خدا کی طرف سے حکم پہنچا۔ "موسیٰ ڈرو نہیں تم ہی اونچے رہو گے۔ اب تم بھی اپنی لکڑی زمین پر ڈالدو۔"

لکڑی زمین پر گرتے ہی اژدہا بن گئی۔ اور یہ بھیانک اژدہا پھنکارتا اور بل کھاتا ہوا لپکا اور جادو کی سب رسیوں اور لکڑیوں کو اس طرح نگل گیا جیسے وہ کچھ تھیں ہی نہیں۔ سچائی کا بول بالا ہوا جھوٹ کی کرکری ہو گئی۔

ہارے ہوئے جادوگر سجدے میں گر پڑے اور بلند آواز سے کہا "ہم ایمان لائے موسیٰ اور ہارون کے رب پر" فرعون نے یہ بڑی شکست دیکھی اور اتنی بڑی بھیڑ کے سامنے اور اپنے جادوگروں کا یہ اعلان سنا تو غصے سے لال ہو گیا۔ اور دانت پیس کر جادوگروں سے کہنے لگا "میری اجازت سے پہلے ہی تم موسیٰ کو مان گئے۔ ضرور یہ تم سب کا گرو گھنٹال ہے۔ اسی نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔ تم سب نے مل کر سازش کی ہے۔ اور شہر والوں کو شہر سے نکال دینا چاہا ہے۔ اچھا تمہیں مزا چکھا دیا جائے گا۔ میں تمہارے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کٹوا ڈالوں گا۔ پھر تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔ اور تم جان جاؤ گے کہ میرا دیا ہوا عذاب زیادہ سخت و پائدار ہے یا موسیٰ کے رب کا۔"

جادوگروں کے دل ایمان سے بھر چکے تھے۔ کہنے لگے۔" تو ہم سے بس اسی لئے تو بدلہ لیگا کہ

ہم نے اپنے رب کی نشانیاں دیکھیں اور اُن پر ایمان لے آئے۔ ہم تجھے حق کے سامنے مان نہیں سکتے۔ ہمیں تو اپنے مالک کی طرف جانا ہے۔ جو کچھ تجھے کرنا ہے کر گزر۔ آخر یہ دنیا کی ساری زندگی بھی تو گزر ہی جائے گی۔ ہم اپنے خدا پر ایمان لے آئے ہیں۔ تاکہ وہ ہماری خطائیں معاف کردے اور اُس جادو کو بھی جس پر تو نے ہمیں زبردستی مقرر کر رکھا تھا۔ اللہ ہی سب کا اچھا ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے۔ پروردگار! ہمارے دلوں کو مضبوط بنا دے اور ہمیں اس حال میں موت دے کہ ہم تیرے فرمانبردار ہوں۔"

اس تقریر سے فرعون کا غصہ اور بھی بڑھ گیا۔ ڈرا بھی، کہیں پوری مصری بھیڑ موسیٰ کی طرفدار نہ ہو جائے۔ اسی لئے زور سے چلایا۔ میری قوم کے لوگو! بتاؤ کیا مصر کی بادشاہی اور یہ نہریں، جو میرے سروں تلے پڑی بہہ رہی ہیں۔ میری ہی نہیں ہیں؟ بتاؤ، میں بہتر ہوں یا (موسیٰ کی طرف ہاتھ اُٹھاکے) یہ ہیچ آدمی جس کے منہ سے بات تک نہیں نکلتی؟ ہم تو جب جانتے کہ سونے کے کڑے، آسمان سے اُتر کر اس کے ہاتھوں میں پڑ جاتے۔ یا فرشتوں کے پرے اس کے ساتھ آتے ہوتے۔ یہ کچھ نہیں تو پھر یہ پیغمبر کیسا؟ یاد رکھو، میں ہی تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔"

مصر پر بلائیں

حضرت موسیٰ کو ایسی کھلی اور بڑی فتح ہوئی تھی کہ فرعون کو جھک جانا چاہیئے تھا۔ مگر اُس کا گھمنڈ سر نیچا کیسے کرتا؟ فرعون نے دن دہاڑے معجزہ دیکھ لینے پر بھی اسرائیلیوں کو رخصت کرنے سے انکار کر دیا۔ اور حضرت سے کہنے لگا، کتنا ہی جادو دکھاؤ، ہم تمہیں ماننے والے نہیں۔"

حضرت موسیٰ کا فرعون سے مطالبہ کیا تھا؟ قرآن میں صرف اس قدر بتایا گیا ہے کہ انھوں نے کہا بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے دو۔ توراۃ میں تفصیل ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا تھا کہ وہ خدا کے حکم سے بنی اسرائیل کو مصر سے تین دن کے فاصلے پر بیابان میں لے جائیں گے۔ تاکہ وہاں خدا کی عبادت کریں۔ اور خدا کے سامنے قربانی پیش کریں۔ فرعون نے یہ مطالبہ نامنظور کر دیا۔ اس پر کئی بلائیں باری باری مصر پر نازل ہوئیں۔ قرآن میں ان بلاؤں کا ذکر بہت ہی مختصر ہے اور توراۃ (کتاب خروج) میں بڑی تفصیل سے ہے۔ لکھا ہے کہ جب مصر پر مچھروں کی بلا ٹوٹی تو فرعون نے موسیٰ سے کہا کہ اچھا جاؤ۔ اور اپنے خدا

کے لئے قربانی کرو۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا " یوں کرنا لائق نہیں کہ ہم خداوند اپنے خدا کیلئے وہ قربانی کریں جس سے مصری نفرت رکھتے ہیں۔ اگر ہم مصریوں کی آنکھوں کے آگے وہ قربانی کریں جس سے وہ بیزار ہیں تو کیا وہ ہمیں سنگسار نہ کریں گے؟ پس ہم تین دن کی راہ بیابان میں جائیں گے اور اپنے خدا کے لئے جیسا وہ ہم کو فرمائے گا قربانی کریں گے "

حضرت کے اس جواب سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ایسا جانور بھی تھا جسے ذبح کرنیوالوں کو مصری مار ڈالتے تھے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وہ گائے تھی جسے مصری پوجتے تھے اور جس کے مارنے والے کی جان لے لیا کرتے تھے۔ ہندوستان کے ہندوؤں کا چلن بھی یہی ہے۔ اور اس چلن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں نے گائے کی پوجا پرانے مصریوں سے لی ہے۔ پچھلے صفحوں میں بھی آپ دیکھ آئے ہیں کہ کئی باتوں میں پرانے مصری اور ہندو ایک ہیں۔ گائے کی پوجا اور گائے کے بدلے آدمیوں کا خون کرنا بھی اس کی ایک مثال ہے۔ ہندوستان میں بھی گائے کی قربانی پر فساد ہوتے ہیں۔ اور انسانوں کو جانور کے بدلے ہلاک کیا جاتا ہے۔ اور مصر میں بھی یہی حال تھا کہ موسیٰ کو گائے ذبح کرنے کی اجازت نہ تھی۔

یہودیوں پر آفت معلوم ہوتا ہے جب مصر پر فرعون کی اکڑ فوں کی وجہ سے بلائیں پر بلائیں ٹوٹ رہی تھیں اور فرعون بالکل بے بس ہوتا جاتا تھا تو اس کے درباریوں میں بے چینی پیدا ہوئی۔ اور اُن کے وفد نے فرعون سے کہا " کیا آپ موسیٰ اور اُس کی قوم والوں کو چھوڑے ہی رہیں گے۔ تاکہ ملک میں خرابی پھیلاتے رہیں اور آپ سے اور آپ کے دیوتاؤں سے منھ موڑ کر نئے خدا کا جھنڈا گاڑتے پھریں؟"

آسمانی بلاؤں کا توڑ فرعون کے پاس نہ تھا۔ خدا نے حضرت موسیٰ کو بھی وہ زور دیا تھا کہ فرعون اُن کا بال بیکا نہ کر سکتا تھا۔ مگر اپنی پادشاہی اُسے بچانی تھی۔ درباریوں کو دلاسا دینے کے لئے اور کیا کر سکتا تھا کہ یہودیوں پر پھر وہی ظلم جاری کر دے جو اسکے باپ رامسس دوم نے ایجاد کیا تھا۔ چنانچہ درباریوں کی فریاد سن کر کہنے لگا۔ گھبراتے اور ڈرتے کیوں ہو۔ اسرائیلی اب بھی ہمارے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم پھر اُنکے لڑکوں کے گلے گھونٹنے کا کام جاری کر دیں گے۔ صرف لڑکیاں جینے دیں گے۔ اسطرح دیکھتے دیکھتے انکی نسل ختم ہو جائیگی

چنانچہ فرعون کے حکم سے یہودیوں کے لڑکوں کا پھر قتل عام شروع ہو گیا۔ اس اندھیر پر اسرائیلیوں کا چیخ اٹھنا قدرتی بات تھی۔ وہ حضرت موسیٰ سے بھی خفا ہو گئے اور کہنے لگے۔ "تجھ سے پہلے بھی ہم بُری طرح ستائے گئے تھے اور تیرے آنے کے بعد بھی ستائے جا رہے ہیں۔"
حضرت نے انھیں ڈھارس دی۔ میری قوم والو اللہ سے مدد مانگو اور اپنے دل مضبوط رکھو یاد رکھو یہ زمین آدمیوں کی نہیں ہے۔ خدا کی ہے اور وہ اسی جسے چاہتا ہے زمین کا مالک بنا دیتا ہے۔ کیا عجب ہے تمہارا رب تمہارے دشمن کو مٹا ڈالے۔ اور تمہیں زمین کی حکومت دیکر دیکھے۔ کیا کرتے ہو۔ اور اے میری قوم کے لوگو اگر واقعی تم اللہ پر ایمان لا چکے ہو تو پھر اللہ ہی پر بھروسہ رکھو۔"

یہ مؤثر تقریر سنکر یہودیوں نے کہا۔ ہاں ہمارا بھروسہ اللہ ہی پر ہے۔ اے ہمارے رب ظالموں کے ہاتھوں ہماری آزمائش نہ ہونے دے۔ اور اپنی بخشش اور رحمت سے ہمیں ناشکری قوم کے چنگل سے نکال لے۔"

فرعون کی غرقابی

توراۃ میں لکھا ہے کہ مصر پر جب کوئی نئی بلا ٹوٹی تو فرعون حضرت موسیٰ سے کہتا اپنے خدا سے دعا کرو۔ یہ بلا دور ہو جائے گی تو میں اسرائیلیوں کو تمہارے ساتھ جانے دوں گا۔ مگر جب حضرت کی دعا سے بلا ٹل جاتی تو مکر جاتا آخر یہ بلا ٹوٹی کہ راتوں رات مصر کے پہلوٹھی کے بچے ایک ہی رات میں مر گئے۔ آدمیوں ہی کے نہیں مویشیوں کے بھی۔ لیکن اسرائیلیوں کا کوئی بچہ نہ مرا۔ توراۃ میں لکھا ہے "اور فرعون رات کو اٹھا، وہ اور اس کے سب نوکر اور سارے مصری اٹھے۔ اور مصر میں بڑا نوحہ تھا کیونکہ کوئی گھر نہ رہا جس میں ایک نہ مرا ہو۔" اس عذاب کے سامنے آخر فرعون کو گردن جھکا دینی پڑی۔ توراۃ میں لکھا ہے کہ فرعون نے رات ہی کو موسیٰ اور ہارون کو بلایا اور کہا "اٹھو اور میرے لوگوں میں سے نکل جاؤ۔ تم اور بنی اسرائیل جاؤ۔ اور جیسا تم نے کہا ہے خداوند کی عبادت کرو۔ اور اپنے گلّے اور گلّے بیل بھی لو جیسا تم نے کہا تھا اور روانہ ہو۔ اور میرے لئے بھی برکت چاہو۔" اس کے بعد توراۃ کہتی ہے کہ بنی اسرائیل نے کمر باندھ لی۔ مگر جانے سے پہلے مصریوں سے چاندی سونے کے برتن اور قیمتی کپڑے بھی عاریتاً لے لئے اور اس طرح انھوں نے مصریوں کو لوٹ لیا۔"

غرضکہ بنی اسرائیل اس حالت سے نکل گئے۔ مگر جب فرعون نے یہ سنا کہ بنی اسرائیل مصریوں کی دولت بھی لے گئے ہیں تو فرعون یہ سن کے بہت خفا ہوا اور حکم دیدیا کہ فوجیں جمع کی جائیں پھر وہ خود سپہ سالار بن کر اسرائیلیوں کا پیچھا کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اسرائیلی پیدل تھے۔ لدے پھندے چلے جا رہے تھے۔ بہت تیز نہیں جاسکتے تھے۔ مگر فرعون اور اُس کی فوج رتھوں اور گھوڑوں پر سوار تھی۔ اسرائیلی سینا کی زمین پر قدم رکھنے بھی نہ پائے تھے کہ فرعون اپنی فوج کے ساتھ آپہونچا۔ اسرائیلی غلامی میں رہنے کی وجہ سے ڈرپوک بن چکے تھے۔ دشمن کو سامنے آتا دیکھکر کانپنے لگے۔ اور موسیٰ سے کہا دشمن آگیا۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا میرا پروردگار میرے ساتھ ہے تم ذرا نہ گھبراؤ۔ بڑی نازک گھڑی تھی۔ اسرائیلی نہتے تھے۔ اور بال بچوں کے ساتھ تھے۔ لڑ بھی نہیں سکتے تھے۔ لیکن فرعون اپنی بے پناہ قوت کے ساتھ آپہونچا تھا۔ مگر خدا جس کے ساتھ ہو اُسے کون چھیڑ سکتا ہے۔ عین وقت پر حضرت کے پاس خدا کا حکم پہنچا۔ اپنی لکڑی سمندر پہ مار۔ لکڑی پڑتے ہی سمندر کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ بیچ میں سوکھا راستہ بن گیا۔ اور دونوں طرف پانی اس طرح کھڑا ہوگیا۔ جیسے آمنے سامنے دو اونچے پہاڑ کھڑے ہوں۔ حضرت موسیٰ اپنی قوم کو بیچ کے راستے سے لئے چلے گئے۔ اور سینا کی زمین میں پہنچ گئے۔ جو سمندر کے پار تھی۔ فرعون بھی اسی سوکھے سمندر میں اپنی فوج کیساتھ داخل ہوگیا۔ سمجھا کہ پالا مار لیا ہے۔ اب اسرائیلی کہاں بھاگ سکتے ہیں۔ مگر دفعتاً کیا دیکھتا ہے کہ دونوں طرف کا کھڑا ہوا پانی گرنے لگا۔ اور اُس کی فوج ڈوبنے لگی۔ جب خود بھی ڈوبنے لگا تو کہا "میں بھی اس اکیلے ایک خدا پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لاچکے ہیں۔ اور اب فرمانبرداروں میں سے ہوں" اس پر خداوندی صدا بلند ہوئی۔ "اب؟ — تُو اب ایمان لاتا ہے۔ حالانکہ پہلے کتنی نافرمانیاں کرچکا ہے۔ اور تو فسادپھیلانے والوں میں سے تھا۔ تو اب یوں ہوگا کہ ہم تیری لاش مچھلیوں کو کھانے نہیں دیں گے۔ بگڑنے بھی نہیں دیں گے۔ اور سمندر سے باہر نکال دیں گے تاکہ تو اپنی لاش کے ساتھ اُن سب انسانوں کے لئے نشانی اور عبرت بنا رہے جو تیرے پیچھے دنیا میں آئیں گے" اور یہ وعدۂ خداوندی پورا بھی ہوگیا۔ فرعون اپنی ساری فوج اور کنبے کے ساتھ ڈوب چکا تھا۔ مگر موجیں فرعون کی لاش کو خشکی پر لے آئیں۔ مصری اُسے پایۂ تخت میں لے گئے اور دستور کے مطابق اُس میں مسالے لگائے گئے۔ اور اُسے شاہی قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ مدتوں دفن رہنے کے بعد اب یہ لاش نکل آئی ہے

کہیں سے ٹوٹی پھوٹی نہیں ہے اور خدا کے فرمان کے بموجب ساری دنیا کو سبق دے رہی ہے کہ پروردگار سے اکڑنے والوں کا حشر یہ ہوتا ہے۔

موسیٰ مصری افسانے میں منفتاح کی عرقابی مصر کے لئے بہت بڑی مصیبت تھی۔ مدتوں ملک میں خانہ جنگیاں اور لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اس اکھاڑ پچھاڑ میں مصری اپنے اسرائیلی غلاموں کو بھی بھول گئے۔ اور اُن کے سارے قصے کو بھی۔ یہاں تک کہ بطلیموس (سکندر کے سپہ سالار) کی حکومت جب جم گئی تو مصریوں نے توراۃ دیکھی اور اسرائیلیوں کا قصہ پڑھا۔ اچنبھے میں پڑ گئے۔ اپنے ہاں کے پرانے کاغذ چھان ڈالے۔ مگر اسرائیلی قصہ نہ ملا۔ یہ کمی اُنھوں نے اس طرح پوری کر دی کہ خود اپنے جی سے ایک افسانہ بنا لیا۔

افسانہ یہ ہے کہ فرعون امنوفتس یا امنوفیس نے چاہا کہ دیوتاؤں کو اپنی آنکھ سے دیکھے مگر اُسے بتایا گیا کہ دیوتا دیکھے نہیں جا سکتے۔ جب تک تمام کوڑھیوں اور اچھوتوں کو نکال نہ دیا جائے۔ فرعون نے ایسے سب لوگوں کو آبادیوں سے نکال کے طُرَہ کی کانوں میں قید کر دیا ان کی تعداد اسی ہزار تھی۔ ان میں کچھ پجاری بھی تھے۔ پجاری ستائے گئے تھے۔ اس لئے دیوتا روٹھ گئے اور کاہن نے فرعون کو خبر دی کہ ایک قوم سے اچھوتوں کا ایکا ہو جائے گا اور یہ سب مل کے مصر پر تیرہ برس راج کریں گے۔ یہ کہتے ہی کاہن نے خودکشی کر لی تاکہ فرعون اُسے سزا نہ دے سکے۔ مگر کاہن کا کہا پورا ہو کے رہا۔ ہیلی پُولیٹان کے ایک پنڈت اُسارسیف یا موسیٰ کے جھنڈے تلے اچھوت جمع ہو گئے اور ایک قوم بن گئے۔ موسیٰ نے اُن کے لئے شریعت بنائی اور اُنھیں لڑنا سکھایا۔ پھر موسیٰ نے یروشلم (بیت المقدس) میں بھیڑ بکری چرانے والوں کی اولاد سے ایکا کر لیا۔ اور فرعون کے خلاف بغاوت کر دی۔ فرعون باغیوں سے نہ لڑ سکا اور حبش میں بھاگ گیا۔ باغیوں نے مصر چھین لیا اور ہر طرف بربادی پھیلا دی۔ لیکن تیرہ برس بعد فرعون اپنے بیٹے رامسس کے ساتھ حبش سے آیا اور باغیوں کو ہرا کر ملک شام میں بھگا دیا۔ جہاں وہ اسرائیلی قوم کہلانے لگے۔

توراۃ بتاتی ہے کہ بنی اسرائیل مصر سے چلے تو اُن کے ساتھ دوسری قوموں کے بھی بہت لوگ ہو لئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے "سامری" بھی انہی لوگوں میں سے تھا۔ سامری کسی آدمی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ہندی۔ پنجابی، بنگالی۔ دہلوی کی طرح کا ایک لفظ ہے۔ عراق میں "سمیری

نام کی ایک قوم تھی۔ شاید سامری اسی قوم کا ایک شخص تھا، جو مصر سے اسرائیلیوں کے ساتھ نکل آیا تھا۔ اور عزد رہشیار کاریگر اور لائق آدمی تھا۔ ورنہ ایسا بچھڑا نہ بنا سکتا۔

بہر حال حضرت موسیٰ جب کوہ طور سے آئے اور بچھڑے کو پجتے دیکھا تو بہت بگڑے اور سامری کو بد دعا دی "جا زندگی میں تیرے لئے یہ ہونا ہے کہ برابر کہتا رہے نہ چھوؤ (مجھے) نہ چھوؤ۔ اور دیکھ جس بت کی پوجا پر تو جھکا رہا اور ریجھا رہا ہے اسے ہم جلا جلا کر راکھ کر ڈالیں گے اور اس راکھ کو سمندر میں اڑا کر بہا دیں گے۔"

کھلی بات ہے۔ آپ جان چکے ہیں کہ مصریوں میں چھوت چھات تھی۔ بنی اسرائیل کو اچھوت کہا جاتا تھا۔ پھر یہ بھی معلوم ہے کہ مصری گائے کو پوجتے تھے۔ اور سامری نے بچھڑا اسی لئے بنایا تھا کہ مصر میں گائے کی پوجا کی اسے لت پڑ چکی تھی۔

ہو سکتا ہے بلکہ یقینی ہے کہ حضرت موسیٰ نے بچھڑا بنانے کے جرم پر سامری کو اپنی قوم سے نکال دیا ہوگا۔ سامری مصر واپس نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ اسرائیلیوں کا ساتھ دینے کی وجہ سے مصریوں کا باغی بن چکا تھا۔ ان حالات میں بالکل ممکن ہے کہ وہ ہندوستان بھاگ آیا ہو۔ اور اپنے ہی جیسے بھگوڑوں سے مل کر اس نے ہندوستان میں مصریوں کی برہنی رسمیں پھیلا دی ہوں۔

منوسمرتی یا میناس سمرتی

ہندوؤں کی شریعت کی کتاب "منوسمرتی" ہے۔ کیا یہ ناممکن ہے کہ اس کتاب کا اصلی نام "میناس سامری" یا "میناس سمری" ہو؟ اور ہزاروں برس کے اندر آہستہ آہستہ بدلتا ہوا "منوسمرتی" بن گیا ہو؟

ہم کہہ چکے ہیں کہ پرانے ہندوؤں کی کوئی تاریخ کہیں موجود نہیں ہے۔ لیکن مصر کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہاں ایک بہت بڑا بادشاہ میناس کے نام سے گزرا ہے۔ اسی بادشاہ کو تمام مورخ ابھی حال تک پورے مصر کا پہلا فرعون مانتے رہے۔ جیسا کہ ہم بتا آئے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ سامری نے ہندوستان آکر اسی مصری فرعون کی طرف اپنی کتاب منسوب کر دی ہو اور اپنی یاد بھی باقی رکھنے کے لئے اس کا نام "میناس سامری" رکھ دیا ہو۔

پرانے زمانے کا مصر۔ تمدن و تہذیب میں تو بہت آگے بڑھا ہوا تھا۔ مگر مذہب و روحانیات میں بہت پیچھے تھا۔ مصریوں کے پاس نہ کوئی مذہبی کتاب تھی اور نہ لکھی ہوئی دینی شریعت تھی۔ فرعون اور مندروں کے مہنت جو کچھ

کہتے تھے اُسی کو شریعت اور دینی حکم سمجھا جاتا تھا جب تک فرعونوں میں زور رہا مصری انہی کو زمین پر دیوتاؤں کا مظہر یا اوتار مانتے رہے فرعون۔ آمن دیوتا کا براہ راست سگا بیٹا سمجھا جاتا تھا اُس کی پوجا ہوتی تھی جیتے جی بھی اور مرنے پر بھی! فرعون کی اطاعت کرنا اور ہر ممکن طریقے سے اُس کی خوشنودی حاصل کرنا۔ اُسی طرح فرض خیال کیا جاتا تھا جس طرح توحید والوں کے ہاں خدا کی اطاعت کرنا اور خوشنودی حاصل کرنا فرض سمجھا جاتا ہے۔

مصری بُت پرست تھے۔ بہت سے دیوتا پوجتے تھے۔ ہر شہر بلکہ ہر گاؤں کا دیوتا الگ تھا۔ اور وہاں صرف اُسی کو پوجا جاتا تھا۔ وہی آبادی کا بچانے والا مانا جاتا تھا۔ جب کوئی آدمی اپنے گاؤں یا شہر سے چلا جاتا تھا۔ تو اپنے دیوتا کو بھی چھوڑ جاتا تھا۔ اور نئی جگہ کے دیوتا کی پوجا کرنے لگتا تھا۔ کیونکہ سمجھتا تھا کہ اب دوسرے دیوتا کی عملداری میں آگیا ہے اور یہی دیوتا کام آسکتا ہے۔ چنانچہ ممفس کا دیوتا۔ فتاح تھا۔ ہیلیو پولیس (عین شمس) کا اُتوم تھا۔ تھوتھ کا جحوم تھا اور تھیبس کا امن۔

مصریوں کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ بہت سے دیوتا اپنے پوجنے والوں کے سامنے اپنی اصلی صورت میں بھی آجاتے ہیں۔ چنانچہ کہتے تھے شمالی مصر کے شہر۔ ڈیڈو کا دیوتا سہنیر کی صورت میں ظاہر ہوتا تھا۔ اکثر دیوتا۔ کیڑے مکوڑوں اور جانوروں کی شکل کے مانے جاتے تھے۔ جیسے فتاح کی صورت بچھڑے کی تھی امن کی صورت۔ مینڈھے کی۔ سبک کی صورت۔ مگرمچھ کی۔ راکی اور یس کی صورت۔ سیاہی کی۔ بستیت کی صورت۔ بلی کی! انوبس کی صورت۔ کتے کی۔ ایپس کی صورت۔ بیل کی تحوت کی صورت۔ بندر کی۔ توریس کی صورت۔ سور کی انزوریس کی صورت۔ خرگوش کی بناتے تھے۔

مصری یہ بھی مانتے تھے کہ اُن کے دیوتا۔ شادی بیاہ کرتے ہیں۔ اولاد رکھتے ہیں۔ اور آدمیوں کی طرح مر بھی جاتے ہیں۔ مگر اپنی نسل دُنیا میں ضرور باقی رکھتے ہیں چنانچہ تھیبس کا ثالوث تین خداؤں کا مل کر ایک خدا بن جانا ماں بیوی اور بیٹے کا مجموعہ تھا! امن میاں تھا۔ موت اُس کی بیوی تھی اور خنس۔ دونوں کا چہیتا بیٹا تھا۔ اور ریرس دیوتا کی موت کے قائل تھے۔

مصریوں کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ دیوتا اُن کی طرف سے لڑتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس جگہ کے مصری زیادہ لڑائیاں جیت لیتے تھے۔ وہاں کا دیوتا۔ زیادہ مشہور ہو جاتا تھا اور زیادہ زبردست مان لیا جاتا تھا۔ تھیبس شہر کے شاہی خاندان نے مصر کو دوبارہ آزادی دلائی تھی۔ اور بہت بڑی سلطنت کھڑی کر دی تھی اس لئے تھیبس کا دیوتا۔ امن سب سے بڑا دیوتا مان لیا گیا تھا کیونکہ اس دیوتا جیسی "فتوحات" کسی اور دیوتا کو نصیب نہ ہو سکی تھیں۔ پھر امن۔ فرعون کا خاص دیوتا بھی تھا اور سگا باپ بھی تھا۔ اس لئے مصر میں سب سے

عہ اسی شہر کی جگہ اب "مصر جدیدہ" آباد ہوا ہے اور قابل دید ہے۔

اونچا نام اسی کا ہو گیا۔ اور ہر جگہ پوجا جانے لگا۔ اگرچہ مقامی دیوتا بھی اپنی اپنی گدی پر بیٹھے رہے!
امن کے عروج اور بڑائی کا اندازہ اُس کے مندر کی آمدنی سے کیا جا سکتا ہے۔ رامسس چہارم (تقریباً [illegible])
کے زمانے میں تمام بڑے بڑے مصری دیوتاؤں کے مندر۔ ایک سو اُکہتر گاؤں کے مالک تھے۔ جن میں سے
نو شام اور ایتھوپیا (حبش) میں تھے۔ ایک لاکھ تیرہ ہزار چار سو تینتیس مرد عورت اُن کی غلامی میں تھے۔ چار
لاکھ ترانوے ہزار تین سو چھیاسی مویشیوں۔ دس لاکھ اکہتر ہزار سات سو اسی "اروریا" (زمین ناپنے کا
کوئی مصری پیمانہ) کھیتوں۔ پانچ سو چودہ تاکستانوں، اٹھاسی کشتیوں اور جہازوں۔ تین سو چھتیس کیلو
گرام سونے اور انتیس لاکھ ترانوے ہزار نو سو چونسٹھ گرام چاندی کے وہ مالک تھے! اس کے علاوہ تانبے کے ڈھیر اور
جواہرات اُن کے قبضے میں تھے۔ سینکڑوں گودام بھی اُن کے اپنے تھے۔ جن میں مہنتوں اور پجاریوں کے لئے اناج
تیل۔ شراب۔ شہد۔ سُکھایا ہوا گوشت بھرا رہتا تھا۔ اسی قدر نہیں چھ لاکھ اسی ہزار سات سو چودہ زندہ بطیں
انھوں نے پال رکھی تھیں۔ اور چار لاکھ چورانوے ہزار آٹھ سو نمک بھری مچھلیاں ہمیشہ اُن کے قبضے میں رہتی تھیں
ان سب میں امن کا حصہ ۳/۴ سے بھی زیادہ تھا! امن کے قبضے میں چھیاسی ہزار چار سو چھیاسی غلام۔ چار
لاکھ اکیس ہزار تین سو باسٹھ مویشی، آٹھ لاکھ اٹھانوے ہزار ایک سو اڑسٹھ "اروریا" کھیت۔ چار سو تینتیس
تاکستان اور چھپن مصری گاؤں تھے۔ شام اور حبش کے سب گاؤں بالکل امن ہی کے تھے۔ کوئی ان میں
اُس کا شریک نہ تھا۔ ایک شامی گاؤں میں امن کا مندر بھی تھا۔ اور جب شام والے مصری وائسرائے کو خراج
دینے آتے تھے تو انہیں فرعون کے امن دیوتا اور باپ کی پوجا بھی کرنی پڑتی تھی۔
عجیب بات یہ ہے کہ مصریوں کے خیال میں آدمیوں کی طرح دیوتاؤں کو بھی دھوکہ دینا آسان تھا اس
خیال کی تفصیل تو ہم آگے چل کر دینگے۔ مگر صاف ظاہر ہے کہ جو قوم خود اپنے معبودوں کو ایسا سمجھتی
ہو۔ اُس کا چلن بہت اونچا نہیں ہو سکتا۔ یہ بات نہیں ہے کہ مصر کے تمام باشندے۔ برائیوں اور بدکاریوں
میں ڈوبے ہوئے تھے۔ لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ پُرانے مصر میں اعلیٰ اخلاق کی کمی تھی۔ لوگ اس بھروسے
پر کہ مرنے کے بعد دیوتاؤں کو کسی کسی طرح دھوکہ دے کر سزا سے بچ جائیں گے۔ برائیوں سے بچا جاتے تھے
مصری مہنتوں اور فرعونوں کے حکموں پر چلتے تھے۔ آہستہ آہستہ یہ حکم۔ ایک طرح کا
اخلاقی ضابطہ یا قانون بن گئے تھے۔ جن میں اخلاقی مصنف اور معلم اپنی کتابوں میں لکھ کر قوم کے
سامنے پیش کیا کرتے تھے۔ ان کتابوں کے کچھ کچھ ٹکڑے مل گئے ہیں۔ مگر ان سے بھی یہی ثابت
ہوتا ہے کہ مصر کے باشندوں کا اخلاق اونچا نہ تھا۔

ایک مصری مصنف کا نام "انی" تھا۔ اس کا زمانہ معلوم نہیں ہوسکا لیکن بہت پرانے وقتوں میں تھا۔ بہت بوڑھا بھی تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کے لئے مکالمے کی صورت میں ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کتاب کے اُن حصوں سے بھی جو آج تک باقی ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ مصر کی اخلاقی حالت اچھی نہ تھی۔

"انی" اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے لکھتا ہے:۔

"اُس عورت سے ہوشیار رہ جو اپنے گھر سے چوری چھپے نکل کر شہر میں ماری ماری پھرتی ہے۔ نہ اس عورت کا پیچھا کر نہ اس جیسی کسی اور عورت کا۔ ایسی عورتوں کا تجربہ کرنا ایسا ہے جیسے کوئی ایسے سمندر میں جانے کا تجربہ کرے جس کی گہرائی کا حال کسی کو معلوم نہیں ہوا"

"وہ عورت جس کا مرد، گھر سے دور ہے، تجھے خط پر خط بھیجتی ہے اور روز اپنے پاس بلاتی ہے، مگر اُسی وقت جب اکیلی ہوتی ہے، خبردار! اگر وہ تجھے اپنے جال میں پھانس لیگی تو یاد رکھ، یہ ایک ایسا جرم ہے، جس کے کھلتے ہی موت کی سزا ہو جاتی ہے، چاہے آدمی نے بے وقوفی کا کام نہ بھی کیا ہو، اور یہ سزا اس لئے دی جاتی ہے کہ اکیلے میں ایسی ترغیب اور لُوبھ کے ہوتے ہوئے آدمی ہر قسم کا گناہ اور جرم کرسکتا ہے:"

"انی" کی ان سطروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ پُرانے مصر میں بدکاری کا زور تھا، عورتوں میں بے حیائی بڑھی ہوئی تھی۔ مَردوں کو خود بلاتی تھیں! ساتھ ہی یہ مصری قانون بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اکیلے گھر میں عورت سے ملنا، چاہے کسی ارادے سے ہو، بہت بڑا جرم تھا، اور اِس جرم پر موت کی سزا دی جاتی تھی۔ یہ سخت قانون اسی لئے بنایا گیا ہوگا کہ ایسے جُرم عام ہو چکے تھے۔

آگے چل کر بوڑھا "انی" اپنے بیٹے سے کہتا ہے:۔

"شراب خانوں میں جھگڑا نہ کیجو ورنہ تجھے اُن لفظوں پر بُرا کہا جائیگا، جو بیہوشی کی حالت میں تیرے مُنہ سے نکل جائینگے۔ بہت نشہ ہو جائیگا تو گر پڑے گا۔ تیرے گھر والے بیہال ہو جائینگے اور خود تجھے سنبھالنے کے لئے کوئی ہاتھ بھی نہ بڑھے گا۔ تیرے جانی دوست بھی جو تیرے ساتھ ہونگے، چلا اُٹھینگے "نکالو اِس بدمست شرابی کو" یاد رکھ تو پیدا ہوا ہے کچھ کام کرنے کے لئے، مگر تو پایا گیا ہے لُڑھکتا ہوا زمین پر، ننھے بچوں کی طرح"

یہ نصیحت بھی ظاہر کرتی ہے کہ مصریوں کا اخلاق زیادہ اونچا نہ تھا۔ شراب خانوں میں بدمست ہو کر لڑتے تھے، اور گہرے دوست بھی وقت پر ساتھ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ لیکن "انی" نے اپنے بیٹے کو ماں کے بارے میں جو نصیحت کی ہے، وہ اثر میں ڈوبی ہوئی ہے، اور اس لائق ہے کہ دنیا بھر کے آدمیوں کے ساتھ رہے۔ "انی" لکھتا ہے:۔

"سب ماؤں کی طرح جب تیری ماں تجھے اپنے پیٹ میں اٹھائے ہوئے تھی تو تو بھاری بوجھ تھا، مگر وہ تجھ سے یہ بھی کہہ نہ سکتی تھی کہ اپنا بوجھ اُٹھانے میں اس کا ساجھی بن جا۔ اور جب تو نو مہینے پورے ہوجانے پر پیدا ہوا تو تجھے پالنے اور سُکھ دینے کے لئے وہ خود اپنی مرضی سے تیری لونڈی بن گئی! اُس کی چھاتی تین برس تیرے مُنہ میں پڑی رہی۔ تیری عادتیں میلی ہوتی جاتی تھیں، مگر اُس کے دل نے کبھی گِھن نہیں کھائی۔ اُس نے کبھی یہ بھی نہیں کہا کہ یہ سب میں کیوں کروں! اور جب تو لکھنا پڑھنا سیکھنے مدرسے جاتا تھا، تو وہ روز تیرے پیچھے گھر سے کھانا پانی لے جاتی تھی۔

اب تو پورا جوان ہے۔ تیری بیوی بھی آگئی ہے۔ تو اپنے لئے الگ گھر بھی بنا چکا ہے، مگر نہ تجھے اپنی پیدائش بھولنی چاہئے اور نہ وہ تکلیف، جو تیری ماں تیرے لئے اٹھا چکی ہے۔ خبردار! اُس کا غصہ کبھی تجھ پر بھڑکنے نہ پائے، اور وہ تجھ سے کُڑھ کر کبھی اپنے ہاتھ خدا کی طرف نہ اُٹھائے، کیونکہ خدا اُس کی فریاد ضرور سُن لے گا۔"

اوپر بتایا جاچکا ہے کہ مصر میں گاؤں گاؤں کا دیوتا الگ الگ تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا جاچکا ہے کہ جس دیوتا کے پوجنے والے زیادہ لڑائیاں جیت لیتے تھے وہی دیوتا زیادہ مشہور و مقبول ہوجاتا تھا۔ شہر تھیبس کا دیوتا، اسی لئے سب سے اونچا ہوگیا تھا کہ تھیبس کے فرعونوں نے ایسے پالے مارے تھے۔ جو کبھی مصریوں کے خیال میں بھی نہیں آئے تھے۔ اس عقیدے کی وجہ سے دیوتاؤں کی تعداد میں بہت کمی ہوگئی۔ پھر بھی مصری بہت سے دیوتا مانتے ہی رہے، جن میں سے بعض کے مختصر حالات بیان کے جاتے ہیں۔

خنمو

اس دیوتا کا دھڑ، آدمی کا سا ہوتا تھا اور چہرہ، بھیڑ کا۔ اس کے سر پر "مقدس" تاج

دکھاتے تھے، جس کی حفاظت ایک سانپ کیا کرتا تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ مصریوں کا یہ ایک سب سے پُرانا دیوتا ہے۔ سمجھتے تھے کہ خنمو میں دیوتا آمن، اور دیوتا فتاح کی بھی بعض صفتیں پائی جاتی ہیں۔ اسی لئے خنمو کی تصویریں اس طرح بناتے تھے کہ وہ مٹی سے آدمی کے پُتلے ڈھال رہا ہے۔ یہ صفت فتاح کی تھی۔ مصریوں کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ خنمو ہی نے اوزیریس دیوتا کی بکھری ہوئی ہڈیاں جمع کی تھیں۔ ساتھ ہی خنمو کو دیوتاؤں کا باپ بھی مانتے تھے۔ اس کا بُت ہمیشہ ہرے رنگ میں رنگا رہتا تھا۔

فتاح

یہ دیوتا، خنمو سے بھی زیادہ پُرانا سمجھا جاتا ہے۔ مصر کی پہلی راج دھانی مُمفس میں اسکی پوجا پہلے شاہی خاندان کے جنم لینے سے بھی پہلے ہوتی تھی (تقریباً ۵۵۰۰ ق م) مصری کہتے تھے کہ تمام دیوتا اسی فتاح کی آنکھ سے پیدا ہوئے ہیں، اور آدمی اس کے مُنہ سے۔ ہندستان میں بھی دیوتا برھما کے بارے میں قریب قریب ایسا ہی عقیدہ ہندو رکھتے ہیں۔ ہندو کہتے ہیں کہ برہمن برھما کے مُنہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ چھتری اُس کے بازو سے۔ ویش اُس کے پیٹ سے۔ اور شودر اُس کے پاؤں سے! بہرحال مصری اپنے اس دیوتا کی تصویر اس طرح بناتے تھے کہ عصا اس کے ہاتھ میں ہوتا تھا، جسے قوت، زندگی، اور دوام کا نشان مانتے تھے۔

تمُو، یا اَتمُو

یہ دیوتا، دن اور رات کا ختم کرنے والا مانا جاتا تھا۔

مُوت

یہ شہر تھیبس کی ایک دیوی تھی، جسے پیدا کرنے والے نیچر کا مظہر مانتے تھے۔

خَبیرَہ

اسے بھی فتاح کی صفتوں کا مالک مانا جاتا تھا۔ کہتے تھے اس دیوتا نے خود اپنے آپ کو

پیدا کیا ہے۔ اس کی صورت اس طرح بناتے تھے کہ دھڑ آدمی کا اور منہ کوبرے (کالے سانپ) کا۔ یہ عقیدہ پھیل گیا تھا کہ یہ دیوتا، سب دیوتاؤں کا باپ ہے، اور دنیا بھی اسی نے پیدا کی ہے۔

بَسْت

یہ دیوی شمالی مصر کے شہر بَسْت (بوسطہ) میں پوجی جاتی تھی۔ اِس کی صورت آدمی کی سی اور سر بلی کا سا ہوتا تھا۔ فتاح کی صفتوں میں شریک مانی جاتی تھی بعض مؤرخوں نے اس کا نام "سخت" لکھا ہے۔

نِت

یہ صعید (جنوبی مصر) کی دیوی تھی۔ اس کے ہاتھ میں تیر کمان دکھاتے تھے اور اس کے بت کو سبز رنگ سے رنگا کرتے تھے۔

رَا

یہ آفتاب کا دیوتا ہے ہیلو پولیس (عین شمس) میں پوجا جاتا تھا۔ پھر بہت سے شہروں میں پجنے لگا۔ اس کی شکلیں کئی قسم کی تھیں، اور اس کا نام خاص خاص موقعوں کے علاوہ زبان پر لایا نہیں جاتا تھا۔

ہُورِس

یہ دیوتا، صبح کا سورج ہے۔ اس کا سر شکرے کا سا ہوتا تھا اور کہتے تھے کہ یہ اِیزِیس اور اُوزِیرس کا بیٹا ہے۔ اس کا لقب تھا "اپنے باپ کا بدلہ لینے والا" کیونکہ اس نے "ست" سے بدلہ لیا تھا۔

اُوزِیرِس

یہ شہر مَنْدَس کا دیوتا تھا۔ شروع شروع اسے دریائے نیل کا مظہر سمجھتے تھے، مگر زمانہ تاریخ سے بہت پہلے اِسے مُردوں کا اور آخرت کا دیوتا مان لیا گیا تھا اور اس کی پرستش سارے مصر میں پھیل گئی تھی۔ مصریوں کا عقیدہ تھا کہ اوزیرس، سِبُو کا بیٹا ہے اور اس نے اپنی بہن ایزیس سے شادی کی۔ پھر اپنے باپ کو مصر کے تخت پر بٹھا کے ساری دنیا کو فتح کرنے اور مہذب بنانے کیلئے

چلا گیا۔ مگر اس کے ہم زلف ست نے دغا سے اسے مار ڈالا۔ مدت تک اس کی ہڈیاں بکھری رہیں۔ پھر اوزیرس زندہ ہو گیا اور آسمان کی بادشاہی کا مالک بن گیا۔ آخرت میں حساب کتاب کرنا بھی اسی کا کام ہے اور اسی کی خوشنودی سے پرانے مصریوں کے بقول آدمی نجات پا سکتا ہے!

ایزیس

یہ دیوی، ہورَیس کی ماں اور اوزیرس کی بیوی کہی جاتی تھی۔ اوزیرس کے قاتل ست نے نفتیس سے شادی کی تھی جو ایزیس کی بہن تھی۔ یعنی اوزیرس، ایزیس، نفتیس، اور ست یہ سب آپس میں بہن بھائی بھی تھے۔ ایزیس کی صورت دو قسم کی ہوتی تھی:۔ کبھی حسین عورت کی صورت اور کبھی حسین عورت کے جسم کے ساتھ گائے کا منھ۔

نفتیس

اوزیرس اور ایزیس کی بہن اور ست کی بیوی۔ اس کی تصویریں اس طرح ہیں کہ اوزیرس کی لاش کے سامنے کھڑی ماتم کر رہی ہے۔ مصری خرافات میں ہے کہ ایک دفعہ دھوکہ سے اوزیرس اسے ایزیس یعنی اپنی بیوی سمجھا۔ اس غلطی کا یہ نتیجہ نکلا کہ نفتیس کو حمل رہ گیا اور انوبیس پیدا ہوا۔

ست

یہ بدی کا دیوتا ہے۔ اوزیرس کو اسی نے مارا تھا، لیکن اوزیرس کے بیٹے، ہورس نے اس سے بدلہ لے لیا۔ تھبکوس اسے پوجتے تھے، اور اس کی ماں خیتا اس کے نام پر قربانیاں کرتے تھے۔

انوبیس

اوزیرس کا ناجائز لڑکا، جسے مُردوں کا دیوتا سمجھتے تھے۔ اس کا جسم آدمی کا، اور سر گیدڑ کا ہوتا تھا

سبو

(آسمان) اکا شوہر، اور اوزیرس، ایزیس، اور دوسرے بہت سے دیوتاؤں کا باپ سمجھا جاتا تھا

توُت

آخرت کے دیوتا، اوزیرس کا میر منشی، وقت کا حساب لگانے والا، اور گنتی کا ایجاد کرنے والا مانا جاتا تھا۔ اس کی تصویریں اس طرح ہیں کہ اوزیرس کی عدالت میں کھڑا ہے۔ ہاتھ میں کاغذ اور قلم ہے، تاکہ نیکیوں اور بدیوں کا وزن لکھتا جائے۔

سَبَک

اس دیوتا کا سر، مگرمچھ کا تھا۔ کُوم اَمبُو اور فَیوُم میں پوجا جاتا تھا۔

ہاتور

اتوم کی بیوی تھی، جو "را" دیوتا کا ایک روپ ہے۔ اس کی شکل عورت کی تھی، جو اپنے سر پر باز کی صورت کا ایک خول چڑھائے رہتی تھی اور اس پر سینگ بھی ہوتے تھے۔ اس دیوی کے کئی نام تھے:۔ "دیوتاؤں کی محبوبہ" "مغرب کی ملکہ" "تھیبس کی ہاتور" یہ نسوانی فطرت کی طاقت کا مظہر تھی۔ اس میں ایزمِن کی قوت، اور مُوت کی بعض صفتیں مانی جاتی تھیں۔ اسے اکثر گائے کی صورت کا بناتے تھے جو تھیبس کی پہاڑیوں سے نکل رہی ہو۔

ماءَت

یہ قانون کی دیوی تھی اور "را" یعنی سورج دیوتا کی بیٹی سمجھی جاتی تھی۔ اس کی صورت عورت کی سی تھی جس کے سر پر قانون کا پر لگا رہتا تھا۔

حابی

یہ دریائے نیل کا دیوتا تھا۔ اور اس طرح بنایا جاتا تھا کہ آدمی ہے جو سر پر پھول اٹھائے ہوئے ہے، اسے ہرے اور لال رنگوں سے رنگا جاتا تھا۔

اَپیس

یہ گائے کا بچھڑا ہوتا تھا، اور بہت پُرانے وقتوں سے مَمفس میں پُجتا تھا۔ سقارہ کی زمین سے کئی ممی کئے ہوئے بچھڑے نکلے ہیں، جنھیں حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے ایک ہزار ساڑھے پانسو برس پہلے کا خیال کیا جاتا ہے

اَمن

پایہ تخت تھیبس میں، جیسا پہلے بتایا جاچکا ہے ایک ثالوث تھا (یعنی تین دیوتاؤں کا مجموعہ تھا) جس میں اَمن سب سے بڑا تھا۔ مصریوں کا عقیدہ تھا کہ اَمن، فتاح دیو کا بیٹا ہے اس کا لقب تھا "دونوں مصروں کا خدا، اور دیوتاؤں کا شہنشاہ"۔ اس کی شکل کبھی انسان کی بھی بناتے تھے، جو سر پر سینگ پہنے رہتا تھا۔ مصری اِسے اپنی آزادی و خود مختاری کا بھی دیوتا یقین کرتے تھے۔ کیونکہ اِسی کے پوجنے والے مصری نوابوں نے مصر کو ہیکسوس کی غلامی سے نکالا تھا اور بڑی بھاری سلطنت قائم کردی تھی۔

مُوت

یہ تھیبس کے ثالوث کی دیوی ہے۔ اَمن کی بیوی۔ اسے پیدا کرنے والے نیچر کا مظہر مانا جاتا تھا

خنسُو

تھیبس کے ثالوث کا دیوتا، اور آمن کا بیٹا مانا جاتا تھا۔ اسے چاند کا دیوتا سمجھتے تھے اس کی شکل اس طرح کی تھی کہ دھڑ آدمی کا اور مُنھ باز کا۔ یہ اپنے سر پر چاند اٹھائے دکھایا جاتا تھا، اس کا دوسرا نام، نَفر۔ حَتپ تھا۔

مَنتو

بعد کی قوموں کی طرح پرانی مصری قوم کے بھی جنگی دیوتا تھے۔ اِن دیوتاؤں میں دو

زیادہ مشہور ہیں - ایک کا نام، منتو۔
منتو کو بعد کے زمانہ میں دیوتا "را" (سورج) کے ساتھ ملا دیا گیا تھا، اور اُسے "منتو را" کہنے لگے تھے۔ اس کی پوجا بہت سے مقاموں میں ہوتی تھی، جیسے تھیبس، مداموڈ، ارمنت، طود، اور اس دیوتا کے القاب بھی بہت تھے۔ پرانی تحریروں میں اِسے "تھیبس کے سردار، دیوتاؤں کے بادشاہ، اور دو توتوں کے دیوتا" کے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دیوتا بہت پرانا تھا، کیونکہ اس کا نام دوسرے دیوتاؤں کے ساتھ اہراموں پر بھی ملتا ہے۔ اور اس کی پرستش بھی کم سے کم چھٹے شاہی خاندان کے زمانے سے عام ہو چکی تھی، کیونکہ اس خاندان کا ایک فرعون "مرن را" اپنے بارے میں لکھتا ہے کہ میں دیوتا منتو کی طرح میدان جنگ سے فتحیاب لوٹا۔
دیوتا منتو کو عام طور پر ایک ایسے انسان کی صورت میں دکھایا جاتا تھا، جس کا دھڑ تو آدمی کا ہے، مگر سر، باز کا سا ہے، جس پر سورج کا تاج رکھا ہے، اور دو پر بھی تاج کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ ایک تصویر میں اُسے اس طرح بھی دکھایا گیا ہے کہ لمبا نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے ہے، جس کی انی لوہے یا برونز دھات کی ہے اور ایک دشمن قیدی پر وار کر رہا ہے۔
لیکن اس دیوتا کی جب پرستش شہر زرت میں شروع ہوئی (یہ شہر آج کل ایک گاؤں ہے۔ طود اس کا نام ہے، اور اقصر سے بیس کیلو میٹر کے فاصلے پر جنوب میں واقع ہے) تو اس کی صورت بدل گئی، اگرچہ اس کی جنگی طبیعت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، اور یہ بدستور لڑائی کا دیوتا ہی رہا۔ زرت میں اسے آدمی کی طرح بنانے لگے، جس کا سر بیل کا ہوتا تھا، اور اس کے ہاتھ میں کئی قسم کے ہتیار رہتے تھے۔
جنگ قادش کے حالات میں اس دیوتا کا بہت تذکرہ آیا ہے۔ لکھا ہے کہ فرعون رامسیس دوم، میدان جنگ پر اس طرح چمکا، جس طرح "را" (سورج) چمکتا ہے، اور اس نے باپ منتو کے ہتیار اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ پھر دشمنوں پر تھیبس کے سردار منتو دیوتا کی طرح ٹوٹ پڑا۔ فرعون نے ہتیار اٹھائے، اپنی رتھ پر سوار ہو گیا، معرکے میں گھس پڑا اور تمام دشمنوں کو برباد کر کے فتح یاب ہو گیا۔
منتو دیوتا کا ایک لقب "طاقتور بیل" بھی تھا۔ اس لقب سے غرض یہ تھی کہ دیوتا لو

طاقت و قوت کا مظہر بتایا جائے۔ شہر مدآمود کے مسدر پر یہی لقب لکھا ہوا ہے، اور پرانی تحریروں میں بتایا گیا ہے کہ اس شہر میں لڑائی کا ایک میدان بھی تھا، جس میں "مقدس بیل" (جو منتو دیوتا کا مظہر سمجھا جاتا تھا) لڑتا تھا۔ ظاہر ہے لڑائی کا مطلب، اصلی لڑائی نہیں ہوسکتا، کیونکہ اصلی لڑائی میں "مقدس بیل" کے زخمی ہونے یا مرجانے کا اندیشہ تھا، اور معلوم ہے مصری اپنے دیوتا کا یہ حشر دیکھنا پسند نہیں کر سکتے تھے۔ لہذا لڑائی سے مراد فرضی لڑائی ہے خود مدآمود کا مصری نام "حَتْ عُجَات" تھا، جس کے معنی ہیں "لڑائی کا گھر"۔

منتو دیوتا کا اصلی مندر، مدآمود ہی میں تھا، اور اس کی عبادت پر وہ تمام فرعون بہت زور دیتے تھے، جو جنگ اور فتوحات کے شائق تھے۔ اٹھارویں خاندان میں اس دیوتا نے بڑی اہمیت حاصل کر لی تھی، کیونکہ یہ خاندان بڑا جنگ جو تھا۔ اس خاندان کے مشہور فرعون، تھوتمس سوم نے، جسے پرانے مصر کا نپولین کہا جاتا ہے، منتو دیوتا کا مندر نئے سرے سے بنایا تھا۔ اس کے بعد فرعون امنوفیس اور تھوتمس چہارم نے اس مندر میں بہت اضافہ کیا۔ انیسویں خاندان کے فرعون بھی یہی کرتے رہے۔ سیتی اول اور رامسس دوم نے اس دیوتا کے لئے ایک عظیم الشان نیا مندر بنایا۔ عجیب بات یہ ہے کہ یونانی دور میں بھی اس دیوتا کی عظمت باقی رہی بطلیموس سوم نے، جو بڑا جنگ جو بادشاہ تھا اس دیوتا کے لئے ایک نیا مندر مدآمود شہر ہی میں بنا کر اپنی عقیدت کا ثبوت دیا۔ اس کے بعد بطلیموس پنجم نے بھی ایک مندر بنوایا، حتیٰ کہ جب رومن شہنشاہی قائم ہوئی، اور مصر، روم کا ایک صوبہ بن گیا، تب بھی اس دیوتا کی بڑائی قائم رہی۔ خود رومن فاتحوں نے اس سے عقیدت ظاہر کی اور اس کے مندر کو زیادہ سے زیادہ آراستہ کردیا۔ مسیحی زمانے ہی میں یہ دیوتا ہمیشہ کے لئے ختم ہوا ہے۔

بردی کاغذوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرہویں خاندان کے دورِ حکومت میں بھی منتو کی بڑی تعظیم کی جاتی تھی، اور سال میں دو دفعہ اس کے نام پر تہوار منائے جاتے تھے، جن میں فرعون سے لے کر معمولی مصری بھی شریک ہوتے اور خوشیاں مناتے تھے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ان تہواروں میں اگر رات کو کوئی سو جاتا تھا، تو اُسے اٹھا دیتے تھے، تاکہ خوشی میں اپنا پورا حصہ لے!

دیوی سخ مت

یہ دیوی جلانے والے سورج کی گرمی کا مظہر سمجھی جاتی تھی، اور اسی لئے قتل اور بربادی کی دیوی تھی۔ اس کے بارے میں پرانے مصریوں نے ایک لمبا قصہ گھڑا تھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

"را، بہت ہی زبردست دیوتا تھا اور مدتوں مصر پر حکومت کرتا رہا۔ لیکن جب بوڑھا ہوگیا تو اس کی کمر جھک گئی اور طاقت گھٹ گئی، اس کے ہونٹ کانپنے لگے، اور رال بہنے لگی۔ لوگوں نے یہ دیکھا تو دیوتا کا مذاق اڑانے لگے، اور کہنا شروع کردیا کہ ہمارے دیوتا کا گوشت سونا بن گیا ہے، ہڈیاں چاندی ہوچکی ہیں، اور بال، لاجورد کے تار ہیں۔

" دیوتا جلد ہی سمجھ گیا کہ اس کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ کبھی اس کو خیال بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ اس کے غلام اور رجاکر ایسی گستاخی کریں گے، مگر اب وہ دیکھ رہا تھا کہ یہ لوگ گستاخی کررہے ہیں۔ بہت سوچنے کے بعد دیوتا را نے دوسرے دیوتاؤں کو جمع کیا، اور انھیں گستاخیوں کا حال سُنا کر کہا کہ ناشکروں سے بدلہ لینا ضروری ہے۔ ایک دیوتا نے کہا کہ معاملہ بالکل آسان ہے۔ مجرموں کو پکڑلیا جائے۔ اُن پر مقدمہ چلایا جائے، اور ایسی سزائیں دی جائیں کہ سب لوگ ہمیشہ کے لئے ڈرجائیں۔ مگر را نے کہا، یہ ٹھیک نہیں ہے۔ گرفتاریاں شروع ہوتے ہی لوگ صحرا میں بھاگ جائیں گے اور مصر ویران ہوجائے گا۔ آخر بہت صلاح مشورے کے بعد دیوتاؤں نے طے کیا کہ را، اپنی ایک آنکھ کے نام فرمان صادر کرے اور اسے اجازت دیدے کہ اُن لوگوں سے پورا پورا بدلہ لے لے، جنھوں نے یہ گستاخی کی ہے۔ را نے یہ صلاح مان لی، اور اس کی آنکھ نے ایک عورت کی صورت اختیار کرلی، جس کا سر شیرنی کا تھا۔ را کی یہی آنکھ، دیوی سخ مت ہے۔

"اس کے بعد یہ ہوا کہ دیوی سخ مت، خون اور قتل کی پیاسی ہوکر پہاڑوں، میدانوں، شہروں، آبادیوں میں دوڑنے اور بڑی ہی بے رحمی سے قتل عام کرنے لگی۔ حالت یہ ہوگئی کہ ملک بھر میں ہر طرف خون کی ندیاں ہی بہتی دکھائی دیتی تھیں۔ را نیک دل معبود تھا اور بہت

ہی نرم مزاج- اُس نے دیکھا کہ جو دُنیا اُس کے ہاتھوں بنی اور پروان چڑھی تھی، اب ویران ہو چکی ہے، اور اُس کے پیدا کئے ہوئے آدمی، موت کے گھاٹ اُتر چکے ہیں۔ دنیا میں جو کچھ بھی اچھا اور خوبصورت تھا، فنا ہو گیا ہے- یہ دیکھ کر رَا کو بہت رنج ہوا، اور وہ بڑی ندامت سے اپنے دل میں کہنے لگا کہ آخر میں نے یہ کیا کیا؟

رَا نے چاہا کہ خوں ریزی اور بربادی ختم ہو جائے، مگر سخ مت خون پینے کی عادی بن چکی تھی، اُس نے دیوتا کی ایک نہ سُنی، اور اپنا کام کرتی رہی- قتل عام کرتی ہوئی، مصر کے درمیانی علاقوں میں بھی پہنچ گئی، مگر یہاں رات ہو گئی اور دیوی بے اختیار سو گئی-

"رَا" نے یہ موقعہ غنیمت جانا اور سوچنے لگا کہ کسی طرح اور زیادہ خوں ریزی نہ ہونے پائے- بہت سوچ کے اُس نے حکم دیا کہ بیئر شراب بنائی جائے- فوراً بے شمار مقدار میں بیئر بن گئی- دیوتا نے حکم دیا کہ زمین پر ہر جگہ یہ شراب بہا دی جائے- یہی کیا گیا، اور جب سخ مت جاگی تو اُسے ہر طرف یہ شراب دکھائی دی، جس کا رنگ خون جیسا تھا-

"سخ مت یہ دیکھ کر خوش ہو گئی اور سمجھی کہ یہ سب خون خود اُسی نے بہایا ہے پھر اُس نے زمین پر بہتی ہوئی شراب پینی شروع کر دی، کیونکہ خون پینے کی اُسے لت پڑ چکی تھی، اور اس شراب کو خون ہی سمجھتی تھی- جب بہت پی گئی تو شراب کا اُس پر اثر ہوا یست ہو کر سو گئی، اور صبح جب جاگی تو بھول چکی تھی کہ قتل اور خونریزی اُس کا کام تھا-

"اب سخ مت رَا کے پاس واپس آگئی، کیونکہ نیک بن چکی تھی- رَا نے اُس کا شاندار استقبال کیا، اور حکم دیا کہ ہر سال نوروز پر سخ مت کے لئے بیئر پیش کی جائے-

"اُس وقت سے اس دیوی کو برابر خوراک پہنچ رہی ہے"

غرضکہ سخ مت دیوی بھی مصریوں کے جنگی دیوتاؤں میں سے ایک تھی-

وحدانیت کی طرف کھنچاؤ
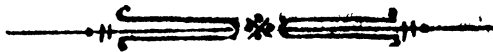
اوپر آپ دیکھ آئے ہیں کہ دیوتاؤں کے بارے میں مصریوں کی ذہنیت کیا تھی اور کس طرح جنگی فتوحات نے پایہ تخت تھیبس کے دیوتا، امن کو سب سے زیادہ مشہور و مقبول بنا دیا تھا۔ مصریوں کی یہ ذہنیت، تمدن کی ترقی کے ساتھ مضبوط ہوتی چلی گئی۔ اور وہ آہستہ آہستہ وحدانیت کی طرف کھنچنے لگے۔

مصری مذہب کی تاریخ کو غور سے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اونچے درجے کے لوگ عام طور پر رَا یعنی سورج کو پوجتے تھے۔ تھیبس مصر کی راج دھانی تھا اور تہذیب کا مرکز، مگر اس شہر کا دیوتا، رَا نہیں، امن تھا۔ کھلی بات ہے امن ایک فرضی اور بناوٹی دیوتا تھا، اور رَا بہرحال زبردست مادی وجود رکھتا تھا۔

سورج بھی خدا کی ایک مخلوق ہی ہے، مگر بڑی شاندار ہے، اور خدا نے ہماری زمین کی زندگی کا ذریعہ سورج ہی کو بنا دیا ہے۔ بہت سی قومیں سورج کی عظمت اور اس کا جلال دیکھ کر اس کی پجاری بن گئیں۔ مصریوں کا بھی یہی حال ہوا۔ ان کے خواص امن اور دوسرے سب دیوتاؤں پر رَا، یعنی سورج دیوتا کو ترجیح دینے لگے۔ تھیبس والوں نے یہ دیکھا تو ڈرے کہیں امن کے ساتھ تھیبس کی بڑائی بھی ختم نہ ہو جائے۔ عقلمند لوگ تھے، انہوں نے امن اور رَا کو ایک ساتھ ملا دیا، اور "امن را" کے نام سے اپنے دیوتا کی شہرت پھیلا دی۔

انھوں نے بس یہی نہیں کیا، بلکہ "امن را" کو ایک مستقل دیوتا قرار دیا، اور مصر کے خواص میں رَا (سورج) کی وحدانیت کا جو خیال پھیل چکا تھا، اُسے "امن را" سے جوڑ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اس عجیب دیوتا کی شان میں ایسی مناجاتیں پاتے ہیں، جو اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لئے ہو سکتی تھیں۔ ایک مناجات کا ترجمہ یہاں دیا جاتا ہے:۔

"تجھی نے زمین، چاندی، سونا بنایا ہے، اور تجھی نے بالکل اپنی خوشی سے سچے جواہرات بنائے ہیں! تجھی نے ہری بھری گھاس اگائی ہے، جسے چرند چرتے ہیں، اور تجھی نے سبزیاں پیدا کی ہیں، جن پر آدمی جیتے ہیں!

"تو ہی مچھلی کو دریا میں زندہ رکھتا ہے، اور چڑیوں کو جو ہوا میں سانس لیتی ہیں"!
"تو ہی انہیں ہوا پہنچاتا ہے جو انڈوں کے اندر بند ہیں، اور تو ہی کیڑوں میں روح پھونکتا ہے!
"تو ہی جھنجھیریوں میں، پیٹ پر رینگنے والوں میں، مچھروں میں، سانس پھونکتا ہے، اور تو ہی بلوں میں چوہے کو روزی دیتا اور ڈال پر چڑیا کو سنبھالتا ہے!
"تیرے ہی یہ سب احسان ہیں، اور اسی لئے تو مبارک ہے!
"تو ایک اکیلا ہے، لیکن تیرے ہاتھ بہت سے ہیں!
"آدمی تیری دونوں آنکھوں سے نکلے ہیں، اور جب آدمی تیری ستائش کرتے ہیں تو جلدی تھک کر اُن کا سانس پھول جاتا ہے، چاہے وہ مصری ہوں، یا لیبیا کے حبشی ہوں، یا ایشیا کے!
"مرحبا ہے تیرے لیئے اے معبود! سب ہی کہتے ہیں تیرے لئے حمدیں ہیں کیونکہ تو ہم میں ٹھہرا رہتا ہے!
"تیرے لئے ہمارے سب ہی احترام ہیں، کیونکہ تو ہی نے ہمیں پیدا کیا ہے!
"تجھ پر برکتیں آ رہی ہیں تمام زندہ چیزوں کی طرف سے!
"تیرے پجاری ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں، آسمان کی اونچائیوں میں بھی اور زمین کی چوڑائیوں میں بھی، اور سمندر کی گہرائیوں میں بھی!
"تیری عظمت کے آگے سب دیوتا جُھک جاتے ہیں!
"دیوتا تجھ سے عرض کرتے ہیں، چلا جا سلامتی میں، اے وہ جو سب دیوتاؤں کے باپوں کا باپ ہے!
"جس نے آسمانوں کو کھمبوں کے بغیر تان دیا ہے، جس نے زمین کو بچھونا بنا دیا ہے" جو پیدا کرنے والا ہے سب جانداروں کا، جو بنانے والا ہے سب چیزوں کا!
"تو دیوتاؤں کا سردار اور شہنشاہ ہے!
"ہم تیری روحوں کو آداب عرض کرتے ہیں، کیونکہ تو ہی نے ہمیں بنایا ہے!
"ہم تجھ پر دل کھول کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں، کیونکہ تو ہی نے ہم میں جان ڈالی

اور ہم جیتے جاگتے آدمی بن گئے!
"ہم تجھ پر برکتوں کی بارش کرتے ہیں، کیونکہ تو ہم میں سدا رہتا ہے!"
پُرانے کتبوں اور مہنتوں کی لاشوں پر کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ امن دیوتا کے سب مہنت ایک درجے کے نہیں تھے، بلکہ اُن کے کئی درجے ہوتے تھے۔ سب سے اونچے درجے کے مہنت وہ تھے، جو "آسمانی، دنیوی، اُخروی رازوں کے سردار" کہلاتے تھے۔ یہ لوگ گویا مصری مذہب کے امام تھے، اور اسی لئے صرف انہی کے لئے جائز تھا کہ دیوتا کے مندر کے آخری حصے تک، اُس حصے تک بھی چلے جائیں، جہاں خود دیوتا بڑا اُبت لقب تھا۔
باقی مہنتوں کے لئے وہ جگہیں مقرر تھیں، جہاں تک وہ جا سکتے تھے۔ مندر کا پہلا حصہ سب کے لئے کُھلا رہتا تھا، اور ہر شخص اُس میں جا سکتا تھا، لیکن دوسرے حصے میں جو مصری زبان میں "اُخنیت" کہلاتا تھا، صرف وہی مہنت جا سکتے تھے، جو قربانیاں اٹھاتے تھے۔ پھر یہ لوگ بھی اس حصے کی ایک ہی حد تک جا سکتے تھے۔ یہاں کھڑے ہو کر وہ قربانی کے متعلق خاص مناجاتیں پڑھتے اور لوٹ آتے تھے۔
مندر میں ایک ایوان کا نام "آسمان کا ایوان" تھا۔ اس ایوان میں خاص خاص لوگ ہی جا سکتے تھے۔ اس ایوان میں جب روشنی ہوتی، تو آنکھوں میں چکا چوند پیدا ہو جاتی تھی، کیونکہ ایوان کی دیواریں، الیکٹرم دھات کی چادروں سے ڈھکی ہوئی تھیں، اور جب قندیلیں جلائی جاتی تھیں، تو دیواریں جگمگ جگمگ کرنے لگتی تھیں، اور ایوان کا رنگ آسمانی ہو جاتا تھا۔ اسی مناسبت سے اُسے "آسمان کا ایوان" کہتے تھے۔
آمن دیوتا کے مہنتوں میں ایک گروہ "یُوتِی نفر" یعنی مقدس باپ کہلاتا تھا۔ معلوم نہیں ان لوگوں کے فرائض کیا تھے، مگر عجیب بات یہ ہے کہ نابالغ لڑکوں کی ممیوں پر بھی یہ لقب لکھا ہوا ہے۔ شاید یہ لقب اعزازی تھا، اور مہنتوں کے مخصوص خاندانوں کا ہر آدمی اسی لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ چاہے وہ خود مہنت بھی ہو۔ یہ خیال اس لئے بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس لقب کے ساتھ ہر ممی پر کوئی اور لقب بھی موجود ہے، اور اس دوسرے لقب سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ مہنت خاندان

کے یہ لوگ جو مقدس باپ کہلاتے تھے، مندر کی جائدادوں کا بھی انتظام کرتے تھے اور امن میں جو آدمی جو کام کرتا تھا، اُس کی مناسبت سے اُسے دوسرا لقب بھی دیدیا جاتا تھا۔ چنانچہ جہنت خاندانوں کے افراد کی ممیوں پر اس قسم کے القاب لکھے ہیں:- آمن کے بیلوں کا نگراں ۔ ۔ رآ دیوتا کے مویشیوں کا رکھوالا۔ آمن کے گھر کی چہار دیواری کا پاسبان۔ آمن کی جائداد کا کارپرداز۔ مقدس آمدنی کا میر منشی۔ آمن کے رجسٹر کا رکھنے والا۔ آمن کے گھر سے دھاتیں نکالنے والوں کا سردار۔ شہر تھیبس میں انصاف کا حکم دینے والا۔ سردار ایتوبیا کے گھر کا داروغہ، وغیرہ وغیرہ۔

آمن دیوتا اور بعض دوسرے بڑے دیوتاؤں کے خادم، مرد ہی نہیں ہوتے تھے عورتیں بھی ہوتی تھیں۔ ان عورتوں کے بھی کئی گروہ تھے۔ ایک گروہ کی عورتیں "کمایتو نی امنو" کہلاتی تھیں، اور ان کی پوزیشن ویسی ہی تھی، جیسے "مقدس باپوں" کی۔ یعنی یہ عورتیں، مندر میں دیوتا کی حمد و ثنا کے گیت تو گاتی تھیں، مگر گھر گرہست بھی تھیں۔ اپنے شوہروں اور رشتہ داروں کے ساتھ مندر میں مقررہ وقتوں میں آتی تھیں اور اپنا کام کرکے چلی جاتی تھیں۔

ان عورتوں کے علاوہ اور عورتیں بھی تھیں، اور مندر سے زیادہ گہرا تعلق رکھتی تھیں۔ انھیں "حسیت" کہا جاتا تھا، اور یہ بھی دیوتا کی بڑائی کے گیت گاتی تھیں۔ ان کے بارے میں زیادہ تفصیل اب تک معلوم نہیں ہو سکی۔

ان دونوں گروہوں سے الگ عورتوں کا ایک اور گروہ بھی تھا۔ یہ عورتیں "کنواری" رہتی تھیں۔ دیوتا کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیتی تھیں۔ اور مندر ہی کی عمارتوں میں رہتی تھیں۔ یہ گویا، ہندستان کی بول چال میں "داسیاں" یا "اچھوتیاں" تھیں۔ مگر حقیقت میں یہ عورتیں بہت بڑا فتنہ تھیں۔ ان عورتوں کی سردار عورت کا لقب "خنر یتو" تھا۔

ان عورتوں کے ٹھیک مقابلے میں مردوں کا بھی ایک گروہ رہتا تھا یہ لوگ "نغر یو" کہلاتے تھے، یعنی "نوجوان" اور یہ بھی "مجرد" رہا کرتے تھے۔

"حسیت" عورتوں کے جواب میں "حسیو" نام کے مرد تھے، اور وہی کام کرتے تھے، جو "حسیت" عورتیں کرتی تھیں۔

ان کے علاوہ مردوں کا ایک گروہ تھا، جو "بو" کہلاتا تھا۔ یعنی راہبوں کا گروہ تھا۔ ان

لوگوں کا کام صرف یہ تھا کہ دیوتا کی ہروقت "عبادت" کرتے رہیں۔
ایک اور گروہ بھی تھا، جسے "حری حبو" کہتے تھے۔اس گروہ کے لوگ لکھے پڑھے ہوتے تھے، اور مصری مذہب کے گویا نقیب تھے۔
ایک اور گروہ "حن نثر" کہلاتا تھا، یہ لوگ بہت بڑے عالم فاضل سمجھے جاتے تھے، اور ان کی بہت عزت بھی کی جاتی تھی۔
مہنتوں اور پجاریوں کی یہ تقسیم مندر کے اصول پر تھیں، مگر سرکاری طور پر ایک ہی بڑا مہنت مانا جاتا تھا، جسے پاپائے اعظم کہنا چاہئے۔ یہ سب سے بڑا مہنت، امن دیوتا کے دین اور مندر کا سب سے بڑا افسر ہوتا تھا اور "حن نترتپ امن را" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔
شروع شروع یہ شخص محض مذہبی پیشوا ہوتا تھا، اور فرعون کے اثر میں رہتا تھا، لیکن دیوتا آمن کی مقبولیت جتنی بڑھتی گئی یہ پیشوا بھی اتنا ہی طاقتور ہوتا چلا گیا۔
سب سے پہلے اٹھارویں خاندان کے فرعون "اخناتون" نے اس پیشوا کی قوت و اقتدار سے خطرہ محسوس کیا، اور اس خطرے سے بچنے کے لئے فرعون نے آمن دیوتا ہی سے بغاوت کردی، اور را (سورج) دیوتا کی پرستش جاری کی۔ مگر آمن دیوتا، فرعون سے زیادہ طاقتور ثابت ہوا، اور اس کے مہنت اکیسویں خاندان میں فرعون ہی بن بیٹھے، جیسا کہ تفصیل سے اوپر لکھا جاچکا ہے۔

مصر میں مذہبی انقلاب

اوپر بتایا جاچکا ہے کہ مصر کے خواص، صرف ایک دیوتا، را، یعنی سورج کو پوجنا پسند کرتے تھے، لیکن مصر کے عوام بہت سے دیوتاؤں پر ریجھے ہوئے تھے، عوام اور خواص کی ذہنیتوں کا یہ اختلاف، ملک میں خرابی ڈال سکتا تھا۔یہی سوچ کر پایۂ تخت تھیبس کے مدبروں اور مہنتوں نے یہ کیا کہ اپنے دیوتا، آمن کو را سے ملا دیا اور دونوں کو ایک ہی دیوتا کہنا شروع کردیا۔ یہ کارروائی اصل میں عوام و خواص کے مذہبی خیالات میں ایک طرح کا سمجھوتہ تھی، اور

تاریخ بتاتی ہے کہ یہ سمجھوتہ دانشمندانہ او مصر کے حالات کے ٹھیک موافق تھا، کیونکہ یہ سمجھوتہ اُس وقت تک باقی رہا جب تک مصریوں نے عیسائی مذہب قبول نہ کر لیا۔

لیکن مصر میں ایک ایسا فرعون بھی گزرا ہے، جو اپنے خیالات میں بہت سخت تھا، اُسے یہ لیپا پوتی پسند نہ آئی اور اُس نے طاقت کے زور سے صرف ایک دیوتا کی پرستش پر اپنی رعایا کو مجبور کر دیا۔

مصر کی تاریخ کے باب میں ہم اس فرعون کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ یہ اَمنہوتپ چہارم تھا، جو ۱۳۷۵ ق م سے ۱۳۵۸ ق م تک بادشاہی کرتا رہا۔ اور اَخن۔ اَتون کے نام سے مشہور ہوا

اخن اتون یا اخناتون کا مذہبی انقلاب سمجھنے کے لئے خود اس فرعون کے کچھ حالات جان لینے مناسب ہیں۔ یہ امنہوتپ سوم کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کی موت پر جب تخت نشین ہوا، تو اس کی عمر صرف گیارہ برس کی تھی، مگر بلا کا ذہین تھا۔ اس چھوٹی عمر میں بھی سمجھ کا یہ حال تھا کہ فرعون بنتے ہی اس نے ایک لقب یہ قرار دیا "وہ جو سچائی میں رہتا ہے"! مصریات کے مشہور عالم، سر فلنڈر پیٹرک نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ بچے اخناتون کا یہ لقب اُسے زیب بھی دیتا تھا، کیونکہ اپنے قول و فعل میں وہ ہمیشہ سچا رہا، اور کبھی جھوٹ یا بناوٹ سے اُس نے کام نہیں لیا۔

فرعونوں کا دستور تھا کہ اپنی تصویریں اور اسٹیچو زیادہ سے زیادہ شاندار اور خوبصورت بنواتے تھے، چاہے خود کتنے ہی کمزور اور بدصورت ہوں۔ اپنی نجی زندگی بھی تصویروں میں کبھی نہیں دکھاتے تھے، کیونکہ ڈرتے تھے، عام لوگوں میں بے قدر نہ ہو جائیں۔ لیکن اخناتون نے یہ ریاکاری ختم کر ڈالی، وہ جیسا تھا، ویسا ہی اپنی تصویروں اور اسٹیچوؤں میں ظاہر ہوا۔ اپنی نجی زندگی کے مرقعے بھی عام کر دیئے، تاکہ سب جان جائیں۔ فرعون اپنے محل میں بال بچوں کے ساتھ کس طرح رہتا تھا؟ بہت سی تصویروں میں وہ اپنی ملکہ کے ساتھ ہے۔ دونوں بڑی محبت سے گلے مل رہے ہیں، یا آمنے سامنے بیٹھے ہنس بول رہے ہیں، اور اُن کے بچے کلیلیں کر رہے ہیں! پہلے کے اور بعد کے فرعون اپنی ایسی تصویریں کبھی بنا کے پیش کرنے کی ہمت ہی نہ کر سکے، لیکن اخناتون، بناوٹ اور جھوٹ سے گھن کھاتا تھا۔ اسی لئے وہ جیسا تھا، ویسا ہی اپنی رعایا کے سامنے آ گیا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بڑے ہی دل گردے کا

آدمی ایسا کر سکتا ہے۔ بادشاہوں کے لئے یہ اور بھی مشکل ہے۔
اخناتون، بہت ہی دُبلا پتلا، بے رعب، اوچھا سا آدمی تھا۔ آخر عمر تک ایسا ہی رہا
زیادہ سے زیادہ تیس برس جیا۔ داڑھی مونچھ نکلی ہوگی، مگر مصر میں فرعون بھی اور عام آدمی
بھی ... کے ساتھ داڑھی مونچھ بھی مُنڈا دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اخناتون اپنی تصویروں
میں بالکل بے رُو بلکہ زنانہ سا دکھائی دیتا ہے۔
اخناتون، سچائی اور سادگی چاہتا تھا۔ پروہتوں اور مہنتوں کے اقتدار کا
مخالف تھا، اور صرف اپنا اقتدار چاہتا تھا۔ آمن دیوتا کے مہنت، بہت طاقتور ہوتے
جاتے تھے، اور فرعون اُن کا زور ڈھا دینا چاہتا تھا۔
اخناتون کا مذہبی انقلاب یہ تھا کہ اُس نے سب دیوتاؤں کی پوجا بند کردی۔
آمن سب سے بڑا بن گیا تھا۔ اسی لئے آمن کی پوجا اُس نے جرم قرار دیدی، اور جہاں
بھی اس دیوتا کا نام لکھا پایا، مٹا ڈالا، فرعون نے ایک اکیلے سورج کی پوجا ضروری ٹھہرائی
مصری زبان میں "را" سورج ہے، مگر ایسا سورج جس کے ساتھ کوئی صفت نہ ہو۔
اخناتون نے اپنے دیوتا کا نام، را، نہیں "اتون" رکھا۔ یہ لفظ صدیوں سے مصر
میں بولا جاتا تھا، اور اس کے معنی، مصری زبان میں یہ تھے کہ ایسا سورج جو دکھائی
دیتا ہے۔ اتون دیوتا یا سورج کے کئی اور نام بھی تھے، جیسے سو، اتوم، اور کھیپیرا۔
مگر اخناتون نے صرف اتون نام ہی لیا، تاکہ کئی ناموں کی وجہ سے لوگ دھوکا کھا کر
کئی دیوتا نہ سمجھ لیں۔ وہ چاہتا تھا کہ صرف ایک اتون۔ چمکتے ہوئے سورج ہی کی
سب پوجا کریں۔
اخناتون، امن ہوتپ چہارم کے نام سے تخت پر بیٹھا تھا۔ امن ہوتپ کے
معنی ہیں "آسودہ امن"، مگر اپنی بادشاہی کے چھٹے سال اُس نے "امن" دیوتا کو
بالکل چھوڑ دیا اور اپنا نام بدل کر "اخن۔اتون" رکھا، یعنی "اتون کا سعادت مند"
ساتھ ہی اپنا مذہبی انقلاب بھی جاری کردیا۔
اب یہ تخت تھیبس اور دیوتا آمن میں چولی دامن کا ساتھ تھا۔ تھیبس کے رہتے
ہمیشہ آمن کو سرکچلا نہیں جا سکتا تھا۔ یہی سوچ کر اخناتون نے تھیبس کو چھوڑ دیا

اور "تل العمران" کی زمین پر ایک نیا شہر بسایا۔ اس شہر کا نام "اخیتا توں" یعنی اتون کی افق رکھا، اسی کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ ساتھ ہی اتون کے لئے بہت ہی عالی شان مندر بنوایا۔ اور خود آپ اس دیوتا کا سب سے بڑا مہنت بن گیا،

اخناتون نے یہی نہیں کیا بلکہ اپنے دیوتا، اتون کے مندروں میں اپنی اور اپنی ملکہ، نیفرتیتی کی تصویریں بھی بنوادیں، اور دیوتا کے ساتھ ان تصویروں کی پوجا بھی ضروری ٹھہرادی۔ یہ اس لئے کہ اخناتون اپنے آپ کو اور اپنی ملکہ کو، اتون کی سگی اولاد سمجھتا تھا اور کہتا تھا، مجھے اور میری ملکہ کو اتون نے اسی لئے پیدا کیا ہے کہ اس کے نام پر ہم دونوں ساری دنیا پر حکومت کریں!

اخناتون نے اپنا مذہبی انقلاب برپا کرکے خود اپنے لئے جو خاص مذہبی پوزیشن حاصل کرلی تھی، وہ اس کے وقت کی تحریروں سے ظاہر ہے۔ اسے اتون دیوتا تو نہیں سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اتون کے بعد وہی سب سے زیادہ مقدس مانا جاتا تھا!

اخناتون کے وقت کی ان تحریروں سے آپ سمجھ لینگے کہ اس فرعون نے مذہبی انقلاب برپا کرکے اپنے آپ کو کتنا اونچا کردیا تھا۔

ان تحریروں میں اخناتون ہی کو مخاطب کیا گیا ہے:۔

"تو قسمت کا بنانے والا ہے۔ تعلیم دینے والا ہے۔ بڑی عمر بخشنے والا ہے۔ زندگی کا مالک ہے!"

ایک درباری نے اخناتون کو اس طرح مخاطب کیا تھا:۔

"تو میری زندگی ہے۔ تیرے دیکھنے ہی سے میری تندرستی ہوتی ہے، اور لاکھوں نیل خداوند، بڑائیاں ہیں تیرے لئے! تو ہی نے مجھے ڈھالا ہے، اور تو ہی مجھے بھلائیوں سے نہال کرتا ہے!"

ایک اور درباری کہتا ہے:۔

"تو نیل ہے، جس کے حکم سے آدمی مالامال ہوجاتے ہیں۔ او اچھے حاکم! تو ہی نے مجھے بنایا ہے۔ مجھے پالا ہے، اور مجھے شاہزادوں کے برابر کردیا ہے، حالانکہ میں کچھ بھی نہ تھا۔ او خدا، تیرا ہی نور دیکھ کر میں جیتا رہوں!"

عجیب بات یہ ہے کہ اخناتون نے یہ بڑا مذہبی انقلاب تو برپا کیا، لیکن اپنی قوم کے لئے نہ کوئی اخلاقی ضابطہ بنایا، نہ روح اور آخرت کے بارے میں اُن کے عقیدوں کو چھیڑا، حالانکہ ان عقیدوں میں بڑی اصلاح اور تبدیلی کی ضرورت تھی۔ یہ سچ ہے کہ اخناتون نے پرانی قدامت پرستی کا خاتمہ کر دیا، مگر ملک میں کوئی عملی اصلاح اُس کے ہاتھوں نہیں ہوئی۔

اخناتون کے مذہب کی عمر بھی اُتنی ہی ہوئی جتنی خود اُس کی اپنی فرعونی کی تھی۔ تاج پوشی کے سترہویں برس جب فرعون کی آنکھیں بند ہوئیں تو اُس کا مذہب بھی مر گیا، صرف وہی تھوڑے سے آدمی، فرعون کو چاہ سکتے تھے جنھیں اُس نے بڑھایا تھا۔ باقی تمام مذہبی پیشوا اور وہ سب عہدہ دار، اور عوام، جن کی عزت کو، دولت کو، اثر کو، مذہب کو، فرعون سے نقصان پہنچا تھا، اُس کے مرتے ہی نئے مذہب سے بغاوت کر بیٹھے اور دیکھتے دیکھتے اتون کا نام، اُس کی پوجا، اُس کے مندر، سب چیزیں اس طرح مٹ گئیں، جیسے کبھی تھی ہی نہیں۔ خود اخناتون کے داماد وں نے، جیسا کہ ہم تاریخ کے حصہ میں بیان کر آئے ہیں، پوری سختی سے نئے مذہب کا نام و نشان مٹایا حتیٰ کہ اخناتون کی تصویریں اور اسٹیچو بھی توڑ ڈالے گئے۔ جہاں بھی اُس کا نام لکھا پایا گیا، حرف غلط کی طرح اُڑا دیا گیا۔ اُس کے پایۂ تخت کی بھی اینٹ سے اینٹ بجا ڈالی گئی۔ کھنڈر تک باقی رہنے نہ دیے گئے۔ تعصب اس قدر بڑھا کہ اخناتون کا نام لینا بھی جرم ہو گیا، اور اگر کبھی مجبوراً کسی کو لینا پڑتا تھا تو "گنہگار، مجرم اخناتون" کہتا تھا! نئے سرے سے آمن را اور دوسرے دیوتاؤں کی پوجا زندہ کر دی گئی۔

اسی عام بربادی کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے اتون کی پرستش کس طرح کی جاتی تھی؟ ہاں چند مناجاتیں کسی طرح بچ رہی ہیں، جو اتون کے لئے ہیں۔ یہاں ہم اُن کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

"تجھے سلام ہے اے اتون، جب تو اُٹھتا ہے، جب تو ڈوبتا ہے۔

" تو ظاہر ہوتا ہے، ظاہر ہوتا ہے،

" تو چمکتا ہے، چمکتا ہے۔

" اے تو جو کائنات کا شہنشاہ بن کر اپنے سر پر تاج رکھتا ہے۔

" تو مالک ہے زمین کا۔ تو مالک ہے آسمانوں کا۔ تو پیدا کرنے والا ہے اُن سب چیزوں کا

جو اُفق میں ہیں اور جو زمین کی گہرائیوں میں سانس لے رہی ہیں۔
"تو ہی معبود ہے، بالکل اکیلا معبود، جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔
"تو نے ہی زمین پیدا کی ہے، تو نے ہی آدمی کو پیدا کیا ہے، تو نے ہی گوندھ کر آسمان کھڑے کئے ہیں، تُو نے ہی نیل بہایا ہے۔
"تو ہی پانی کا اور سمندروں کا پیدا کرنے والا ہے، تو ہی اُن سب کو جلتا رکھتا ہے جو پانیوں کے اندر چھپے رہتے ہیں۔
"تو نے ہی پہاڑ بنائے ہیں، اور تیرے ہی پاک ہاتھوں سے سب آدمی اور سب جاندار بنے ہیں۔
"تو نے ہی زمین، آسمان، اور سب کائنات اسی لئے بنائی ہے کہ تیری بڑائی کی جائے، تجھے پوجا جائے، اے مالک سب کے!
"تو ایک ہے۔ اکیلا ہے۔ تیرا جیسا کوئی نہیں۔ تو سب طرح مکمل ہے۔
"سلام ہے تجھے، اے وہ جسے ہر کوئی سلام کرتا ہے۔
ایک مناجات اس طرح ہے:۔
"سلام تجھ پر اے شاہزادے! جو فطرت کے مرکز سے آرہا ہے۔
"سلام تجھ پر، جو اوّلین مادّے کا جلوہ ہے۔
"سلام تجھ پر، اے سُنہرے دائرے، جو مندروں میں اپنی تجلّی دکھاتا ہے۔
"سلام تجھ پر، جو وقت کا چلانے والا ہے، اور مہینے برس بنانے والا ہے۔
"سلام تجھ پر، جو دائمی زندگی کا مالک ہے۔
ایک اور مناجات، جسے مصریات کے عالم، خود اخناتون کی تصنیف سمجھتے ہیں، یہ ہے:۔
"تو مصر کی دونوں زمینوں (شمال و جنوب) کو اپنی محبت سے بھر پور کئے ہوئے ہے، اور اچھا حاکم، جس نے خود اپنے آپ کو بنایا ہے۔
"تو ہی سب زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے، اور اُن سب کا بنانے والا، جو زمینوں پر دکھائی دیتے ہیں انسان بھی، جانور بھی، مویشی بھی، پیڑ بھی، جو نرم زمین پر اُگتے ہیں —— یہ سب جیتے ہیں جب تو ان کے لئے اُٹھتا اور چمکتا ہے۔
"تو ماں بھی ہے اور باپ بھی اُن سب کا جنھیں تو نے پیدا کیا ہے۔
"تو جب پچھم کے اُفق پر جا بیٹھتا ہے، تو سب جاندار اس طرح لیٹ جاتے ہیں، جیسے مُردے

ہوں! اُن کے ہاتھ گرم کپڑوں میں لپٹے ہوتے ہیں، اور نتھنے بند رہتے ہیں، یہاں تک کہ تو دوسرے دن صبح تڑکے پورب کے اُفق پر نمودار ہو، اُس وقت سب کے ہاتھ تیری حمد و ثنا کے لئے اٹھ جاتے ہیں!

"جب تو اپنی کرنیں چھوڑتا ہے تو ہر زمین تہوار منانے لگتی ہے، گانے بجانے والے خوشی سے بھرپور ہو کر تیری بڑائی کے گیت گانے لگتے ہیں۔

"تو اخیناتون کو ہر جگہ سے پیار کرتا ہے، جہاں اچھے اور چربیلے کھانے چُنے جاتے ہیں۔

"سب آدمی تیرا جلوہ دیکھ کر جیتے ہیں، آسمان پر تیرے اٹھتے ہی پورا ملک کھڑا ہو جاتا ہے، اور سب ہاتھ تیری جلالی اُٹھان کو سلام کرنے کے لئے اُٹھ جاتے ہیں۔

"سب آدمی، سب جانور، سب پرندے، سب رینگنے والے، جو زمین پر سانس لیتے ہیں تجھی کو دیکھ کر جیتے ہیں، اور جب تو بیٹھ جاتا ہے، تو وہ بھی لیٹ جاتے ہیں۔"

رُوح اور آخرت

مصریوں کے مذہبی اعتقاد میں یہ عجیب بات دکھائی دیتی ہے کہ وہ دنیاوی زندگی سدھارنے کی اُتنی فکر نہیں کرتے تھے جتنی آخرت کی زندگی میں خوشی حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ بھی مانتے تھے کہ دیوتاؤں، خاصکر اوزیرس کی خوشنودی کے بغیر اُن کی آخرت اچھی نہیں ہو سکتی۔ اُن کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ دیوتا، نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور بدیوں سے ناخوش۔ مگر جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے یہ خیال بھی اُن میں پھیلا ہوا تھا کہ دیوتاؤں کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے! دنیا کی کسی شائستہ قوم میں ایسا خیال کبھی پایا نہیں گیا۔ حیرت ہوتی ہے کہ مصر میں یہ خیال آیا کہاں سے اور صدیوں باقی رہا کیسے؟ لیکن یہ واقعہ ہے کہ اس خیال نے مصریوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔ اخلاقی بھی، ذہنی بھی، مالی بھی، وہ اپنی زندگی کو نیکیوں سے، سنوارنے اور سجانے کی بجائے جادو کے چکر میں پڑ گئے۔ سمجھ بیٹھے کہ جادو کے منتروں اور دعاؤں کے اثر سے ضرور دیوتاؤں کی عدالت میں سُرخ رو ہو جائینگے۔ انھوں نے اپنی تمام قوتیں، مقبرے بنانے اور آخرت میں عیش پانے کی دُھن میں خرچ کر ڈالیں، مگر یہ دھوکہ تھا کیونکہ نیکیاں ... ساتھ نہ تھیں۔ ملک کی دولت کا بہت بڑا حصہ مُردوں پر تلف ہو گیا۔ اور زندہ لوگ، عزت اور پستی میں گرتے چلے گئے۔ حالت یہ تھی کہ فرعون کا سب سے بڑا انعام و اعزاز یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ کسی سے خوش ہو اور اس کے لئے مقبرہ بنوا دے، یا بڑا

مقبرہ بنانے پر بڑی بھاری رقم خرچ ہوتی تھی، خوش حال لوگ بھی خرچ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اسی لئے مصریوں کی آرزو رہتی تھی کہ فرعون کو کسی طرح خوش کریں اور اُن کے لئے ایسا مقبرہ بن جائے جو ہمیشہ باقی رہے۔

مصریوں کا عقیدہ تھا کہ انسان دو چیزوں سے بنا ہے: جسم سے اور روح سے۔ سب قومیں یہی مانتی ہیں، لیکن مصریوں کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ جسم کی طرح روح کو بھی فانی مانتے تھے۔

وہ روح کو طرح طرح کی صورتوں میں خیال کرتے اور اُس کی تصویریں بناتے تھے۔ کبھی مرغابی کی صورت میں۔ کبھی باز کی صورت میں۔ کبھی انسانی سر کے ساتھ باز کی صورت میں اور کبھی روشن لاٹھی کی صورت میں۔

مصریوں کا عقیدہ تھا کہ روح پر جو کچھ گزرتا ہے، وہی لاش پر بھی گزرتا ہے، اور جسم کی جو حالت ہوتی ہے، وہی روح کی ہوتی ہے، کیونکہ موت کے بعد بھی جسم اور روح کا ساتھ چولی دامن کا رہتا ہے، اور دونوں کبھی ایک دوسرے سے الگ ہو نہیں سکتے۔

اسی لئے وہ سمجھتے تھے کہ موت آنے پر جسم اگر فنا ہو جائیگا تو روح بھی فنا ہو جائیگی لہذا ضروری ہوا کہ روح اور جسم دونوں کی زیادہ سے زیادہ حفاظت کا سامان کیا جائے۔ اسی خیال نے اُنھیں مجبور کیا کہ لاش محفوظ رکھنے کا طریقہ ایجاد کریں، اور اُنھوں نے ایجاد بھی کر لیا۔ اسے ممی کرنا کہتے ہیں۔

ممی کرنے یا بنانے کا ایک نہیں، تین طریقے تھے۔ پہلا طریقہ، جس پر زیادہ خرچ بیٹھتا تھا، یہ تھا کہ پہلے نتھنوں کی راہ سے دماغ نکال لیتے تھے۔ پھر ایک تیز نوکیلے پتھر کے اوزار سے لاش کے پہلو میں سوراخ کرتے اور آنتیں وغیرہ کھینچ لیتے تھے۔ آنتوں کو صاف کر کے کھجور کی تاڑی اور بعض خوشبوؤں میں کچھ دن رکھنے کے بعد لاش میں لوٹا دیتے اور اُس کے پیٹ میں ایلوا کا سفوف اور دارچینی وغیرہ خوشبوئیں بھر کر پہلو کا سوراخ سی دیتے تھے۔ پھر دو مہینے دس دن لاش کو بورۂ ارمنی میں رکھ کر غسل دیتے اور عربی گوند میں سوتی کپڑے کی پٹیاں بھگو اور سکھا کر لاش پر لپیٹ دیتے پھر اُسکے وارثوں کو واپس دیتے تھے۔

ممی کرنے کا دوسرا طریقہ اس سے سستا تھا۔ لاش کے اندر نیچے کی طرف سے کوئی ایسا مسالا داخل کر دیتے تھے، جسے آج کل کوئی نہیں جانتا، مگر وہ مسالا پیٹ کی سب

چیزوں کو گھلا کر بہا دیتا تھا۔ جب آنتیں وغیرہ خارج ہو جاتی تھیں تو اُس مسالے کو بھی لاش کے اندر سے نکال دیتے تھے کیونکہ اندر رہ جانے سے وہ پوری لاش کو گھلا ڈال سکتا تھا۔ اس کے بعد لاش پر بورۂ ارمنی چڑھا دیتے تھے تاکہ گوشت بھی گھل جائے۔ پھر لاش کو سوتی پٹیوں میں لپیٹ دیتے تھے۔

ممی کرنے کا تیسرا طریقہ غریب آدمیوں کے لئے تھا اور بہت ہی سادہ تھا۔ لاش کو پہلے شنربین[۵] کے عرق میں رکھتے تھے۔ پھر ستر دن بورۂ ارمنی میں رکھ دیتے تھے۔ اس کے بعد سوتی پٹیوں میں لپیٹ کر اُسے وارثوں کے حوالے کر دیتے تھے۔

ممی کرنے والے وہی لوگ تھے جن کے باپ دادا صدیوں سے یہی پیشہ کرتے تھے۔ کوئی اور آدمی کسی لاش کی ممی نہیں کر سکتا تھا۔ پھر ممی بھی تمام مذہبی رسموں اور دعاؤں کے ساتھ کی جاتی تھی، کیونکہ اس کے بغیر مصریوں کے خیال میں آخرت کی خوشی نصیب ہی نہیں ہو سکتی تھی۔

اس سلسلے میں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ حسین عورتوں کی لاشیں تین دن اپنے گھروں میں رہتی تھیں۔ اس کے بعد ممی کرنے والوں کے ہاں بھیجی جاتی تھیں، کیونکہ بہت سے واقعات نے ثابت کر دیا تھا کہ ممی کرنے والے، خوبصورت عورتوں کی لاشوں سے ایسا برتاؤ کرتے ہیں جس پر جانور بھی شرماتا ہیں۔

لاش محفوظ رکھنے میں تو مصری کامیاب ہو گئے، کیونکہ اُن کی بہت سی لاشوں پر سیکڑوں ہزاروں برس گذر چکے ہیں، مگر جیسی تھیں آج تک ویسی ہی باقی ہیں لیکن ایک اور مشکل سے انھیں دوچار ہونا پڑا۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ روح بھی اُن سب کھانوں اور چیزوں کی محتاج ہے، جن کی ضرورت زندہ جسم کو ہوتی ہے۔ اگر روح کے لئے یہ سب سامان مہیا نہ کیا جائے تو وہ مر جاتی ہے۔ اس مشکل کو اس طرح دور کیا گیا کہ زندہ لوگ روحوں کی ضرورتیں پوری کیا کریں۔

مگر اندیشہ تھا کہ زندہ آدمی کہیں مُردوں سے بے پروا نہ ہو جائیں، اس لئے یہ عقیدہ پھیلا دیا کہ ہر جگہ روحوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ اگر زندہ لوگ اُن کی ضرورتیں پوری نہیں کرینگے، تو وہ اُن پر زبردستی کریں گی، راتوں کو گھروں میں چلی آئینگی۔ زندوں کے جسموں میں گھس جائینگی۔ انھیں ستائینگی

۵ معلوم نہیں شنربین کیا ہے۔ لغتوں میں لکھا ہے ایک درخت ہے کڑوا، سرو سے مشابہ۔ بعض کتابوں میں اسے LARCH TREE بتایا گیا ہے۔

طرح طرح کی بیماریاں پیدا کر کے انھیں گھلائینگی اور مار ڈالینگی۔

اس عقیدے کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ ڈر گئے اور بڑی مستعدی سے روحوں کے "مطالبے" پورے کرنے لگے۔ ہر خاندان اپنے مُردوں کے لئے زیادہ سے زیادہ پائیدار قبر بنواتا، اور قبر کے ساتھ ہر قسم کے کھانے، روٹی، میوے، گوشت، اناج، برتن، کپڑے، سبزیاں، غرضنکہ وہ اُن چیزوں کا ڈھیر لگا دیتا، جن کی ضرورت زندہ لوگوں کو رہتی ہے۔

تہواروں میں ہر گھر اپنے مُردوں کے مقبروں میں یہ چیزیں پہنچاتا تھا:۔

صاف پانی۔ معطر پانی۔ لال اور سفید شرابیں۔ چار قسم کی بیر۔ دہی۔ کباب۔ روغنی روٹی۔ سبزیاں۔ کھجور۔ انار۔ انجیر۔ عناب۔ کپڑے۔ پینے کی بعض ایسی چیزیں جن کی ترکیب اس زمانے میں کوئی نہیں جانتا۔ اور مقدس گوشت، یعنی گائے کا گوشت۔ ہرن کا گوشت۔ زبان۔ پسلیاں۔ رانیں۔ جگر۔ سینہ۔ گردے۔ بطخ کا گوشت۔ کبوتر کا گوشت۔ سوٗر کا گوشت۔ غور کیجئے اس سب سامان پر کتنا خرچ ہوتا ہوگا؟

مدت تک یہی دستور رہا کہ انسانی ضرورت کی سب چیزیں مقبرے میں رکھ دیا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ روح اُن سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ بعد میں یہ دستور بدل گیا اور تابوت اور دیوارو پر سب چیزوں کی تصویریں بنا دینا کافی سمجھ لیا گیا۔ مگر مُردے کے پورے نام اور القاب ساتھ لکھ کر، کیونکہ اُن کے خیال میں آدمی کا نام، اُس کے وجود اور ہستی کا لازمی حصہ تھا، اور جس کا نام مٹ جاتا، اُس کا وجود بھی مٹا ہوا سمجھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ایسے آدمی کی روح اُسی طرح فنا ہو جاتی ہے جس طرح بجھنے کے بعد چراغ۔

نام و القاب کے ساتھ جادو والی دُعائیں بھی لکھدی جاتی تھیں اور یقین کیا جاتا تھا کہ جب کوئی آدمی یہ سب تحریریں پڑھے گا، تو جادو کے اثر سے وہ سب چیزیں روح کو مل جائینگی جن کی تصویریں بنا دی گئی ہیں۔

اسی عقیدے کے بموجب مقبروں پر زندہ آدمیوں کو مخاطب کر کے یہ التجا لکھی جاتی تھی:۔

"اے شہزادو! اے سردار کاہنو! اے پروہتو! اے فقیہو! اے عہدہ دارو! اے قوم کے لوگو! اے شہر کے بسنے اور آیندہ پیدا ہونے والو! جب تم یہاں آؤ، اور اس قبر کو دیکھو،

ے پُرانے مصری مقبروں سے جو اناج نکلا ہے، وہ بویا گیا، مگر اُگا نہیں۔

تو قبر پر کی یہ سب تحریریں بھی پڑھو۔ اگر چاہتے ہو کہ اوتیرس (دیوتا) ہمیشہ مندر میں تمہارے لیئے
روغنی روٹی بھیجتا رہے اور انوبیس (گیدڑ) جس کی محبت ہی میں تمہاری خوشی ہے، تمہارے دل
کو ہمیشہ کے لئے بادشاہ کے دل کی طرح شاد رکھے، تو اپنی زبان سے دُعا کرو کہ اس قبر کے مُردے
کو ہزاروں روٹیاں، شرابیں، بیل، بطیں، عطر، کپڑے اور وہ سب دیدیا جائے، جو اچھا ہے
اور جس سے آدمی جیتے ہیں، اور تمہیں یہ اس لئے بھی کرنا چاہئے کہ پرہیزگار مصری ہمیشہ مُردے
کا حکم مانتے ہیں، اور جب تم مرو گے تو تمہارے لئے بھی زندہ آدمی اسی طرح دعا کیا کرینگے۔"

لیکن اب بھی شک تھا کہ ممکن ہے قبر پر نہ کوئی آدمی آئے، نہ یہ دُعائیں اور تحریریں پڑھے
ایسی صورت میں روح کے مرجانے کا ڈر تھا، کیونکہ مصریوں کا خیال تھا کہ روح کو جب کسی چیز کی
ضرورت ہوتی ہے اور اُسے اپنی قبر کے پاس موجود نہیں پاتی، تو مر جاتی ہے۔ اُس کی یہ موت
آخری ہوتی ہے، اور پھر کبھی جی نہیں سکتی۔

اسی خیال سے اُنہوں نے یہ کیا کہ مقبرے میں کھانے پینے اور ضرورت کی سب چیزوں کی تصویروں
کے ساتھ بہت سے نوکروں اور ماماؤں کی تصویریں بھی بنانی شروع کردیں، اور فرض کرلیا کہ جب کبھی روح
کو کسی چیز کی ضرورت ہوگی، تو اُس چیز کی یا اُسے تیار کرنے والی چیزوں کی تصویروں پر نگاہ ڈالتے
ہی، سب کچھ روح کے سامنے حاضر ہو جائے گا۔ پھر روح نوکروں چاکروں کو حکم دیے گی اور
وہ اُس کی ضرورت فوراً پوری کردینگے۔

اس قسم کی تصویریں بہت سے مقبروں پر ملتی ہیں۔ ان میں کھیتی باڑی کے، کھانا پکانے
کے، کپڑا بُننے اور سینے کے، کپڑے دھونے کے، جوتا بنانے کے، حجامت بنانے کے، گانے بجانے
کے اور دوسری بہت سی چیزوں کے مناظر موجود ہیں۔ یہ سب تصویریں اُسی غرض سے بنائی گئی
ہیں جو ہم ابھی بیان کر آئے ہیں۔ یعنی روح کو کوئی تکلیف نہ ہو، اور وہ اپنی سب ضرورتیں وقت
پر حاضر پائے، تاکہ ہمیشہ کی موت سے بچی رہے۔ اور آخرت کی دنیا میں زیادہ سے زیادہ
عیش و آرام پا سکے۔

مصریوں کا ایک عجیب عقیدہ یہ بھی تھا کہ مرجانے کے بعد بھی آدمی سے دیوتا طرح طرح
کے کام لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کام کرنے سے روح کو تکلیف ضرور ہوگی، اور مصری اپنے مُردے
کی روح کو ہر قسم کا آرام دینا چاہتے تھے۔ اسی لئے اُنہوں نے جادو کی مورتیاں بنا کر ہزاروں

کی تعداد میں ہر مقبرے میں رکھنی شروع کر دیں، اور طے کر لیا کہ یہ مورتیاں وہ سب کام کرینگی، جو دیوتا مُردوں سے لینا چاہینگے۔ صرف مورتیں ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ مورتیوں کے نام حکم بھی مقبروں پر لکھ دیتے تھے۔

ان مورتیوں کا نام، مصری زبان میں "شَبتَابُو" تھا۔ یعنی پکار پر دوڑنے والیاں، کیونکہ مصری سمجھتے تھے، جونہی دیوتا کسی کام کے لئے مُردے کو پُکاریں گے، یہ مورتیاں مُردے کا کام کر دینے کے لئے دوڑ پڑیں گی۔ اِن مورتیوں کے ساتھ جو تحریریں لکھا کرتے تھے، اُن کا نمونہ "پتاح موزلیس" کے نام کے ایک مُردے کی قبر پر سے ترجمہ کر کے یہاں پیش کیا جاتا ہے:۔

"آواز پر دوڑنے والی مورتیو! جب پتاح موزلیس کو آخرت کی دنیا میں کسی کام کے لئے پُکارا جائے، یا دشمن سے لڑنے کے لئے اُسے بھرتی کیا جائے، یا کھیت بونے نہروں میں پانی بھرنے اور پورب سے پچھم کو اناج لینے کے لئے بیگاریں پکڑا جائے، تو تم چِلّا اُٹھنا کہ ہم حاضر ہیں۔ مُردے کو نہیں، ہمیں پکارو، کیونکہ ہمیں پکارنا ہر وقت اور ہر گھڑی آسان ہے۔ ہم یہاں اسی لئے ہیں کہ پتاح موزلیس کے سب کام پورے کر دیں..!"

ہم بتا چکے ہیں کہ مصریوں کا عقیدہ تھا، روح اپنی قبر اور لاش کے ساتھ برابر رہتی ہے، مگر بعد میں یہ عقیدہ بدل گیا اور وہ یقین کرنے لگے کہ روح، قبر کی اندھیری کوٹھری میں قید رہنا پسند نہیں کرتی، بلکہ قبر سے الگ ہو کر کسی جنت میں رہا کرتی ہے۔

اس خیال نے اور ترقی کی اور بیسویں خاندان (تقریبًا سنہ۱۲۰۰ ق م) کے زمانے میں پایۂ تخت تھیبس کے اونچے طبقے نے کہنا شروع کر دیا کہ آخرت میں آدمی کو پوری خوشی، دیوتا امن را ہی کی بدولت مل سکتی ہے، اور وہ خوشی یہ ہے کہ آدمی مر کر، را یعنی سورج میں مل جائے اور سورج کی کشتی میں بیٹھ کر ساری دنیا کی سیر بھی کرے اور جنتوں میں رہے اس خیال کے مطابق مُردے کا نہ اپنی مورتی سے کوئی رشتہ باقی رہتا تھا اور نہ برس دیوتا ہی سے، بلکہ وہ اپنی روح کے ساتھ قبر سے بھی آزاد ہو جاتا تھا اور سورج بن جاتا تھا مگر مصر میں پہلی دفعہ یہ شرط بھی ضروری ٹھہرائی گئی کہ آدمی کو یہ خوشی مل ہی نہیں سکتی جب تک وہ اپنی دنیا کی زندگی میں نیکیاں نہ کرتا رہا ہو۔

لیکن تھیبس کے مذہبی پیشوا بڑی سوجھ بوجھ رکھتے تھے۔ وہ آخناتون کا مذہبی انقلاب بھی دیکھ چکے تھے۔ ڈرے کہیں پھر کوئی نیا انقلاب نہ ہوجائے، اسی لئے اُنہوں نے اونچے طبقے کے اس نئے خیال کو پرانے خیالات میں سمو کر ایک دوسرا ہی عقیدہ پھیلا دیا۔ اُنہوں نے کہا، بیشک نیک مُردے، سورج سے مل جاتے ہیں، اور آخرت کی سب سے بڑی خوشی یہی ہے، لیکن روحیں آزاد ہی رہتی ہیں، اور جب چاہتی ہیں اپنی قبر، مورتیوں اور لاش کے پاس کے بھی آجاتی ہیں، اور جب آتی ہیں تو اُن کے لئے وہ سب چیزیں بھی مہیا رہنی چاہئیں، جن کی اُنھیں ضرورت ہوتی ہے۔

بیسویں خاندان اور بعد کے آثار قدیمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مصریوں نے یہ بے جوڑ عقیدہ بھی مان لیا تھا، کیونکہ اس زمانے کے تمام مقبروں پر یہ تحریر لکھی ملتی ہے، جس میں ہر مُردے کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے:۔

"جا اے شخص (نام و لقب) تیرے لئے آسمان بالکل کھول دیا گیا ہے، زمین بھی تیرے لئے کھول دی گئی ہے، اور آخرت کا راستہ بھی تجھ پر کھول دیا گیا ہے۔ جب تیرا جی کہیں جانے کو چاہے، تو چلا جا، اور جب لوٹنا چاہے، تو تُو لوٹ سکے گا۔ تُو رَا کے ساتھ رہے گا۔ پوری آزادی سے لازوال زندگی رکھنے والوں دیوتاؤں کی طرح رَا میں چل پھر سکے گا۔ اور تُو وہ روغنی روٹیاں بھی کھاتا رہے گا، جو پتاح (دیوتا) تجھے دے گا۔ اس طرح تو ہمیشہ حورَیس کے دسترخوان پر کھاتا پیتا رہے گا۔"

مُردے کی آخرت کی زندگی باقی رکھنے کے لئے تابوت کا ہونا بھی ضروری سمجھا جاتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ مضبوط پتھر کے تابوت بناتے تھے، اور یقین کرتے تھے، جب تک تابوت باقی ہے، مُردے کی روح بھی باقی رہے گی۔ شروع شروع ایک تابوت ہوتا تھا۔ بعد میں دو دو بنانے لگے۔ ایک کو ایک کے اندر رکھ دیتے تھے۔ یہ بھی اس خیال سے تھا کہ لاش کی زیادہ سے زیادہ حفاظت ہوتی رہے۔

دفن

مورخ ڈیوڈر صقلی کا بیان ہے کہ جب کوئی مصری مرتا تھا تو اُس کے رشتہ دار اور دوست

اپنے سروں پر کیچڑ مل کے شہر بھر میں روتے پیٹتے پھرتے تھے۔ یہانتک کہ اُن کا مُردہ دفن ہو جاتے۔ اس تمام مدت میں نہ نہاتے تھے، نہ شراب پیتے تھے، نہ کوئی اچھا کھانا کھاتے تھے، نہ اچھا کپڑا پہنتے تھے، امیر آدمیوں کے جنازے پر ساڑھے پانچ ہزار سکے خرچ ہوتے تھے۔ درمیانی درجے کے جنازے پر تقریباً دو ہزار سکے، اور غریبوں کے جنازے پر اس سے کہیں کم۔

ہیروڈوٹس مورخ لکھتا ہے، جب کوئی بڑا مصری مرتا تھا، تو اُس کے گھر کی عورتیں اپنے مُنھ اور سر پر کیچڑ تھوپ لیتی تھیں، کمر باندھ لیتی تھیں، سینہ کھول دیتی تھیں، اور شہر بھر میں ماتم کرتی پھرتی تھیں۔ ان کے پیچھے ان کے رشتہ دار مرد بھی اسی حال سے روتے اور بَین کرتے جاتے تھے۔

جنازہ ہمیشہ صبح کو گھر سے اُٹھتا تھا، اور آہستہ آہستہ دریائے نیل کے کنارے پہنچایا جاتا تھا۔ جنازے کے ساتھ آدمیوں کا ایک بڑا جلوس ہوتا تھا، رشتہ دار اور دوست بھی اور کرایہ کے رونے والے اور رونے والیاں بھی! ایک گروہ مُردے کو مخاطب کرکے چلاّتا تھا "تُو مغرب کو جا رہا ہے، اے تُو جو سب آدمیوں سے اچھا تھا، مغرب کو جا رہا ہے" جہاں اوزیرس کا گھر ہے! ہاں تُو ہی ہے جو مکّاری اور جھوٹ سے ہمیشہ نفرت کیا کرتا تھا!"

فوراً دوسرا ماتمی گروہ چلاّ کر یوں کہتا تھا:-

"ارے او سردار! تو مغرب کو جا رہا ہے، خود دیوتا بھی تجھ پر ماتم کر رہے ہیں"

بیوہ اور لڑکے بالے اپنے مُردے کے جنازے سے بہت قریب ہو کر چلتے تھے، ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک چھڑی ہوتی تھی۔ پیچھے مزدور ہوتے تھے جو میّت کے ساتھ دفن ہونے والا تمام سامان اٹھائے چلتے تھے۔

جنازے کی صورت، کشتی کے مشابہ ہوتی تھی، کیونکہ را دیوتا اور اوزیرس دیوتا کی بھی کشتیاں تھیں، جن پر وہ دنیا کی سیر کیا کرتے تھے، اور اب مُردہ بھی دیوتاؤں کے ساتھ سیر کرے گا، اس لئے دنیا سے کشتی ہی پر سوار ہو کے جائے!

مُردے کی یہ کشتی، بیل گاڑی پر رکھدی جاتی تھی۔ مصری اپنے جنازے، بیل گاڑیوں ہی پر اُٹھاتے تھے، اور گاڑی ہانکنے والا۔ بیلوں کو بار بار مارتا اور چلاّتا جاتا تھا:-

"مغرب کو، او بیلو! تم لئے جا رہے ہو تابوت مغرب کو، او بیلو! تمہارا آقا تمہارے پیچھے ہی چلا آ رہا ہے!"

جنازہ دریائے نیل کے کنارے جب پہنچ جاتا تو اُسے ایک بڑی کشتی پر رکھدیتے تھے، تاکہ دریا کے اُس پار قبرستان جائے۔ نیل کا یہ سفر مُردے کے لئے بہت ضروری اور اہم سمجھا جاتا تھا، کیونکہ اوزیرس اور را بھی روز سفر کرکے شام کو اپنے آرام کی جگہ چلے جاتے تھے! اسی طرح مُردہ بھی اس سفر سے آرام کی جگہ پہنچ جائے گا۔ قبرستان، ابی دوس نامی مقام میں تھا۔ اِسے قبرستان کی بجائے شہر کہنا چاہئے، کیونکہ یہاں بڑی آبادی تھی۔ ابی دوس کو مقدس سمجھتے تھے اور یہاں دفن ہونے میں نجات یقین کرتے تھے۔

میت کی کشتی پر صرف اُس کی رشتہ دار عورتیں ہوتی تھیں اور دو جادوگرنیاں یا مہنت عورتیں۔ رشتہ دار عورتیں بین کرتی رہتی تھیں اور جادوگرنیاں منتر پڑھتی تھیں۔ ایک اور کشتی بھی ہوتی تھی۔ اس میں میت کے ساتھ جانے والے لوگ ہوتے تھے اور دفن ہونے والا سامان۔

دریا کے کنارے میت کے دوست کھڑے ہوتے تھے اور ایک گروہ چلاتا تھا:-

"پہنچ جا سلامتی میں! تھیبس کے مغرب میں! سلامتی میں! سلامتی میں ابی دوس کی طرف پہنچ جا! ہاں چلا جا سلامتی میں ابی دوس کی طرف!۔ سلامتی میں مغرب کے سمندر کی طرف!

اس بین کے جواب میں دوسرے لوگ صیح کر کہتے تھے:-

"مغرب کو! مغرب کو! انسان کی زمین کو! اُس زمین کو جس سے تو نے محبت کی تھی۔ ہاں وہ زمین تیرے بغیر بے کل ہے۔ تیری جُدائی میں روتی ہے!"

یہ سُنتے ہی عورتوں کی چیخیں بلند ہو جاتیں:-

"سلامتی میں! سلامتی میں! مغرب میں! او عزت دار مالک، چلا جا سلامتی میں! خدا کی مرضی ہوگی، اور کبھی نہ ختم ہونے والا دن جب چمکے گا، تو ہم تجھے دیکھینگے، کیونکہ دیکھ، تو اُس زمین کو جا رہا ہے، جہاں سب آدمی ایک ساتھ ہو جاتے ہیں"

یہ بین ختم ہوتے ہی میت کی بیوہ ایک پُر اثر سُر میں گاتی تھی:-

"او میرے بھائی! او میرے خاوند! او میرے پیارے ٹھہر! اپنے گھر ہی میں رہ۔ اپنی دنیا کی جگہ چھوڑ کر نہ جا! ہائے تو کشتی پر چلا جا رہا ہے تاکہ دریا کو پار کرلے!"

"اے کشتی چلانے والو! جلدی نہ کرو۔ میرے پیارے کو چھوڑ جاؤ۔ تم تو اپنے گھروں کو لوٹ جاؤگے۔ مگر میرا پیارا، میرا جانی؟ تو وہ جا رہا ہے، بہت دور جا رہا ہے۔ دوام کی سرزمین میں جا رہا ہے!"

"او زیرس کی کشتی! ہائے تو کیوں میرے پیارے کو مجھ سے چھین لینے کے لئے چلی آئی!"

"آہ لٹ گئی میں، کیونکہ میرا بھائی، میرا خاوند، میرا چہیتا مجھے چھوڑ کر جا رہا ہے!"

جب ممی یا میت قبرستان میں کھڑی کر دی جاتی تھی، تو پھر ماتم ہوتا تھا۔ عزیز، دوست اور کرایہ کے نوحہ کرنے والے سر پیٹتے تھے۔ دہاڑیں مار مار کے روتے تھے، اور زمین پر گر گر پڑتے تھے۔ رشتہ دار، میت کو اپنے ننگے سینوں سے چمٹاتے اور اس کی چھاتی اور گھٹنے چومتے تھے۔

اس موقعہ پر بیوہ یہ بین کرتی تھی:۔

"میں تیری بہن ہوں او بڑے آدمی! نہ چھوڑ مجھے!"

"کیا سچ مچ تو یہی چاہتا ہے کہ میں تجھے چھوڑ کر چلی جاؤں؟ میں چلی جاؤں گی، تو یہاں تو اکیلا رہ جائیگا، او پیارے! بتا تو، وہ کون ہے جو یہاں تیرے پاس ہوگا اور تیرے ساتھ جائیگا؟"

"اے وہ جو مجھ سے ہنسا بولا کرتا تھا، اب کیوں چپ ہے؟ کچھ تو بول!"

اس پر غم بھرے سُر میں سب لوگ ایک ساتھ گانا شروع کر دیتے تھے:۔

"ماتم! ماتم! کرو ماتم! کرو ماتم! رُکے بغیر کرو ماتم! جتنا بہت ماتم کر سکتے ہو، اُتنا ہی بہت کرو ماتم!"

"او اچھے، "مسافر" جو دوام کی سرزمین کو جا رہا ہے، تو ہم سے چھن گیا ہے! اسے وہ جس کے گرد بہت سے عزیز پیارے جمع رہتے تھے، اب تو اُس زمین میں ہے، جہاں تنہائی کے سوا کچھ بھی نہیں!"

"تو بڑی چستی وتیزی سے چلنا پسند کیا کرتا تھا، مگر آج تو قید ہے۔ بندھا ہوا ہے۔ پٹیوں میں جکڑا ہوا ہے! تیرے پاس کس چیز کی کمی تھی؟ سب ہی اچھی چیزوں کے ڈھیر تیرے آگے لگے رہتے تھے، لیکن آج تو سوتی کپڑوں میں لپٹا پڑا ہے!"

اسی موقعہ پر جنوبی مصر کے سانڈ کی قربانی کی جاتی تھی، اور مہنت، ممی کے ہونٹوں کے سامنے خون لے جاتا تھا۔

جب ماتمی لوگ رخصت ہوجاتے تھے، تو جادوگر گویا، مُردوں کی کتاب سے یہ عجیب گانا مُردے کے سامنے گاتا تھا:۔

"او ممی، او دیوتاؤ! ہاں تم کہ سنتے ہو حمدیں اس مرے ہوئے آدمی کی، اور بڑھاتے ہو روز خوبیاں اس ممی کی، جو زندہ ہے، زندہ ہے ہمیشہ کے لئے ایک دیو"تا کی طرح!"

"اور اے تو بھی، جو زندہ رہے گا آنے والی نسلوں میں، تم سب جو آؤ گے اور پڑھو گے اس مناجات کو جو مذہب کی رسموں کے مطابق لکھدی گئی ہے قبر پر، ہاں تو تم دُہراؤگے:۔"نیچے کی دنیا کی بڑائی (یعنی آخرت کی)، اور وہ بڑائی کیا ہے؟ مقبرے کی معدومی، مگر کس لئے یہ؟ اس لئے کہ دوام کی سرزمین کی تصویر ہو جائے یہ!"

"دوام کی سرزمین، سچا ملک ہے، وہ ملک جہاں کوئی جھگڑا نہیں، اور جہاں تشدد سے نفرت کی جاتی ہے، جہاں نہ کوئی اپنے پڑوسی پر حملہ کرتا ہے، نہ ہماری نسلوں میں سے کوئی باغی ہے۔"

"اُس وقت سے جب سے تمہاری نسل چلی ہے اور اُس وقت تک جب وہ بہت ہی بڑھ جائیگی سب ہی چلے جارہے ہیں ایک ہی راستے پر، کیونکہ مصر کی سرزمین پر کوئی نہیں جو باقی رہیگا۔ سب کو یہ زمین چھوڑ ہی دینی پڑے گی۔"

"اور سب سے کہا جارہا ہے، جو یہاں دنیا میں ہیں، کہ جاؤ، اطمینان سے تندرستی اور سلامتی کے ساتھ پھلو پھولو، کیونکہ تمہیں آخر قبر میں چلا ہی جانا ہے۔"

"مبارکوں میں ایک مبارک سردار، وہ تو ہے جو ہمیشہ اپنے دل میں اُس دن کا خیال رکھتا ہے جب تو اپنے دفن کے بچھونے پر لیٹے گا!"

یہ گانا بہت ہی پُرانا ہے، اور اس میں ایک طرح کی چھپی ہوئی ترغیب ہے کہ آدمی مرنے سے پہلے عیش کرلے۔ صدیوں کے بعد یہ گانا بدل کر یوں ہوگیا، اور اس میں عیش کرنے کی دعوت کُھلے لفظوں میں دے دی گئی۔ جس سے پُرانے مصریوں کی اخلاقی حالت کا اندازہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے:۔

"سردار (اوزیرس) کے سامنے بے کھٹکے نکل جانا ہی اصلی خوش نصیبی ہے۔"

"خدا کے وقتوں سے آج تک جسم اسی لئے پیدا ہوتے ہیں کہ چلے جائیں، اور نئی نسلیں اُن کی جگہ لے لیتی ہیں۔"

"ہمار یہی ہوتا آیا ہے کہ را صبح کو نکلتا ہے اور تو مولیٹ جاتا ہے تاکہ شام کی دنیا میں آرام کرے"۔

"تمام نر پیدا کرتے ہیں اور مادائیں، بچے جنتی ہیں۔ ہر ناک ہوا سونگھتی ہے، اپنی پیدائش کی صبح سے اس دن تک جب اپنی آخری جگہ چلی جائے۔

"او آدمی تو خوش رہ ایک دن!"

"ہوں تیرے نتھنوں کے لئے خوشبوئیں اور عطر!"

"اور ہوں تیرے کندہوں کے لئے اور تیری پیاری بہن[1] (بیوی) کے لئے ہار اور کنول کے پھول، وہ تیری بہن، جو تیرے پہلو میں پیار سے بیٹھتی ہے۔

"اور تیرے سامنے گانا بجانا بھی ہو۔"

"اور اپنے سب غم بھول کر تو صرف خوشی کا خیال کر، یہانتک کہ وہ دن آجائے جب تجھے کبھی نہ بولنے والی دیوی کے ملک میں جانا پڑے گا"۔

"مگر اس حالت میں بھی تیرے لڑکے کا دل، جو تجھے چاہتا ہے برابر دھڑکتا رہے گا"۔

"او آدمی، ایک دن کے لئے خوش رہ!"

"میں نے اپنے بزرگوں کے بارے میں سنا ہے کہ اُن پر کیا بیتی، اُن کی دیواریں ڈھ گئیں اُن کے گھر ناپید ہو گئے۔ اور وہ خود ایسے ہو گئے، جیسے خدا کے وقت سے اُنھیں کبھی زندگی ملی ہی نہ تھی"۔

"تیرے مقبرے کی دیواریں مضبوط ہیں۔ تو نے اپنے تالاب کے کنارے پیڑ لگائے ہیں۔ تیری روح اُن کی چھاؤں میں سُکھ پاتی ہے، اور پانی بھی پیتی ہے"۔

"وہی کر جو تیرے دل کو اچھا لگتا ہے، ہاں وہی کر جب تک تو زمین پر ہے"۔

"اور جس آدمی کے پاس زمین نہیں ہے، تو اُسے روٹی دے، تاکہ تو ہمیشہ نیک نام رہے"۔

"اُن دیوتاؤں کے بارے میں سوچ، جو بہت پہلے جیتے تھے، مگر اب اُن کے چڑھاوے اس طرح ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑے ہیں، جیسے اُنہیں کسی تیندوے نے پھاڑ ڈالا ہو، اُن کی

[1] مصری اپنی سگی بہنوں سے شادی کیا کرتے تھے، خود فرعون، اور اُن کے خیال میں دیوتا بھی۔

مورتیاں، مٹی میں مل گئی ہیں۔ اُن کی مورتیاں اب رآ کے مندر میں کہیں دکھائی بھی نہیں دیتیں
اُن کے ماننے والے پڑے بھیک مانگ رہے ہیں!

"او آدمی، ایک دن کے لئے خوش رہ!"

"جو لوگ تجھ سے پہلے جا چکے ہیں، اپنی خوشی کا حصہ بھرپور لے گئے۔ اُنھوں نے اپنے آپ سے
اُداسی دور کر دی تھی، جو عمر گھٹاتی ہے، یہاں تک کہ وہ دن آجاتا ہے، جب دل اجاڑ کے مٹا دئے
جاتے ہیں!"

"او آدمی ایک دن کے لئے خوش رہ"

"سوچ اُس دن کو جب تجھے اُس ملک میں زبردستی پہنچا دیا جائے گا۔ جہاں سب
آدمی مل جل کے رہتے ہیں، اور جہاں کوئی اپنا سامان کبھی ساتھ لے نہ جا سکا، اور جہاں
سے کبھی کوئی واپس بھی نہ آسکا!"

پہلے لاش کو قبر میں اُس کے بائیں پہلو پر اس طرح رکھتے تھے کہ اُس کا سر اُتر کی
طرف رہتا تھا اور پاؤں، دکھن کی طرف، منھ پورب کی طرف اور پیٹھ پچھم کی طرف۔ بعد میں یہ
دستور بدل گیا اور لاش کو پیٹھ کے بل رکھنے لگے، مگر اُس کا منھ پورب ہی کی طرف ہوتا تھا۔
قبروں کے ساتھ لکڑی یا پتھر کی تختیاں بھی کھڑی کرتے تھے، جن پر مُردے کی اصلی
یا فرضی نیکیاں اور خوبیاں لکھی جاتی تھیں اور یقین کیا جاتا تھا کہ آخرت میں حساب کے وقت
مُردے کو اس تحریر سے فائدہ پہنچے گا۔ فرعونوں کی قبروں کے ساتھ بھی تختیاں ہوتی تھیں
مگر اُن پر فرعون کی بڑائیاں لکھی جاتی تھیں، اور یقین کیا جاتا تھا کہ آخرت میں حساب کے
وقت مُردے کو اس تحریر سے فائدہ پہنچیگا فرعونوں کی قبروں کے ساتھ بھی تختیاں ہوتی تھیں، مگر اُن پر فرعون
کی بڑائیاں لکھی جاتی تھیں اور فتوحات کا حال۔ اس قسم کی بہت سی تختیاں، مصری عجائب خانے میں
موجود ہیں۔ ان میں سے ایک پر دیوتا امن کی زبان سے فرعون تھوتمس سوم کی شان میں قصیدہ ہے،
جسے پُرانی مصری شاعری کا ایک شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ ہم اس کا ترجمہ، مصری ادبیات کے باب میں دینگے۔

آخرت میں حساب

مصریوں کا عقیدہ تھا کہ آخرت میں مُردوں سے دیوتا اوزیرس حساب لیتا ہے اور اُس کے

ساتھ عدالت میں بیالیس جج بیٹھتے ہیں۔ روحیں تولنے کی ترازو بھی عدالت میں موجود ہوتی ہے
مُردہ عدالت میں کھڑا کیا جاتا ہے، اور اُس سے سوال کیئے جاتے ہیں۔ جواب میں مُردہ کہتا ہے:
"میں نے کسی کو دھوکہ نہیں دیا۔ میں نے کسی بیوہ کو ستایا نہیں، میں نے کبھی پنچایت میں
جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے کبھی جھوٹ جانا بھی نہیں۔ میں نے کبھی مزدوروں کے سردار سے زیادہ
کام کرنے کا مطالبہ نہیں کیا۔ میں نے کبھی کام سے جی نہیں چرایا۔ میں نے کبھی کسی کا غلام نہیں چھینا
میں نے کسی کو بھوکا نہیں رکھا۔ میں نے کسی کو نہیں رُلایا۔ میں نے کبھی کوئی قتل نہیں کیا۔
میں نے کسی قاتل کو دھوکہ دینے کا حکم نہیں دیا۔ میں نے کبھی حرام کی کمائی نہیں کھائی۔
میں نے کبھی کوئی چیز غصب نہیں کی۔ میں نے کبھی ڈنڈی نہیں ماری۔ میں نے کبھی کسی بچے کو
اُس کی ماں کے دودھ سے محروم نہیں کیا۔ میں پاک ہوں۔ بے گناہ ہوں! میں پاک
ہوں، بے گناہ ہوں!"

"اے انصاف کرنے والو! آج کے بڑے دن جبکہ حساب ہو رہا ہے، مجھ مُردے کو
اپنے قریب آنے دو، کیونکہ یہ مُردہ وہ ہے جس نے نہ کبھی گناہ کیا، نہ جھوٹ کو جانا، نہ کسی کو ستایا،
نہ کوئی بُرائی کی، نہ کوئی جھوٹی گواہی دی، نہ کوئی بُرا کام اپنی پاک روح کے مقابلے میں کیا، بلکہ
یہ مُردہ ہمیشہ سچائی کے ساتھ جیا، ہمیشہ حلال کھاتا رہا، اسی لئے سب آدمیوں نے اس کی نیکیوں
کی تعریف کی، اور تمام مخلوق اس کے کاموں سے خوش رہی، اور سب دیوتا بھی اس سے خوش
رہے، کیونکہ یہ مُردہ بھوکوں کو روٹی دیتا تھا، پیاسوں کو پانی پلاتا تھا، ننگوں کو کپڑا پہناتا تھا
دیوتاؤں کے سامنے قربانیاں کرتا تھا، مُردوں کے لئے دُعائیں کیا کرتا تھا لہذا اس مُردے کا
منہ بھی پاک ہے اور ہاتھ بھی پاک ہیں!"

مُردے کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ پُرانے مصری بھی، نیکیوں اور بدیوں کو خوب
جانتے تھے، یہ سچ ہے۔ مگر عملی زندگی میں نیکیوں اور بدیوں کی وہ زیادہ پرواہ نہیں کرتے تھے۔
کیونکہ ہم بتا آئے ہیں اُن کے خیال میں چرب زبانی اور جادو کے زور سے دیوتاؤں کو دھوکہ
دیدینا ممکن تھا۔ مُردے کا یہ بیان بھی زندہ لوگ، بُردی کاغذوں پر لکھ کے قبر میں رکھدیتے تھے
اور سب سمجھتے تھے کہ جب مُردہ یہ بیان عدالت میں دیگا، تو دیوتا ضرور اُسے نیک مان لینگے۔
یہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے، پڑھنے والوں کو عجیب معلوم ہوسکتا ہے، مگر واقعہ یہی ہے۔ ثبوت

سبب ہے کہ مصریوں کے خیال میں آدمی کا دل جھوٹ نہیں بول سکتا تھا، لہذا ڈرتے تھے کہیں آخرت کی عدالت میں دل سب کچھ ٹھیک ٹھیک نہ کہدے۔ اسی ڈر سے وہ مردے کا دل نکال ڈالتے تھے، اور اسکی جگہ گوبر کے کیڑے کی مورت بنا کر رکھدیتے تھے۔ ساتھ ہی ایک جادو کا منتر بھی لکھتے اور سمجھتے کہ گوبر کا کیڑا دل کی طرف سے عدالت میں وہی کہیگا، جس کا اُسے حکم دیدیا گیا ہے۔ منتر کا ترجمہ یہ ہے جس میں گوبر کے کیڑے کو دل ہی فرض کر لیا گیا ہے:۔

" او میرے دل! میرے دل جو میری ماں کی طرف سے میرے سینے میں آیا ہے، ہاں میرے دل! جس کے ساتھ میں برابر دنیا میں رہا! دیکھ، مقدس سرداروں کے سامنے مجھ سے جھگڑا نہ کیجو۔ نہ دشمن بن کر مجھپر گواہی دیجو۔ ایسا نہ ہو، تو مجھے آخرت کی دنیا کے مالک، معبود اعظم کے سامنے چھوڑ بیٹھے!"

" او زیرس کے دل، جو آخرت میں رہتا ہے، تجھپر سلام! پاک آنتوں (آنتیں) تم پر سلام! گندمی داڑھیوں[عہ] کے دیوتاؤ، جو اپنی لاٹھی کے زور سے ہر اختیار رکھتے ہو، تم پر سلام! ہاں دیوتاؤ، مُردے کو اچھائی سے یاد کرو، اور اُس پر احسان بھی کرو، تاکہ وہ تمہاری سفارش سے عیش کرسکے!......"

اور کبھی یہ منتر کچھ بدلے ہوئے لفظوں میں لکھا جاتا تھا۔ ترجمہ یہ ہے:۔

" او میرے دل! جو میری ماں نے میرے سینے میں اپنے سینے سے رکھ دیا ہے، اور جو میری زندگی رہا ہے، دیکھ میرے خلاف گواہی نہ دینا۔ حساب کے وقت مجھے جھوٹا نہ بنانا۔ نیچے کی دنیا کے مالک، معبود اعظم کے سامنے، نہ ترازو کے نگہبان کے سامنے مجھ سے جھگڑا کرنا۔"

" دیکھ، تو میرے بدن کے اندر موجود ہے اور میری جان بنا رہا ہے۔ تو دیوتا خمنو کی طرح ہے، جو میرے جوڑ جوڑ کو سکھ دیتا رہا ہے، میں تیری خوشامد کرتا ہوں کہ جب حساب کے مبارک مقام پر ہم جائینگے، جہاں جانا ضروری ہے، تو اُن سرداروں کا غصہ تو مجھپر بھڑکانہ دیجو، جو آدمیوں کو ہمیشہ کی زندگی دیا کرتے ہیں!"

[عہ] مصری اپنے سر بھی منڈاتے تھے اور داڑھی مونچھ بھی، لیکن قبر میں مُردے کے ساتھ مصنوعی داڑھی بھی رکھ دیتے تھے، جو گھوڑے کے بالوں سے بنائی جاتی تھی۔ فرعونوں کے اسٹیچوؤں میں بھی مصنوعی داڑھیاں دکھائی جاتی تھیں۔

"دیکھ تیرا نام میرے لئے مفید ہونا چاہئے، اور وہ مفید نہیں ہو گا جب تک حساب آسان نہ ہو جائے!

"دیکھ معبود اعظم کے سامنے مجھے جھوٹا نہ بنا دیجیو!"

گنڈے تعویذ

مصری، گنڈے تعویذ بھی بہت استعمال کرتے تھے، مگر سب قوموں کے برخلاف ان کے گنڈے تعویذ، قسم قسم کے جانوروں اور کیڑوں کی صورت کے ہوتے تھے۔ سیاہی، بلی، کتا، بیل، مینڈھا، بندر، سوئر، اور خرگوش وغیرہ کی صورتوں کے گنڈے تعویذ بناتے تھے، زندہ بھی انہیں پہنتے تھے، اور مُردوں کو بھی پہنا کر دفن کرتے تھے۔

سانپوں سے مصری بہت ڈرتے تھے، اسی لئے سانپوں سے بچنے کے لئے طرح طرح کے تعویذ بناتے تھے۔ سانپوں کو صرف زندوں ہی کے لئے مہلک نہیں سمجھتے تھے بلکہ مُردوں کے لئے بھی۔ یہی وجہ ہے کہ لاش کو سانپ سے بچانے کے لئے بہت سے تعویذ قبر میں رکھ دیتے تھے!
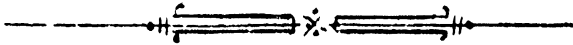
چوتھا باب

مصریوں کا تمدّن

مصری تمدن سیکڑوں نہیں، ہزاروں برس زندہ رہا۔ اس لئے مصریوں کی تمدنی ٹھہری زندگی کا نقشہ اتارنا آسان نہیں ہے۔ تمدن کی ترقی کے ساتھ زندگی کے طور طریقے بھی بدلتے رہے۔ سب تبدیلیوں کا حال لکھا جائے تو پڑھنے والے گھبرا جائینگے یہی وجہ ہے کہ بہت اختصار کے ساتھ ضروری معلومات یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

جغرافیہ کا نقشہ دیکھیئے۔ مصر کے دونوں طرف ریگستان پھیلا ہوا ہے۔ بیچ میں دریائے نیل ہے۔ اور اسی نیل کی بدولت مصر ہے۔ ورنہ مصر کی جگہ بھی بے آب و گیاہ بیابان ہوتا۔ نیل ہی کی وجہ سے مصر میں انسانی آبادی بہت پرانے زمانے سے پھیل گئی۔ اور نیل ہی کے سبب یہاں کے رہنے والے، اور ملکوں سے زیادہ مہذب بن گئے۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ مصر کی زمین کے اوپر آج تک پتھر کے زمانے[۵] کی کوئی یادگار پائی نہیں گئی۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ اس زمانے کی زمین نیل کی مٹی کے نیچے چھپ گئی ہے۔ نیل میں ہر سال سیلاب آتا ہے۔ اور پانی کے ساتھ وسطی افریقہ اور حبش و سوڈان سے مٹی اور کھاد بہکر آجاتی ہے۔ مدتوں سے یہی ہو رہا ہے۔ اور اب مصر کی زمین پر دریا کی لائی ہوئی مٹی اور کھاد کی پندرہ پندرہ فٹ موٹی تہہ جم گئی ہے۔

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ دریائے نیل، پتھر کے زمانے کے بعد پھوٹا ہے۔ کیونکہ نیل کی جمع کی ہوئی مٹی کے نیچے سے بہت سی پرانی یادگاریں نکلی ہیں، اور یہ یادگاریں، پتھر ہی کے

---

۵ پتھر کے زمانے سے مراد وہ زمانہ ہے جب انسان، لوہے سے کام لینا نہیں جانتا تھا۔ اور اس کی بجائے صرف پتھر سے کام لیتا تھا۔

زمانے کی ہیں۔ ان یادگاروں سے ثابت ہوتا ہے کہ پتھر کے زمانے میں بھی جبکہ انسان بالکل جنگلی تھا مصر والے بہت کچھ ترقی کر چکے تھے۔ یہ اس لئے کہ اُن کی بنائی ہوئی پتھر کی چیزیں بڑی خوبصورت ہیں۔ اور پتھر کاٹنے اور اس سے قسم قسم کے ہتیار، اوزار، اور برتن بنانے میں مصریوں کے کمال کی گواہ ہیں۔ اس واقعہ سے یہ بات خود بخود ثابت ہو جاتی ہے کہ مصر کی تہذیب سب ملکوں سے زیادہ پرانی ہے، اور یہ کہ مصر کی تہذیب کسی اور ملک سے نہیں آئی۔ بلکہ خود مصر ہی میں پیدا ہوئی۔ اور پروان چڑھی ہے۔ یہ دعویٰ اس لئے کیا گیا ہے کہ کسی اور ملک میں پتھر کے زمانے کی ویسی اچھی یادگاریں نہیں ملیں۔ جیسی مصر میں ملیں ہیں۔

علم الحیات کے ماہروں کا تقریباً اتفاق ہے کہ جن انسانی جماعتوں نے ترقی کی ہے وہ پہلے شکار پر زندگی بسر کرتی تھیں۔ پھر مویشیوں کے گلّے پالنے اور چرانے لگیں۔ اس کے بعد انہوں نے کھیتی شروع کی مگر مصر میں یہ قول بالکل غلط ہو گیا ہے۔ کیونکہ ہم پورے یقین سے جانتے ہیں کہ مصر کے باشندے ہمیشہ سے کھیتی کرتے آئے ہیں۔ وہ نہ شکاری تھے نہ گلّہ بان، بلکہ وحشت سے نکلتے ہی کسان بن گئے تھے۔

یہ بات نہیں ہے کہ مصری سرے سے شکار جانتے ہی نہ تھے، یا اُن کے پاس مویشیوں کے گلّے نہ تھے پُرانی تصویروں میں ہم ریگستان میں شکار کھیلتے دیکھتے ہیں۔ اس زمانے میں ریگستان کی حالت کچھ ایسی تھی کہ وہاں شیر، تیندوے، نیل، بَیل، ہرن وغیرہ جنگلی جانور پائے جاتے تھے، کیونکہ تصویروں میں یہ جانور دکھائی دیتے ہیں، مگر ہم یہ بھی یقین سے جانتے ہیں کہ مصریوں کی زندگی کا دارومدار شکار پر نہیں تھا۔ شکار امیر آدمیوں کے دل کا بہلاوا تھا۔ اور دوسرے لوگ شکار کھیلتے بھی تھے، تو زیادہ تر امیروں ہی کے لئے لذیذ گوشت مہیا کرنے کے لئے۔

یہی حال گلّہ بانی کا ہے۔ مصریوں کی گذر بسر کبھی گلّوں سے نہیں ہوئی۔ ثبوت یہ ہے کہ مصر میں شروع ہی سے چراگاہوں کی بڑی کمی تھی، اور ہونا بھی چاہئے، کیونکہ ہری بھری زمین یا صرف نیل کے دونوں طرف ہے، اور اس زمین کی چوڑائی بالائی مصر میں تو کہیں کہیں چند سو گز ہی رہ گئی ہے، نشیبی مصر کی چوڑائی بھی زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو میل ہے جس ملک کا یہ حال ہو وہاں چراگاہیں کیونکر ہو سکتی ہیں۔ اور جب چراگاہیں نہیں تو گلّہ بانی

بھی نہیں۔

اس سلسلے میں یہ بتادینا بھی مناسب ہے کہ مصری بہت ہی پرانے زمانے سے مویشی پالنا جانتے تھے۔ اُن کے دودھ، گوشت، اُون سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ کتے بھی پالتے تھے مگر سلوقی نسل کے جو کتے اب تک سوڈان میں بہت مقبول ہیں۔ بلی پالنے کا رواج بھی عام تھا گدھے بھی پالے جاتے تھے۔ اور اُن سے بوجھ اٹھانے اور سواری لینے کا کام لیا جاتا تھا۔ مگر ہکسوس فاتحوں کے آنے سے پہلے مصری گھوڑے کو جانتے ہی نہ تھے! اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ مصری اونٹ سے بھی ناواقف تھے۔ یہاں تک کہ یونانی زمانہ میں یہ جانور مصر پہنچا!

مصری بیل کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ کیونکہ کھیتی بیلوں ہی کی مدد سے ہوتی تھی۔ کوہان والے سانڈ اس لئے پالے جاتے تھے کہ اُن کی نسل بڑھائی جائے۔ پرانی تصویریں بتاتی ہیں کہ سانڈ تین قسم کے ہوتے تھے۔ لمبے سینگوں کے، چھوٹے سینگوں کے، اور ٹُنڈے۔ بلکہ کوشش کی جاتی تھی کہ تینوں نسلیں الگ رہیں۔ اور ملنے نہ پائیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ بھینس کی نسل سب سے پہلے مصریوں ہی نے پیدا کی۔ بھینس کے جدِ امجد، بیل ہیں!

زیادہ سے زیادہ پرانے زمانے میں بھی مصری جَو کی، ایک قسم کے گیہوں (SPELT) کی، اور سن کی کھیتی کرتے تھے۔ کئی قسم کی ترکاریاں بھی پیدا کرتے تھے۔ کھیتی کا طریقہ بہت آسان تھا۔ اور آج تک وہی پرانا طریقہ چلا آتا ہے۔ نیل کی طغیانی ختم ہوتے ہی کسان زمین جوت بو دیتے تھے۔ اور دریا کے کنارے چرخیاں لگا کر چمڑے کے چرسوں اور پُروں سے کھیتوں میں پانی پہونچایا کرتے تھے۔ ہندوستان کے دریاؤں کے کنارے بھی ٹھیک اسی طریقے سے کھیتی ہوتی ہے۔ مگر پرانے مصر میں یہ خاص دستور تھا کہ اناج کی صرف بالیں کاٹ لیتے تھے اور ڈنٹھل اور ریشے، کھیتوں ہی میں چھوڑ دیتے تھے۔ یا تو اس وجہ سے کہ ان چیزوں سے کام لینا نہیں جانتے تھے! یا پھر کھیتوں میں کھاد بڑھانا چاہتے تھے۔

مصریوں کی جو خوراک آج ہے تقریباً وہی شروع سے چلی آتی ہے۔ گوشت مچھلی ترکاریاں ساگ ہمیشہ سے مصری کھاتے رہے ہیں۔ مگر پیاز اُن کے کھانے میں شروع سے آج تک سب سے زیادہ مقبول رہی ہے۔ پرانی یادگاروں اور تصویروں سے ثابت ہے کہ مصری ہمیشہ سے پیاز کے عاشق ہیں۔ اور پیاز کھائے بغیر وہ نہ پہلے رہ سکتے تھے، نہ اب رہ سکتے ہیں پیاز کے طبی فائدے معلوم ہیں۔ شاید مصری اِن فائدوں کو اُس وقت بھی جان چکے تھے

جب اور ملکوں والے نہ جانتے تھے۔

مصر کے مزدور اور کسان

دنیا میں شاید مصر ہی ایک ایسا ملک ہے جس کی سوسائٹی میں پچھلے پانچ ہزار سال میں کوئی بڑی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی۔ پہلے شاہی خاندان کے وقت جیسی سوسائٹی تھی تقریباً ویسی ہی آج تک چلی آتی ہے۔

مصری سوسائٹی میں ہمیشہ سے تین طبقے رہے ہیں:۔ جاگیردار سرکاری نوکر، اور کسان سب سے اوپر فرعون اور اس کا خاندان تھا۔ اس کے نیچے جاگیردار تھے۔ پھر نوکری پیشہ گروہ تھا۔ اور سب سے نیچے کسان تھے۔ اور غلاموں کی سی زندگی بسر کرتے تھے ہاں ایک طبقہ اور تھا، اور یہ مذہبی پیشواؤں کا تھا۔ مگر مصری مذہب کے ساتھ یہ طبقہ بھی مٹ گیا۔

مصریوں کو کاروبار اور تجارت سے دلچسپی نہ تھی۔ زیادہ تر تجارت خود فرعون کرتے تھے۔ اور اس ذریعہ سے اپنی دولت بڑھاتے چلے جاتے تھے۔ البتہ درمیانی بادشاہی کے زمانے میں کچھ مصری سوداگر موجود ملتے ہیں۔ اور اچھا درجہ بھی حاصل کر لیتے ہیں کیونکہ ان کے بڑے بڑے مقبرے ملے ہیں، جو اپنی شان و شوکت میں امیروں کے مقبروں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ مگر بعد کے زمانوں میں تاجروں کا طبقہ پھر غائب ہو جاتا ہے۔

جس طرح مذہبی پیشواؤں اور فرعونوں میں رقابت رہا کرتی تھی۔ اور دونوں اپنا اپنا اقتدار بڑھانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ اسی طرح جاگیرداروں اور فرعونوں میں کشمکش چلی جاتی تھی۔ کبھی جاگیردار زور پکڑ لیتے تھے، اور کبھی فرعون انہیں دبا دیتے تھے یہ زور آزمائی پہلی بادشاہی سے شروع ہوئی اور مصر کی غلامی تک جاری رہی۔

مصری کسانوں کی حالت بہت بری تھی۔ زمینیں اُن کی اپنی نہ تھیں جاگیردار انہیں لگان پر زمین دیتے تھے۔ اور ان کی پیداوار کا بڑا حصہ خود لے لیتے تھے۔ مصر میں نہ لگان نقد لیا جاتا تھا نہ مال گذاری، نقد کی صورت میں وصول کی جاتی تھی۔ جاگیردار کسانوں سے لگان میں اناج لیتے تھے۔ اور فرعون کو مال گذاری بھی اناج ہی کی صورت میں دیتے تھے

فصل کے زمانے میں کسانوں کو کھیتی کرنی پڑتی تھی۔ اور فصل کے بعد خالی دنوں میں انہیں زبردستی مزدور بنالیا جاتا تھا۔ شاہی عمارتوں، مقبروں، عمارتوں کے بنانے کا کام ہمیشہ جاری رہتا تھا۔ اس کے لئے مزدوروں کی ضرورت ہوتی تھی۔ مصر میں مزدوروں کا کوئی الگ طبقہ موجود نہ تھا، اس لئے کسانوں کو زبردستی پکڑ کے مزدور بنالیا جاتا تھا۔ کسان پتھر کاٹتے تھے۔ انہیں پہاڑوں سے ڈھو کر عمارت کی جگہ لے جاتے تھے، اور وہ سب کچھ کرتے تھے جو مزدوروں کو کرنا پڑتا ہے۔

مزدوروں کا انتظام، فوج کا جیسا تھا۔ تھوڑے تھوڑے مزدوروں پر ایک سردار ہوتا تھا اور اُس کا کام یہ ہوتا تھا کہ مزدوروں سے زیادہ کام لے۔ اور اگر وہ سستی کریں تو کوڑوں سے پیٹے۔ کڑی محنت لی جاتی تھی۔ مگر مزدوری بہت ہی کم دی جاتی تھی۔ مزدوری نقد کی صورت میں نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ کھانے اور کپڑے کا راشن مقرر تھا، اور یہ اتنا کم تھا کہ مزدور چیخ چیخ اٹھتے تھے اور موقعہ پاکر ہنگامے بھی کر بیٹھتے تھے۔

آج کل کے لوگ یہ سُن کر تعجب کریں گے کہ مزدوری کی ہڑتال نہ موجودہ زمانے کی ایجاد ہے نہ یورپ سے پھیلی ہے کیونکہ مصری مزدور بھی ہڑتال کر دیا کرتے تھے۔ ایک پُرانے بُردی کاغذ پر ایک ایسی ہی ہڑتال کی سرکاری رپورٹ اس طرح لکھی ہے:۔

"مُردوں کے شہر کے مزدوروں کو ماہوار راشن ملتا تھا۔ مگر وہ اُسے مہینہ پورا ہونے سے پہلے ہی ختم کر چکے۔ اور اپنے اُوَرسیئر سے کہنے لگے "ہم بھوکوں مر رہے ہیں۔ حالانکہ مہینہ میں ابھی اٹھارہ دن باقی ہیں۔ ہمیں اور راشن دیا جائے"۔

"اورسیر نے وعدے وعید کئے۔ مگر مزدوروں نے اس کی بات یقین نہ کام چھوڑ دیا۔ اور شور مچاتے اور نعرے لگاتے ایک پبلک جگہ جلسہ کرنے کے لئے چل پڑے۔ یہ دیکھکر اورسیر، پولیس کمشنر، اور دوسرے افسر بھی جلسے میں پہنچ گئے اور مزدوروں کو سمجھانے لگے"

"مگر مزدوروں کے لیڈر نے صاف اور اونچی آواز میں اعلان کیا۔

"ہم کام پر واپس نہیں جائینگے۔ اُوپر کے حاکموں کو خبر دیدی جائے!"

اس کے بعد رپورٹ لکھنے والا کہتا ہے کہ ہم نے مزدوروں کی باتیں سُنیں۔ واقعی ان کی شکایت ٹھیک ہے" اور لکھا ہے کہ اس ہڑتال کے بعد حکومت نے مہینہ بھر کے

بجائے ہر چند رہویں روز راشن بانٹنے کا حکم دیدیا۔
ایک اور بردی کاغذ میں، جو بعد کے زمانے کا ہے لکھا ہے کہ مزدوروں نے کام چھوڑدیا اور جاؤ کر کے اناج کے سرکاری گدام پدھاوا بول دیا۔ اُس کی دو دیواریں بھی توڑ ڈالیں اور جب سنتریوں نے یہاں مزدوروں کو روکا تو انہوں نے کہا:۔
"ہم اس لئے آئے ہیں کہ بھوک اور پیاس کے ستائے ہوئے ہیں۔ ہمارے پاس نہ کپڑا ہے، نہ تیل ہے۔ نہ مچھلی ہے نہ ساگ ہے۔ ہمارے مالک فرعون کو، ہمارے آقا پادشاہ کو خبر دو کہ ہم مر رہے ہیں۔ ہماری ضرورتیں ہمیں دیدے۔ نہیں تو ہم یہاں سے نہ ٹلیں گے۔"
لیکن شہنشاہی کے زمانے میں مصری کسانوں کی حالت کچھ بہتر ہو گئی تھی۔ کیونکہ مفتوح ملکوں سے ہزاروں غلام آنے لگے تھے۔ ساتھ ہی بنی اسرائیل سے بھی زبردستی مزدوری لی جانے لگی تھی۔ مگر مزدوری کے بدلے اس زمانے میں مصری کسانوں کو فوج میں بھرتی ہو کر لڑنا پڑتا تھا۔ شہنشاہی کے بعد کسان پھر پُرانی حالت میں ہو گئے تھے

مِصریوں کے تہوار

مصری قوم فطرتاً زندہ دل واقع ہوئی ہے۔ جو حال آج ہے، وہی ہمیشہ تھا۔ کتنی ہی تکلیف مصیبت ہو۔ مصری، ہنسنا اور غم بھول جانا جانتا ہے۔ اور جانتا تھا۔ اونچے حلقوں کی طرح پرانے مصری کسان بھی سب کچھ جھیلنے پر بھی خوش ہی رہتے تھے۔
امیروں کی طرح غریب بھی جب موقعہ پاتے، جلسے کرتے اور دوستوں کو دعوتیں دیتے دل کھول کر کھاتے۔ اور جی بھر کر پیتے پلاتے۔ شراب کے بڑے رسیا تھے۔ قسم قسم کی شرابیں بناتے اور دعوتوں میں مشکوں کے مشکے خالی کر دیتے۔ ایسے جلسوں میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی برابر کی شریک ہوتی تھیں۔ اور بڑی بے تکلفی سے سب دوست مل کر جشن مناتے تھے کوئی دعوت مکمل سمجھی نہیں جاتی تھی، جب تک اس میں گانا بجانا اور ناچ بھی نہ ہو۔ یہ خدمتِ زیادہ تر پیشہ ور عورتیں انجام دیا کرتی تھیں۔ پرانی تصویروں سے صاف ظاہر ہے کہ مصری عورتیں جس طرح آج کل ناچتی ہیں، اُسی طرح اُس وقت

میں بھی ناچا کرتی تھیں۔ نیم برہنہ رہتی تھیں، اور اُن کے ناچ میں سب سے زیادہ نمایاں حرکت پیڑو کی حرکت ہوا کرتی تھی۔ اکثر انہی ناچنے والیوں کو ساقی بھی بنا دیا جاتا تھا۔ اور یہ مہمانوں کو زیادہ سے زیادہ پلا کر میزبان سے بھاری انعام وصول کیا کرتی تھیں!

زندہ دل قوموں میں تہوار، جشن، اور خوشی کے جلسے لازمی طور پر بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ مصریوں کا بھی یہی حال تھا۔ پرانی تصویروں سے یہ بات صاف ظاہر ہے لیکن بعض تصویروں پر تحریریں ابھی طرح پڑھی نہیں گئی ہیں اور جو پڑھی گئی ہیں ان میں سے اہم تہواروں کا حال یہاں لکھا جاتا ہے۔

تہوار دو قسم کے تھے: مذہبی اور شاہی۔ اگرچہ شاہی تہوار بھی مذہبی رنگ میں رنگے ہوتے تھے، کیونکہ فرعون کو دیوتا، اور آمن را کا بیٹا یقین کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔

الدیر البحری کی تصویروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں سالانہ ایک بہت بڑا تہوار "شادی کی عید" کے نام سے منایا جاتا تھا۔ یہ نام اس لئے تھا کہ مصریوں کے خیال میں دیوتا اُس نے ملکہ آہموسی سے ملاقات کی تھی۔ اور اسی ملاقات کا نتیجہ تھا کہ ملکہ ہت شپ سُت پیدا ہوئی۔

تصویروں کے ساتھ لکھا ہے کہ امن نے اہموسی کے بارے میں دیوتا توت سے پوچھا کہ کون ہے اور کیسی ہے؟ توت نے بتایا "اہموسی، انتہی حسین اور موہنی ہے کہ زمین پر کوئی عورت ویسی نہیں۔ جوانی اس پر پھٹ پڑی ہے۔ اور وہ ملکہ بھی ہے!"

یہ سنکر امن نے شاہی جوڑا پہن لیا۔ اور جب بن سنور چکا تو توت اُسے اہموسی کے شاندار محل میں لے گیا۔ امن نے دیکھا اہموسی سو رہی ہے۔ لیکن دیوتا کی خوشبو نے اُسے جگا دیا۔ لکھا ہے "ملکہ دیوتا کو دیکھ مسکرانے لگی اور بے اختیار اس کے پاس چلی گئی! دیوتا کا دل بھی محبت سے بھرپور ہو گیا۔ بے اختیار ہو گیا۔ اور اپنی اصلی الٰہی صورت میں نمودار ہو گیا: تاکہ ملکہ اس کے مقدس جمال سے مسحور ہو جائے۔

دفعتاً تمام محل ایسی خوشبوؤں سے مہکنے لگا۔ جیسی دنیا میں کبھی نہ تھیں۔ دیوتا اور ملکہ رات بھر ساتھ رہے۔ صبح دیوتا نے ملکہ سے کہا "تیری لڑکی، مصر کی ملکہ ہوگی۔ میں اُسے اپنا تاج بھی دوں گا، اپنا اقتدار بھی۔ اور وہ بڑے جاہ و جلال سے حکومت کریگی۔ کیونکہ خود

میری بیٹی ہوگی۔ اور میری اپنی نسل ہوگی۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ اہموسی کے لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کا نام ہت شپی پسٹ رکھا گیا۔ دیوی مسخنت نے اُسے دعا دی کہ دیوتا، حورس کے تخت پر دائمی زندگی کے ساتھ بیٹھی رہے۔ پھر دیوتا امن اپنی پیاری لڑکی، ہات کارا رہت شی پسٹ) کو دیکھنے آیا۔ اور اس سے کہنے لگا "مرحبا! مرحبا! اسلامتی ہو! میری بیٹی پر سلامتیاں رہیں۔ جسے میں نے پیدا کیا اور دل سے چاہا ہے!" یہ کہہ کر امن حکم دیتا ہے کہ دو انّائیں لڑکی کو دودھ پلائیں اور اس کی تعلیم و تربیت ایسی کی جائے کہ "وہ مصر کے شاہی تخت پر بیٹھے' بڑی ہی خوشی اور خرمی سے حکومت کرے، اور اپنے سر پر دونوں مصروں کا تاج رکھے، جیسا کہ دیوتاؤ کے آقا' دیوتا کا حکم ہے!"

پھر دیوتا انوبیس، لڑکی کی طرف بڑھتا ہے، اور "خاص اپنی طرف سے اُسے زندگی تندرستی بخشتا ہے۔ پھر اس کے سامنے ہر قسم کے کھانے، ہر قسم کی پینے کی چیزیں ہر رنگ و روپ کے آدمی، پانی میں رہنے والے تمام جاندار، اور سب مخلوقات رکھ دیتا ہے۔ تاکہ لڑکی، تخت شاہی پر جلوہ افروز ہو۔ اور اُسی طرح دنیا پر حکومت کرے جس طرح دیوتاؤں نے حکومت کی تھی۔

اس تہوار کے موقعہ پر ایک بہت بڑا جلوس، کرنک کے مندر سے نکلتا تھا کشتیوں پر نیل میں چل کر اقصر کے مندر میں جاتا تھا اور پھر وہاں سے لوٹ آتا تھا۔

جلوس کی ترتیب یہ ہوتی تھی کہ چار بڑے بڑے صندوق ہوتے تھے جنہیں اسّی مہنت اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوتے تھے۔ ان کے پیچھے بہت سے آدمی ہوتے تھے۔ اور ہر آدمی لمبے لمبے دستوں کی چھتریاں لئے ہوتا تھا۔ چار آدمی صندوقوں کے دائیں بائیں چلتے تھے اور شیروں کی کھالیں اوڑھے ہوتے تھے۔ پورے جلوس کے آگے بڑا مہنت ہوتا تھا۔ اور اپنے ہاتھ میں لوبان دان لئے رہتا تھا۔ فرعون "دیوتا آمن کی "کشتی" سواری کے ٹھیک پیچھے ہوتا تھا۔ جلوس کے ساتھ ڈھول تاشے، اور قسم قسم کے باجے بجتے جاتے تھے مصری فوج بھی ہتیار لگائے ساتھ ہوتی تھی۔

جب جلوس نیل کے کنارے پہنچ جاتا تھا، تو صندوق، کشتیوں پر رکھ دیئے

جاتے تھے، اور کشتیاں چل پڑتی تھیں۔ جلوس والے کشتیوں کے ساتھ کنارے کنارے چلتے تھے۔ فرعونوں کی سواری اب بھی جلوس کے ساتھ رہتی تھی، اور سب آدمی، دیوتا امن اور فرعون کی تعریف کے گیت گاتے رہتے تھے۔ جلوس، اقصر کے مندر کے سامنے پہونچتا۔ تو صندوق کشتیوں پر سے اتار لئے جاتے۔ اور مہنت انہیں اپنے کاندھوں پر اٹھاکے مندر میں لے جاتے۔ یہاں اُن کے سامنے قربانیاں کی جاتیں اس موقعہ پر عورتیں، "مقدس" ناچ ناچتی رہتی تھیں۔ یہاں تک کہ صندوق مندر سے باہر لوٹ آئیں اور پھر کشتیوں پر رکھ دیئے جائیں کرنک کے مندر میں واپسی پر بھی قربانیاں کی جاتی تھیں۔ یہ تہوار ہر برس نوروز کو منایا جاتا تھا۔

اسی طرح کے اَور بہت سے دینی تہوار تھے، مگر اُن کے حالات اس قدر ملتے جلتے ہیں کہ یہاں لکھنا بے فائدہ ہے۔ شاہی تہواروں میں سب سے بڑے چار تہوار تھے۔ فرعون کی تاج پوشی کا تہوار، دونوں مصروں (جنوب و شمال) کے اتحاد کا تہوار، مندر پر غلاف چڑھانے کا تہوار، اور فرعونی سواری نکلنے کا تہوار۔

تاج پوشی تو ہر فرعون کی ایک ہی دفعہ ہوتی تھی۔ مگر اس تاج پوشی کی سال گرہ ہر برس منائی جاتی تھی۔ باقی تینوں تہوار بھی سالانہ ہوا کرتے تھے۔

فرعون کی تاج پوشی

فرعون کی تاج پوشی، ویسی تاج پوشی نہ تھی جیسی بادشاہوں کی ہوا کرتی تھی یا ہوتی رہتی ہے بلکہ فرعون کی تاج پوشی، مصریوں کی نظر میں اُن کی قوم اور ملک کا سب سے بڑا اور اہم واقعہ تھی کیونکہ فرعون، محض بادشاہ ہی نہیں تھا بلکہ دیوتا بھی تھا۔

ہم فرعون کی پوزیشن پچھلے صفحوں میں بہت کچھ بیان کر آئے ہیں۔ یہاں اختصار کے ساتھ پھر یاد دلانا چاہتے ہیں کہ مصر کے سب سے بڑے دیوتا امن کے بعد فرعون کا درجہ تھا۔ فرعون کو امن کا سگا بیٹا مانا جاتا تھا۔ اور یقین کیا جاتا تھا کہ "فرعون ہی دنیا کو ہوا بخشتا ہے جس کے بغیر زندگی ممکن نہیں"!

فرعون کی بڑائی کا اندازہ اسی ایک واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ ۱۲۷۰ ق۔م، میں

فرعون شب سنکا ف نے ایک بہت ہی اونچے خاندان کے آدمی کو اپنا مقرب بنایا۔ کئی صدی سے اس خاندان میں وزارت چلی آتی تھی، اور ملک میں یہ خاندان بہت اقتدار حاصل کر چکا تھا۔ فرعون نے اس خاندان کے آدمی کو اپنا مقرب مصاحب ہی نہیں بنایا تھا بلکہ اپنی سب سے بڑی بیٹی بھی اس سے بیاہ دی تھی۔ اس کے بعد بھی یہ شخص اپنے مقبرے پر یہ عبارت چھوڑ گیا ہے "میرا آقا (فرعون) مجھے زمین چومنے کے بجائے اپنے قدم چومنے کی اجازت دیتا تھا!" اتنا بڑا امیر کبیر بھی اپنا سب سے بڑا فخر یہ سمجھتا تھا کہ "فرعون کے پاؤں چومتا ہے!

ایک پرانی تختی پر لکھا ہے کہ فرعون رامسس دوم نے کسی معاملے میں مشورہ کرنے کے لئے اپنے درباریوں کو بلایا، تو درباریوں کے سردار نے فرعون کو مخاطب کر کے کہا:۔

"آقا، تو اپنے سب کاموں میں دیوتا، را کی طرح ہے۔ تیرا دل جو فیصلہ بھی کرتا ہے اُس کا پورا ہو جانا قطعی ہے۔ رات میں تو چاہتا ہے۔ دن میں ضرور ہو جاتا ہے۔ جب سے تو مصر کا بادشاہ بنا ہے، ہم تیرے عظیم الشان کارنامے دیکھ رہے ہیں۔ ہم نے کبھی نہ کچھ دیکھا نہ کچھ سنا۔ مگر ہر چیز کو پورا ہی پورا پایا۔ تیرے منہ سے جو بول نکلتے ہیں بعینہ دیوتا ہورس کے بول ہوتے ہیں۔ جو وہ اُفق میں بولتا ہے۔ تیری زبان، اے آقا، ترازو ہے، اور تیرے ہونٹھ۔ دیوتا، توت کی ترازو کے پڑوں سے بھی زیادہ ٹھیک ہیں۔ کیا چیز ہے جسے تو نہیں جانتا؟ کون ہے جو وہ سب کچھ کر سکتا ہے جو تو بڑی آسانی سے کیا کرتا ہے؟ کونسی جگہ ہے جسے تیری لازوال آنکھیں دیکھ نہیں چکی ہیں؟ کوئی زمین نہیں، جسے تیرے پاک پاؤں روند نہ چکے ہوں، اور ہر زمین میں جو کچھ بھی ہوتا ہے فوراً تیرے مقدس کانوں تک پہونچ جاتا ہے۔ آقا تو حاکم ہے اس وقت سے جبکہ تیری ماں نے تجھے جنا بھی نہ تھا۔ کیونکہ تو اپنے سے پہلے فرعون کا بیٹا ہے۔ تو اس وقت سے پادشاہ ہے، جب بچہ تھا۔ اور تیری زلفیں تیرے گالوں سے کھیلا کرتی تھیں۔ تو اس وقت بھی سپہ سالار تھا جب تیری عمر دس برس بھی نہ تھی۔ آقا اگر تو پانی سے کہدے کہ تو پہاڑ پر چڑھ جائے تو تیرے بول ختم ہونے سے پہلے ہی وہ چڑھ جائیگا! تو بیشک دیوتا ہے، بہت ہی بڑا دیوتا! خوش اخلاقی کا دیوتا، تیرے منہ میں ہے علم کا دیوتا، تیرے دل میں ہے۔ تیری زبان، انصاف کے دیوتا کا تخت

ہے۔ اور تیرے ہونٹوں پر انصاف کا دیوتا بیٹھا رہتا ہے"۔

اَبُودُس کے مندر پر ایک کتبہ موجود ہے۔ جس میں درباریوں نے نوجوان فرعون کو اس طرح مخاطب کیا ہے:۔

"وہ تو ہی ہے جو سرداروں کو پیدا کرتا ہے اور معاملات انجام دیتا ہے۔ وہ تو ہی ہے جس کے منہ کے بول مقدس مانے گئے ہیں۔ وہ تو ہی ہے، جو جاگتا رہتا ہے۔ جب سب سوتے ہیں۔ وہ تو ہی ہے، جس کی قوت سے مصر نے نجات پائی ہے۔ وہ تو ہی ہے جو اجنبی ملکوں کو چکنا چور کر کے فتحیاب لوٹتا ہے۔ عدل و انصاف کو پیار کرنے والے آقا، اے وہ جس کی عمر لمبی اور قوت بے پناہ ہے۔ تو ہی ہمارا بادشاہ ہے۔ تو ہی ہمارا آقا ہے۔ تو ہی ہمارا آفتاب ہے۔ تیرے ہی حکم سے سب جیتے ہیں۔ اے مالک دیکھ ہم تیرے حضور آئے ہیں کہ ہمیں زندگی بخش، کیونکہ تیرے سوا زندگی بخشنے والا کون ہے؟ تو فرعون ہے۔ اس لئے تیرے واسطے زندگی ہے۔ تندرستی ہے۔ سلامتی ہے۔ تو ہوا ہے۔ جس میں ہم سانس لیتے ہیں۔ اے وہ جس کے نور سے ساری دنیا جی رہی ہے!"

یہ فرعون کی عظمت ہستی ظاہر ہے اُس کی تاج پوشی کتنا بڑا واقعہ سمجھی جاتی ہوگی اور کس طرح پورا مصر خوشیاں مناتا ہوگا۔

دستور یہ تھا کہ فرعون کی اصلی ملکہ کا سب سے بڑا بیٹا اپنے باپ کا جائز جانشین مانا جاتا تھا۔ نئے فرعون کی تاج پوشی، مکمل اور صحیح نہیں ہو سکتی تھی۔ جب تک بڑے بڑے دیوتا بھی جلسے میں شریک نہ ہوں۔ دیوتا خود کیسے آتے؟ اُن کے نمائندے آتے تھے۔ اور یہ نمائندے اُن کے مندروں کے مہنت ہوا کرتے تھے۔ ہر مہنت اپنے دیوتا کا روپ بھر کر آتا تھا۔ چنانچہ مصری مندروں کی دیواروں پر تاج پوشی کی جو تصویریں موجود ہیں ان میں ہر دیوتا کا مہنت اپنے دیوتا کے روپ، یعنی کسی نہ کسی جانور کی صورت میں دکھائی دیتا ہے!

تاج پوشی کا جلسہ اس طرح شروع ہوتا تھا کہ دیوتا 'توت' اور دیوتا 'ہورس' مقدس پانی سے بادشاہ کے ہاتھ پاک کرتے تھے، تاکہ یہ پانی بادشاہ کو زندگی بخشے۔ تصویروں میں دکھایا گیا ہے کہ نیا فرعون ان دونوں دیوتاؤں کے بیچ میں کھڑا ہے اور یہ دونوں

اُس پر وہ دیر تنوں سے پانی انڈیل رہے ہیں۔ اس طرح جب فرعون کے ہاتھ پاک ہو جاتے تو دونوں دیوتا اُسے شمال اور جنوب کے سب دیوتاؤں کے سامنے پیش کر کے کہتے "اے فرعون زندوں میں خوش نصیب ہے شمال اور جنوب کا بادشاہ ہے، اور ہورس کے تخت پر ہمیشہ بیٹھا رہیگا!"

تاج پوشی کا یہ پہلا جلسہ ہوتا تھا۔ اور اسے دینی جلسہ کہنا چاہئے۔ اس کے بعد ہی دوسرا جلسہ شروع ہوتا تھا۔ اِس جلسے میں درباری، ارکان سلطنت، اور بڑے بڑے عہدہ دار جمع ہوتے تھے، اور نئے فرعون کی تخت نشینی کا اعلان کر دیا جاتا تھا۔ ساتھ ہی فرعون کے وہ نام یا لقب بھی ظاہر کر دیئے جاتے تھے، جو وہ اپنے لئے پسند کر چکا ہوتا تھا۔ اس کے بعد تمام صوبوں اور کمشنریوں کے اعلیٰ افسران کو نئے فرعون کی تخت نشینی کی خبر بھیج دی جاتی تھی۔

مصری عجائب خانے میں مٹی کی ایک تختی موجود ہے، جس پر فرعون تھتمس اوّل نے اَسوان کے گورنر کو اپنے فرعون بننے کی اطلاع اس طرح دی تھی:۔

"شاہی فرمان ــ تمہیں بتایا جاتا ہے کہ ہم اعلیٰ حضرت ہورس کے تخت پر جلوہ افروز ہو گئے ہیں۔ اس طرح مابدولت، دونوں مصروں کے بادشاہ اور مالک ہمیشہ کے لئے بن گئے ہیں۔ ہمارے القاب یہ ہیں:ــ ہورس طاقتور سانڈ، ماٴت کا محبوب، دونوں تاجوں کا آقا، جس کا ظہور، آگ کی طرح ہے۔ زبردست و خود مختار، سنہرا ہورس، پاک برسوں والا، دلوں کو زندہ کرنے والا، دونوں مصروں کا بادشاہ، "عاخبر کارا" سورج کا فرزند، تھوتمس، جو ہمیشہ جیتا رہیگا۔ اَب تم پر فرض ہے کہ جنوب کے اور اَسوان کے دیوتاؤں کے لئے قربانیاں کرو۔ اور خود بھی سچے دل سے دعائیں کرو کہ "عاخبر کارا" کو سراسر تندرستی اور خوشی حاصل رہے۔ تمہیں یہ خوشخبری بھی سنائی جاتی ہے کہ شاہی خاندان ہر طرح خیریت سے ہے۔ یہ تحریر لکھی گئی ہے موسم بریت کے تیسرے مہینے کی اکیسویں تاریخ سال اول میں، کہ یہی تاریخ مابدولت کی تاج پوشی کے جلسے کی تاریخ ہے۔"

اس کے بعد تیسرا جلسہ شروع ہوتا تھا۔ اس جلسے میں فرعون کو تاج پہنایا جاتا تھا۔ اور شاہی عصا اس کے ہاتھ میں دیدیا جاتا تھا۔ فرعون تاج پوشی کے ایوان میں داخل

پہنتا تھا۔ یہاں اونچے چبوترے پر دو شاہی تخت بچھے ہوتے تھے۔ ایک جنوبی مصر کا، دوسرا شمالی مصر کا۔ عین اسی وقت دو مہنت نمودار ہوتے تھے۔ ایک کے سر پر ہورس (شمالی مصر کے دیوتا) کا نشان ہوتا تھا۔ اور دوسرے کے سر پر سیت (جنوبی مصر کے دیوتا) کا نشان ہوتا تھا۔ دونوں مہنت، فرعون کو پہلے جنوبی مصر کے تخت پر بٹھاتے تھے۔ اور ایک ساتھ کہتے تھے "ہم نے تجھے جنوب کا بادشاہ بنا دیا۔ اب تو ہورس کے تخت پر بیٹھا ہے، جو ہمیشہ سب کی رہنمائی کرتا رہیگا"۔ اس کے بعد ہی دونوں مہنت، فرعون کو شمالی مصر کے تخت پر بٹھا کے کہتے "ہم نے تجھے شمال کا بادشاہ بنا دیا"۔ جنوبی مصر کے تخت پر فرعون کو سفید رنگ کا تاج پہنایا جاتا تھا، اور شمالی مصر کے تخت پر سرخ رنگ کا۔ دونوں تاج پہننے اور شاہی عصا، ہاتھ میں لینے کے بعد فرعون جائز بادشاہ قرار پاجاتا تھا۔

اس کے بعد دونوں مصروں (شمال، جنوب) کے اتحاد کا جلسہ ہوتا تھا۔ اس جلسے کی تصویریں، سینتی اول کے مندر کی دیواروں پر موجود ہیں۔ ان میں دکھایا گیا ہے۔ کہ فرعون اپنے تخت پر اس طرح بیٹھا ہے کہ دائیں بائیں نخبیت (جنوبی مصر کی دیوی) اور اوازر (شمالی مصر کی دیوی) موجود ہیں۔ اس موقعہ پر دیوتا ہورس اور دیوتا سیت آتے ہیں اور بردی اور لوٹس، دونوں کے پودے ساتھ باندھ دیتے ہیں۔ بردی شمالی مصر کا نشان ہے اور لوٹس جنوبی مصر کا۔ دونوں کے ساتھ بندھ جانے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں مصر ایک ہو گئے۔

اس کے بعد مندر کے طواف کرنے کا جلسہ ہوتا تھا۔ نئے فرعون کو مندر کے چاروں طرف دوڑ کے طواف کرنا پڑتا تھا۔ یہ رسم بہت ہی پرانے زمانے سے چلی آتی تھی۔ ابھی چند سال پہلے تک مینا س کو مصر کا پہلا فرعون سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ رسم بھی اسی فرعون کی طرف منسوب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ میناس جب دونوں مصروں کو اپنے جھنڈے تلے لانے میں کامیاب ہو گیا تو اس نے شکر گذاری ظاہر کرنے کے لئے دوڑ کر مندر کا طواف کیا تھا۔ بعد کے سب نئے فرعونوں کے لئے یہ رسم انجام دینا ضروری ہو گیا۔ ممکن ہے کہ اس رسم سے اصلی غرض یہ ہو کہ فرعون اپنے طاقتور ہونے کا ثبوت اپنی

رعایا کے سامنے پیش کرے۔
ایک اور شاہی جشن بھی منایا جاتا تھا۔ جسے "فرعون کی سواری کا جشن" کہتے ہیں۔ یہ تہوار سالانہ ہوتا تھا۔ پرانے شہر تھابو (افقصر) کے مندر کی دیواروں پر جو تصویریں راسیس سوم کی سواری کی ہیں ان میں یہ جشن تفصیل سے دکھایا گیا ہے۔ یہ تصویریں
راسیس سوم کی سواری کی ہیں ان میں دکھایا گیا ہے کہ فرعون، اپنے محل سے سرسبزی کے دیوتا مین کے مندر کو جا رہا ہے۔ اس کا تخت، معمولی آدمیوں کے نہیں بلکہ خود اس کے اپنے بیٹوں اور مصاحبوں کے کندھوں پر رکھا ہے، اور یہ سب اُسے اٹھائے لئے چلے جا رہے ہیں۔ جلو میں شاہزادے، درباری، اور بڑے بڑے حاکم ہیں۔ نوبت خانہ ساتھ بجتا چل رہا ہے۔ فرعون، مندر کے دروازے پر پہونچ کے اتر پڑتا ہے۔ اندر جاتا ہے۔ دیوتا کے لئے قربانیاں کرتا ہے، اور باہر لوٹ آتا ہے۔ دروازے پر پروہت اور پجاری اُسے سلام کرتے اور اس کی ستائش کے گیت گاتے ہیں۔
اس موقعہ پر چار کبوتر اڑا دینا ضروری تھا۔ ہر کبوتر کی پیٹھ پر لکھا ہوتا تھا "جلدی جا جنوب میں یا شمال میں، یا مغرب میں، یا مشرق میں یہ کہہ دے، ایزس اور اوزیرس کے بیٹے نے اپنے سر پر جنوب کا تاج اور شمال کا تاج رکھ لیا ہے! اس لئے راسیس سوم اپنے سر پر دونوں تاج رکھ چکا ہے!"
اس موقعہ پر بڑا پروہت، فرعون کے سامنے سونے کی درانتی پیش کرتا تھا، اور فرعون اسے جَو کے چند پیڑ کاٹ دیتا تھا۔ خیال کیا جاتا ہے اس رسم سے مقصود یہ تھا کہ فرعون زمین کی پیداوار سب سے پہلے حاصل کرے گا۔ یعنی اس رسم کو نیک شگون سمجھا جاتا تھا۔
پرانی مصری تصویروں میں ملکہ ہَت شَی پَست کی تاج پوشی کی رسمیں بہت تفصیل سے دکھائی گئی ہیں۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مصر کی پوری قدیم تاریخ میں صرف یہی ایک عورت ہے جو فرعون بنی، اس لئے اس کی تاج پوشی بذاتِ خود ایک غیر معمولی واقعہ تھی۔ پھر حالات نے اس واقعہ کو اور بھی زیادہ اہمیت دیدی تھی۔
فرعون تھوتمس اوّل کے اصلی ملکہ سے صرف ایک ہی اولاد تھی، اور یہی مصری قانون

کے مطابق فرعون کی جائز وارث تھی، مگر یہ لڑکی تھی اور کبھی کوئی عورت فرعون نہیں بنی تھی اس لئے درباریوں میں جانشینی کے بارے میں اختلاف تھا، اور دوسری بیویوں سے فرعون کے لڑکے سازش میں لگے ہوئے تھے۔ یہ دیکھکر فرعون نے فیصلہ کیا کہ اپنے جیتے جی ہی اپنی لڑکی ہت شی پست کو جانشین بنادے۔ اور اس نے یہی کیا۔ ساتھ ہی اُس کی تاج پوشی کی رسم بھی ادا کردی۔

ہت شی پست کی تاج پوشی کی رسمیں تقریباً وہی ہیں، جو ہم ابھی بیان کرکے آئے ہیں نئی بات یہ ہے کہ فرعون تھوتمس نے اس موقع پر اپنی لڑکی کی طرف اشارہ کرکے اور درباریوں کو مخاطب کرکے ایک لمبی تقریر کی، جو اَب تک مندر کی دیوار پر موجود ہے۔

فرعون نے کہا "یہ میری بیٹی ہت شی پسپ میری جانشین ہے اور مصر کے تخت پر اس طرح بیٹھے گی کہ کوئی بھی اس کی مخالفت کی ہمت نہ کرسکے گا۔ اسی کا حکم ہر جگہ چلے گا۔ یہی تم سب پر حکومت کرےگی۔ تم اس کے نام کے نعرے لگاؤگے۔ اور جب یہ بلائے گی تو اس کے جھنڈے تلے جمع ہوجایا کروگے۔ جو کوئی اس کی تابعداری کرےگا زندگی پائیگا اور جس بدنصیب کے دل میں اس کی طرف سے کھوٹ ہوگی، اس کا سر تلوار سے اڑادیا جائیگا!"

ہر فرعون کی تاج پوشی پر اور اُس کی سالانہ یادگار پر ملک بھر میں عام جشن منایا جاتا تھا۔ ہر ممکن طریقے سے خوشی ظاہر کی جاتی تھی۔ خوب ناچ رنگ ہوتا تھا۔ دل کھول کے فقیروں کو کھلایا جاتا تھا۔ قیدی چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ اور کوشش کی جاتی تھی کہ ایک آدمی بھی اُداس اور غمگین نہ رہنے پائے۔

تاج پوشی کے موقعہ پر درباری شاعر، قصیدے پڑھتے تھے، اور انعام حاصل کرتے تھے بردی کاغذوں میں بعض قصیدے اَب تک موجود ہیں، جن کا ترجمہ ہم آئندہ باب میں پیش کریں گے۔

یہاں ایک اور اہم بات کی طرف اشارہ کردینا ضروری ہے۔ یہودی اور عیسائی بادشاہوں میں قدیم سے دستور چلا آتا ہے کہ تاج پوشی کے موقعہ پر بادشاہ کے سر پر "مقدس" تیل لگایا جاتا ہے۔ یورپ کے تمام مسیحی بادشاہوں کی تاج پوشی میں بھی یہ رسم ضرور برتی جاتی ہے۔ لیکن اس رسم کی ایجاد بھی مصر ہی میں ہوئی تھی۔ تل العمارنہ کے رسائل

میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی پیدائش سے ایک ہزار چار سو برس پہلے قبرص کے حاکم نے جو مصر کا باج گذار تھا، نئے فرعون کی تاج پوشی کے موقع پر اعلیٰ تیل کی ایک شیشی بھیجی تھی اور اپنے عریضے میں لکھا تھا کہ "فرعون کے سر پر تیل اس وقت لگایا جائے جب وہ تخت پر بیٹھے تاکہ اس تیل کی برکت سے ہمیشہ خوش و خرم اور مظفر و منصور رہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہودیوں کے ہاں "مسیح" سے مراد بادشاہ ہے، جسے مقدس تیل نے چھوا ہو۔ کیا عجب ہے بنی اسرائیل "مسیح" کا یہ خیال مصر ہی سے اپنے ساتھ لے گئے ہوں۔

مصریوں کی گھریلو زندگی

مصری سوسائٹی میں عورت کی پوزیشن کسی حال میں بھی گھٹیا نہ تھی۔ مصری زبان میں عورت کا عام لقب تھا "بنت پر"، یعنی گھر کی مالک، اور واقعی عورت اپنے شوہر کے گھر کی مالک ہی ہوتی تھی۔ جس طرح چاہتی تھی۔ گھر چلاتی تھی۔ شوہر کو دخل دینے کا حق نہ تھا۔ بہت پرانے زمانے میں صرف عورت ہی زمین کی مالک ہوتی تھی، اور اسی لئے وہ اپنے بوڑھے ماں باپ کو کھلانے کی ذمہ دار سمجھی جاتی تھی!

مصری اپنی بیویوں سے بڑی محبت کرتے تھے۔ مصری سوسائٹی کا تقاضا ہی یہ تھا کہ مرد اپنی بیوی کی قدر کرے۔ اور اس سے جہاں تک ممکن ہو سکے محبت سے پیش آئے۔ مصری فلسفی، پتاح ہوتپ کہتا ہے "اگر تم حیثیت والے آدمی ہو تو ایک گھر بناؤ (یعنی شادی کرو) اور اپنی بیوی سے اتنی محبت کرو جتنی مناسب ہے۔ اس کا پیٹ بھرو۔ اس کی پیٹھ پر کپڑا پہناؤ۔ اور اس کا دل اس وقت تک خوش رکھو جب تک وہ زندہ رہے!"

پرانی تصویروں میں میاں بیوی کو انتہائی محبت کی حالت میں دکھایا گیا ہے۔ کسی تصویر میں عورت اپنے شوہر کے گلے میں باہیں ڈالے کھڑی ہے کسی میں اس کے گھٹنے پر بیٹھی بیٹھی باتیں کر رہی ہے کسی میں اس کے ساتھ شکار پر جا رہی ہے۔ کسی میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سیر کر رہی ہے!

مصری اپنی بیویوں سے کس قدر محبت کرتے تھے؟ اس کا اندازہ ایک ردی کاغذ سے

کیا جا سکتا ہے جس میں لکھا ہے:-

"ایک شخص کی بیوی مرگئی تھی اس پر برسوں روتا رہا اور گھلتے گھلتے سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ جب حالت زیادہ خراب ہوگئی تو ایک جادوگر سے صلاح لینے گیا۔ جادوگر نے بتایا کہ بیماری کی اصلی وجہ یہ ہے کہ تمہاری بیوی تم سے ناخوش مری ہے۔ زندگی اور تندرستی چاہتے تو بیوی سے خطا معاف کراؤ۔ خطا اس طرح معاف ہو سکتی ہے کہ بیوی کے نام خط لکھو۔ اور اس کی قبر کے اندر رکھ دو۔ اس شخص نے یہی کیا، اور ذیل کا خط اپنی بیوی کے نام لکھا:-

"پیاری بہن! جس دن سے ہماری شادی ہوئی تھی، میں نے کبھی کوئی ایسا کام نہیں کیا، جس پر ڈرتا کہ تو چاں جائیگی تو غصہ ہوگی.. میں تجھے اس وقت بیاہ لایا تھا جب میں ایک ہری ٹہنی تھا۔ میں تیرے ساتھ ہمیشہ رہا تجھ سے ایسی حالت میں بھی دور نہیں ہوتا تھا جب دور ہونے کی مجبوریاں ہوتی تھیں۔ میں نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے تیرے دل کو دکھ پہونچا۔ پھر پیاری تو مجھ سے خفا کیوں ہے؟ دیکھ تیرے پیچھے میرا کیا حال ہے... تیرا غم مجھے کھا گیا ہے... اگر بھولے چوکے سے کوئی خطا مجھ سے ہو گئی ہو تو میری جان مجھے معاف کردے۔ کیونکہ میرے دل میں تیری محبت کے سوا آج تک کچھ نہیں ہے۔ میری پیاری بہن، مجھے معاف کردے۔ ۰!"

مصری میاں بیوی میں محبت کا یہ عالم تھا کہ مرنے پر دونوں ایک ہی قبر میں دفن ہوتے اور یقین کرتے تھے کہ موت کے بعد بھی اسی طرح ساتھ رہیں گے۔ اور اسی طرح آپس میں محبت کرتے رہیں گے جس طرح دنیا کی زندگی میں تھے۔ ان کے عقیدے میں موت، میاں بیوی کے رشتے کو کاٹ نہیں سکتی تھی۔ بشرطیکہ دونوں ایک ہی قبر میں ساتھ سوئے ہوں!

مصری عام طور پر ایک ہی بیوی رکھتے تھے۔ البتہ فرعون کئی کئی شادیاں کرتے تھے شادی بیاہ کے مصری اصول وقانون معلوم نہ ہو سکے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ فرعون اپنی سگی بہنوں سے بھی شادی کر لیتے تھے۔ بعد میں یہ رواج، بطلیموس خاندان میں بہت عام ہو گیا تھا۔ پرانی مصری غزلوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہنوں سے شادی کرنا برا نہیں سمجھا جاتا تھا، بلکہ بھائیوں کو اپنی بہنوں ہی سے عشق شروع ہوتا تھا۔ عورتیں بھی اپنے شوہروں کو بھائی کہا کرتی تھیں۔ چاہے وہ بھائی نہ بھی ہوں۔ لیکن یہ بھی کہا جا سکتا ہے

کہ محبوبہ یا بیوی کو بہن محض محبت ظاہر کرنے کے لئے کہتے تھے۔ ورنہ سگی بہنوں سے شادی کا رواج عام نہ تھا۔ مؤرخ اب تک اس مسئلہ کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکے ہیں۔

مصری اولاد کے لئے مرتے تھے۔ اولاد نہیں ہوتی تھی تو دوائیں بھی کرتے تھے۔ ٹونے ٹوٹکے بھی اور دیوتاؤں سے منتیں بھی مانتے تھے۔ اپنے بچوں کو "بابا" اور "ماما" کہہ کے پکارتے تھے، اور انہیں دیکھ کر باغ باغ ہوجاتے تھے۔ لڑکوں کے نام، دیوتاؤں کے نام پر اور لڑکیوں کے نام دیویوں کے نام پر رکھتے تھے، تاکہ مقدس ناموں کی برکت سے عمر بڑھے اور دنیا میں ہر قسم کی ترقی ملے۔ ماں اپنے بچے کو اس وقت تک دودھ پلاتی رہتی تھی جب تک وہ اچھی طرح چلنے نہ لگتا تھا۔ بچے گھر میں ننگے رہتے تھے۔ لیکن جب مدرسے جانے کی عمر کو پہونچتے تھے تو انہیں وہ کپڑے پہنائے جاتے تھے جو طالب علموں کے لئے خاص تھے۔ مصری اپنے بچوں کو بہلانے کے لئے قسم قسم کے کھلونے بھی گھر میں رکھتے تھے، اور ان کی کوشش رہتی تھی کہ بچے رونے اور اداس ہونے نہ پائیں۔ بلکہ ہر وقت ہنستے کھیلتے ہی رہیں۔

مصری عورتیں اپنے سنگار کا بڑا خیال رکھتی تھیں۔ سرمہ لگانے کا رواج عام تھا۔ ان کا لباس مختصر، ہلکا، مگر خوبصورت ہوتا تھا۔ گلا اور سینہ کھلا رکھتی تھیں۔ چھاتی سے اور گھٹنوں تک لمبا کرتہ یا عبا پہنتی تھیں، مگر اس طرح کہ کمر پر بہت چست رہے۔ تاکہ کمر کا پتلا ہونا دکھائی دے۔ سینے کے اوپر بغلوں کے پاس پتلے فیتے ہوتے تھے۔ جو کندھوں کے اوپر سے جا کر پیٹھ کی طرف سی دیئے جاتے تھے۔ تاکہ کپڑا نیچے سرک نہ جائے۔ بعض تصویروں میں ایسی عبائیں بھی ہیں جو گھٹنوں سے نیچے اتر کر پنڈلیوں کو بھی چھپا چکی ہیں۔ مگر ایسی عبائیں اوپر سے نیچے تک اتنی چست ہوتی تھیں کہ جسم بھر کی پوری بناوٹ ظاہر ہوجاتی تھی۔ خاص طور سے پنڈلیوں پر اس قدر تنگ ہوتی تھیں کہ چلنا مشکل ہوجاتا تھا۔

پرانے مصر کی عورتوں کے لباس کی نقل، یورپ اور امریکہ میں عام ہو چکی ہے۔ پیرس سے اب تک جتنے فیشن نکلے ہیں، زیادہ تر پرانی مصری عورتوں کی ایجاد ہیں۔ اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ کی عورتوں نے بال کٹانے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ بھی مصر سے لیا گیا ہے۔ فیشن ایبل مصری عورتیں عام طور پر بال کٹاتی تھیں یہ سچ ہے۔ کہ بہت سی تصویروں میں عورتوں کے لمبے لمبے بال بھی دکھائی دیتے ہیں۔ مگر خیال کیا جاتا ہے

کہ وہ مصنوعی بال ہیں، جو خاص خاص تقریبوں میں استعمال کئے جاتے تھے۔ یہ اس لئے کہ ہم یقین سے جانتے ہیں کہ مصری مرد اپنے بال ترشواتے تھے، بلکہ منڈا بھی ڈالتے تھے لیکن خاص موقعوں پر مصنوعی بال لگا کر ظاہر ہوتے تھے۔

عورتوں کی طرح مردوں کا لباس بھی مختصر اور ہلکا ہوتا تھا۔ شروع شروع تمام مصری مرد بھی اور عورتیں بھی تیندوے کی کھال سے ستر ڈھکتے تھے۔ یہ لباس مصر کے مذہبی پیشواؤں میں آخر تک رائج رہا۔ شاید اس لئے کہ زاہدانہ تھا اور شاید اس لئے بھی کہ پرانے وقتوں کی یاد زندہ رہے۔

تہذیب کی ترقی کے ساتھ لباس میں بھی تبدیلی و شائستگی پیدا ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ گھٹنوں کے برابر لمبی دھوتیوں کا رواج ہو گیا۔ پھر آہستہ آہستہ مصری اپنا پورا جسم ڈھکنے لگے۔ مگر آستین والے کرتوں کا رواج ۱۵۵۵ قم سے پہلے نہیں ہوا تھا۔

مصری اپنے کپڑوں میں گھنڈیوں اور بوتاموں کا استعمال بھی جانتے تھے۔ کمر پر پیٹیاں کسنے کے لئے قسم قسم کے بکسُ بھی بناتے تھے۔

فرعون کا لباس ہر زمانے میں سب سے ممتاز، شاندار اور قیمتی رہا۔ مختلف تقریبوں میں فرعون مختلف لباس پہنتے تھے، لیکن مذہبی تقریبوں میں اُن کا لباس وہی ہوتا تھا جو سب مذہبی پیشواؤں کا تھا۔ مگر اس میں بھی ایسی خصوصیت پیدا کر دی جاتی تھی کہ فرعون کو دیکھتے ہی پہچان لیا جاتا تھا۔ چنانچہ ایسے لباس میں بڑے بڑے سونے کے بٹن لگا دیئے جاتے تھے۔ پھر فرعون کے سر پر ایسی ٹوپی ہوتی تھی جس پر شاہی نشان جگمگاتے رہتے تھے۔

مصری عورتیں اپنے ملک کے مذہب میں بھی خاص درجہ رکھتی تھیں۔ مندروں میں ان کا بڑا رسوخ تھا۔ دیوتاؤں کے سامنے گانا بجانا انہی کا کام تھا۔ مندروں میں بہت سی کنواریاں "باداسیاں" بھی رہتی تھیں، اور دیوتاؤں کے لئے خاص سمجھی جاتی تھیں۔ ان کی سردار "خدا کی بیوی" کہلاتی تھی۔ مگر تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ کنواریاں، پنڈتوں پجاریوں، اور بااثر عیاشوں کے کام آتی تھیں!

غریب مصری عورتیں اپنے گھر کے سب کام خود ہی کرتی تھیں۔ کھانا پکاتی تھیں سیتی پروتی تھیں۔ کپڑے دھوتی تھیں، چرخہ کاتتی تھیں۔ بچے پالتی تھیں۔ لیکن امیر گھروں میں ماما ئیں، سہیلیاں اور نوکر چاکر ہوتے تھے۔ اور گھر کی مالکہ کے حکم سے سب

کچھ کرتے تھے۔

امیر گھروں میں مغلانیاں، عام طور پر شامی ہوتی تھیں، کیونکہ بہت حسین ہوتی تھیں ہر کام ایک مغلانی کے سپرد ہوتا تھا، اور گھر کی بیوی اسی سے جواب طلب کرتی تھی باورچی خانے کی مغلانی الگ ہوتی تھی۔توشہ خانے کی الگ، شراب رکھنے اور پلانے کی مغلانی الگ ہوتی، اور گانے بجانے والے طائفہ کی مغلانی الگ....

امیر گھروں میں بہت سازوسامان ہوتا تھا۔ایک گھر سے امیروں کا کام نہیں چلتا تھا کئی کئی گھر بناتے تھے۔ اور ہر گھر کسی خاص موسم یا کام کے لئے خاص کر دیتے تھے، ہر گھر میں زیادہ سے زیادہ سجاوٹ ہوتی تھی۔شاندار چارپائیاں، شاندار کرسیاں، شاندار صوفے بچھے رہتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ خوبصورت اور اعلیٰ آرٹ کا نمونہ ہوتی تھی۔

پرانے مصری، میز کا استعمال زیادہ نہیں کرتے تھے۔خاص خاص موقعوں پر ہی میزیں بچھائی جاتی تھیں۔کرسیوں اور صوفوں پر نرم قیمتی گدّے رکھے جاتے تھے پاؤں رکھنے کی جگہ پر بھی قیمتی قالین کے ٹکڑے ڈال دیئے جاتے تھے۔ اور کھڑکیوں پر بہت خوش رنگ اور بیش قیمت پردے لٹکائے جاتے تھے۔

ایک پرانی عمارت پر کی تصویروں میں دکھایا گیا ہے کہ مالدار مصری کی گھریلو زندگی کیسی ہوتی تھی۔ہم ترتیب سے سب مناظر یہاں پیش کرتے ہیں:۔

پہلا منظر۔ (۱) صاحب خانہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھا ہے (۲) آرائش خانہ میں داخل ہوا ہے۔ (۳) آرائش خانے میں اس کے سامنے نہانے کا پانی اور تولیئے لوٹے، طشت، تیل، عطر، آئینے رکھے ہیں (۴) اس کی پنڈلیاں ملی جارہی ہیں۔پھر پیٹھ ملی جارہی ہے۔پھر ہتھیلیوں اور تلوؤں پر مالش ہورہی ہے۔ناخن کٹ رہے ہیں۔فصد کھولی جارہی ہے (۵) قیمتی لباس پہنے دیوان خانے میں بیٹھا ہے (۶) داروغہ رپورٹ پیش کر رہے ہیں کہ امیر کے گاؤں گراؤں سے کیا چیزیں آئی ہیں۔گائیں بھیڑیں بطیں کتنی ہیں۔ (۷) مالک اپنے قصوروار نوکروں کو سزا دے رہا ہے (۸) اچھے نوکروں کو انعام بانٹ رہا ہے۔ (۹) اپنے پلنگ پر لیٹا آرام کر رہا ہے۔ اور بیوی پاس بیٹھی ستار بجاکے اس کا دل بہلا رہی ہے۔

دوسرا منظر (۱) مالک، گھر کے باہر کشتی میں سوار ہے۔ اور نیل میں سیر کر رہا ہے۔ (۲) سواری پر بیٹھا کہیں جا رہا ہے۔ (۳) اپنے نوکروں کے ساتھ کھڑا باتیں کر رہا ہے (۴) اپنے مویشیوں کا معائنہ کر رہا ہے۔ (۵) سوغاتیں قبول کر رہا ہے (۶) اپنے نوکروں اور مزدوروں کی نگرانی کر رہا ہے۔

تیسرا منظر۔ (۱) ڈنڈا پھینک کر چڑیوں کا شکار کر رہا ہے (۲) نیزے سے مچھلیاں مار رہا ہے (۳) دریائی گھوڑا مارنے کی کوشش میں لگا ہے (۴) ریگستان میں بڑے بڑے جانور شکار کرنے جا رہا ہے۔ (۵) جال لگائے بیٹھا ہے کہ چڑیاں آئیں، اور پھنس جائیں۔

ورزشی کھیل

مصر میں ورزش بہت ضروری سمجھی جاتی تھی۔ مرد ہی نہیں، عورتیں بھی ورزش کرتی تھیں تاکہ موٹی اور بھدی نہ ہو جائیں۔ اور جسم کی خوبصورتی برابر قائم رہے پرانی مصری تصویروں میں خصوصاً بنی حسن کے مشہور مقبروں پر کی تصویروں میں ہم مصریوں کو۔ مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی ورزش کرتے دیکھتے ہیں۔ ورزش ہی نہیں کشتی کے دنگل بھی جمے دکھائی دیتے ہیں۔ خود فرعون اپنے شاہزادوں اور درباریوں کے ساتھ دنگل دیکھا کرتے تھے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ کشتی کا فن مصر میں کتنی اہمیت حاصل کر چکا تھا۔

کشتی کی جو تصویریں آج تک باقی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصری گاؤدی نہیں کرتے تھے، بلکہ اس فن کے اصول اور پیچ بھی جانتے تھے۔ تصویروں میں مصری پہلوان، شامی اور لوبی پہلوانوں سے لڑ رہے ہیں۔ مگر ہر تصویر میں مصری پہلوانوں ہی کو جیتا ہوا دکھایا گیا ہے۔

اُمن دیوتا کے سالانہ تہوار کے موقعہ پر ایک دلچسپ پیچ ہوا کرتا تھا۔ ایک بڑا شہتیر کھڑا کر کے زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا۔ اور اس کے گرد چار اونچی چکنی بلیاں بھی گاڑ دی جاتی تھیں جن کے سر شہتیر پر ٹکے رہتے تھے۔ کسرتی جوان آتے تھے۔ اور ان

بلّیوں پر چڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ کھلی بات ہے۔ اونچی چکنی بلیوں پر چڑھ جانا بہت ہی مشکل کام ہے۔ مگر کچھ لوگ چڑھ ہی جاتے تھے۔ اور انہیں مندر کی طرف سے انعام میں مویشی، کپڑے، کمائیں دی جاتیں تھیں۔

مصری گتکا بھی خوب کھیلتے تھے۔ ان کی لکڑیاں چھوٹی ہوتی تھیں رسید سے ہاتھ میں لکڑی لیتے تھے۔ اور اُلٹے ہاتھ میں ڈھال ہوتی تھی۔ آنکھیں، ناک، اور منہ کھلا چھوڑ کر گردن، چہرے، سر، اور کانوں پر بہت موٹے کپڑے لپیٹ لیتے تھے، تاکہ چوٹ نہ لگے۔ دستور تھا کہ کھیل کے شروع اور آخر میں کھلاڑی پہلے ہاتھ اٹھا کر فرعون کو سلام کرتے تھے۔ پھر شاہزادوں کے سامنے جھک کر رخصت ہوتے تھے۔

شہ سواری، شمشیر زنی، اور کشتی چلانے کے بھی مقابلے ہوا کرتے تھے۔ دوڑ کے میچ بھی ہوتے تھے۔ غرضکہ پرانے زمانے کے مصری، ورزشوں اور ورزشی کھیلوں سے اپنے آپ کو تندرست رکھتے تھے۔

ان کھیلوں کے علاوہ شطرنج بھی بڑے ذوق و شوق سے کھیلا کرتے تھے۔ شطرنج کی تختی پر لمبان میں دس مربع خانے ہوتے تھے۔ اور چوڑان میں تین خانے۔ ترتیب کے ساتھ خانوں کے رنگ گہرے اور ہلکے ہوتے تھے۔ مُہرے بھی کئی رنگوں اور شکلوں کے ہوتے تھے۔ توت آخن امن کے مقبرے سے ہاتھی دانت اور آبنوس کی بنی ہوئی پوری شطرنج نکل آئی ہے۔ مصری عجائب گھر میں محفوظ ہے اور دیکھنے کی چیز ہے۔

زندہ فرعونی عادتیں

فرعونی زمانے میں باشندوں کے جو طور طریقے تھے۔ اُن میں سے کچھ تو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور کچھ کو بیان کرنا ہے۔ مگر اس کتاب کے پڑھنے والوں کو زیادہ دلچسپی اس طرح ہوگی کہ ہم اُن عادتوں اور رسموں کو جو اب تک بیان نہیں کی گئی ہیں، اس صورت میں لکھ دیں کہ موجودہ زمانے کے مصر پر بھی منطبق ہوتی جائیں۔ یعنی ہم دکھائینگے کہ فرعونی زمانے کی کون کون عادتیں اور رسمیں آج تک مصر میں باقی ہیں۔ اِس طرح پرانا زمانہ بھی سامنے آجائیگا اور موجودہ زمانہ بھی۔

سورج کی تعظیم | پچھلے صفحوں میں بیان کیا گیا ہے کہ مصری سورج کو پوجتے تھے۔ آج بھی مصریوں میں سورج کی تعظیم باقی ہے، چاہے وہ قبطی ہوں یا مسلمان اچنانچہ شیبی مصر کے دیہاتوں میں کسان اس طرح بھی قسم کھاتے ہیں "وَحَیَاۃِ الشَّمْسِ الْحُرَّۃ" یعنی آزاد سورج کی زندگی کی قسم! اور بعض علاقوں میں یہی قسم ان لفظوں میں کھائی جاتی ہے " وَحَیَاۃِ الْبَهِیَّۃِ الَّتِی تَطْلَعُ مِنْ حَبَلِهَا " یعنی اس نور کی زندگی کی قسم، جو اپنے پہاڑ سے نکلا کرتا ہے!

سورج کی تعظیم کی ایک اور صورت بھی اب تک باقی ہے کہ بچوں کے دانت جب گرتے ہیں تو سورج کی طرف پھینکے جاتے ہیں۔ لڑکا کہتا ہے "یَا شَمْس، یَا شَمُّوسَہ، خُذِی سِنَّ الْحِمَار وَهَاتِی سِنَّ الْغَزَال" یعنی او سورج، او سورجیا، لے گدھے کا دانت اور دے ہرن کا دانت! اور لڑکی کہتی ہے " یا شمس یا شموسہ، خُذِی سِنَّ الْجَامُوسَہ وَهَاتِی سِنَّ الْعَرُوسَہ" یعنی او سورج، او سورجیا، لے بھینس کا دانت اور دے دلھن کا دانت!

گوبر کے کیڑے سے عقیدت | پرانے مصری گبریلے کو بھی مقدس سمجھتے تھے اور اسے سورج کے ساتھ متحد خیال کرتے تھے۔ آج بھی جنوبی مصر کے علاقہ صعید میں جب لو لگنے سے کسی کو بخار آجاتا ہے، تو اپنے دامن کے کنارے میں گوبر کے کیڑے کو سی لیتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ گوبر کے کیڑے برکت سے سورج ترس کھائیگا اور بخار چلا جائے گا۔

درختوں سے عقیدت | پرانے مصری بہت سے درختوں کی بھی پوجا کرتے تھے، جیسے جمّیز[1]، سنط[2]، اور کھجور کے درخت۔ کہتے تھے، دیوی ہاتور یا نوت کا ان درختوں میں حلول ہو چکا ہے۔ بہت سی تصویروں میں دیکھا جاتا ہے کہ مُردہ، درخت کے سامنے کھڑا ہے۔ درخت سے کوئی دیوی نکلی ہے، اور مُردے کے سامنے اچھے کھانوں کا دسترخوان پیش کر رہی ہے۔

موجودہ زمانے میں بھی بہت سے مصری۔ مسلمان بھی اور قبطی بھی۔ .... درختوں سے عقیدت رکھتے ہیں۔ مقام مطریہ میں ایک درخت ہے۔ اسے "کنواری" (مریم) کا درخت

---

[1] جمّیز کا پھل، انجیر کے مشابہ ہوتا ہے۔ [2] سنط ایک خاص قسم کا مصری پیڑ ہے۔

کہتے ہیں۔ اِسے ہیلو پولیس کے اُس مقدس درخت کا جانشین سمجھنا چاہیئے، جس میں دیوتا حلول کر چکے تھے اور پُرانے مصری جس کی بڑی عقیدت سے پرستش کیا کرتے تھے۔"کنواری" کے درخت سے بھی آج کل کے مصری جاہلوں کو کچھ ایسی ہی عقیدت ہے۔

اسی طرح ضلع فیوم کے ایک گاؤں میں "شیخ صبر" نام کے ایک بزرگ کی قبر ہے۔ قبر پر ایک عظیم الشان درخت کھڑا ہے۔ دُور دُور سے بیمار اس درخت کے پاس آتے ہیں ہر شخص تنے میں ایک کیل ٹھونک دیتا ہے اور اپنے کچھ بال کیل میں لٹکا دیتا ہے۔ عقیدہ یہ ہے کہ ایسا کرنے سے درخت کی برکت ملے گی اور بیماری اچھی ہو جائے گی۔ بانجھ عورتیں بھی درخت کے پاس آکر ایسا ہی کرتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ اولاد ہو جائے گی۔ کہتی ہیں "حَا تحبل تَلی طول وَتجنب وَلَد" یعنی درخت کی برکت سے ضرور حمل رہے گا اور لڑکا پیدا ہو جائیگا۔

پُرانے مصریوں کی طرح اس زمانے کی مصری بھی جُمّیز کے پیڑ سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے ہیں۔ مصر کے ہر قبرستان میں اور مصر کے ہر ولی کی قبر پر جُمّیز کا درخت ضرور ہوتا ہے مصری اس پیڑ کو، اس کی شاخوں کو، اس کی پتیوں کو، اس کے پھلوں کو مقدس سمجھتے ہیں مصری عوام جب کسی پردیسی کو مصر سے رخصت ہوتے دیکھتے ہیں، تو پوچھتے ہیں جُمّیز کھا چکا ہے کہ نہیں؟ ہاں کہتا ہے تو اُس کے حق میں فال نیک سمجھتے ہیں۔ نہیں کہتا ہے تو مُنھ بنا لیتے ہیں۔ اُن کا مقولہ ہے "کُلُّ مَنْ یَاْکُلِ الْجُمّیز یَرْجَع مِصْر ثَانِیْ" یعنی جس نے جُمّیز کھا لیا ہے، مصر میں پھر لوٹ کر آئے گا!

یہ اِن درختوں سے مصریوں کی عقیدت ہی ہے کہ اِس زمانے کے مصر میں بھی ان کے ناموں پر شہر اور قصبے آباد کئے گئے ہیں، جیسے الجمیزہ، السنطہ، النخیلہ وغیرہ۔

بلّی سے عقیدت

پُرانے مصری بلّی کی پرستش کرتے تھے۔ اور اُسے دیوی باسلتیت کے نام سے یاد کرتے تھے۔ موجودہ زمانے کے مصری بھی بلّیوں کی بڑی عزّت کرتے ہیں۔ اُنھیں تکلیف دینا بہت بُرا سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ بلّیوں کے اندر روحیں اور جنّات رہتے ہیں۔

سانپ سے عقیدت

پُرانے مصریوں کا عقیدہ تھا کہ ہر گھر کی حفاظت ایک سانپ کے ذمّے ہے، اور اسی لئے وہ سانپ کو پوجتے تھے، مصری

عجائب گھر میں ایک سانپ کا اسٹیچو رکھا ہے - یہ اثر نیب کے مندر سے نکلا ہے - مندر میں اسے اسی لئے رکھا گیا تھا کہ سانپ اُس کی حفاظت کرتا رہے - آج کل کے مصری عوام بھی ٹھیک یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر گھر ایک ایک سانپ کی حفاظت میں ہے۔

مگرمچھ سے عقیدت

بہت سے مصریوں کے دروازوں پر سوکھائے ہوئے مگرمچھ لٹکے رہتے ہیں - یہ چیز بھی فرعونی زمانے کی یادگار ہے، پُرانے مصری مگرمچھ کی عبادت کرتے تھے - یہ اُن کا ایک دیوتا تھا اور سبک اس کا نام تھا۔

ہمزاد

مصری عوام کا عقیدہ ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ اُس کا ہمزاد بھی پیدا ہوتا ہے - یا اُس کی ایک بہن بھی پیدا ہوتی ہے، جو زمین کے اندر رہا کرتی ہے۔ یہ اعتقاد بھی پُرانے مصر کی یادگار ہے، کیونکہ پُرانے مصری بھی یقین کرتے تھے کہ ہر آدمی کی ایک الگ روح یا ہمزاد ہوتا ہے - اس کا نام اُن کی زبان میں "کا" تھا کہتے تھے کہ "کا" برابر آدمی کے ساتھ زندہ رہتا ہے، اور جب آدمی مرجاتا ہے تو لاش کے ساتھ قبر میں جاتا ہے، مگر لاش کے فنا ہونے پر خود فنا نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

کم سنی میں شادی

پُرانے مصری کم عمری ہی میں شادی کرلیتے تھے، اور اُن کی ہمیشہ یہی خواہش رہتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ اولاد پیدا کریں، مصری فلسفی، آنی نے اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی "کم سنی ہی میں اپنی بیوی کو بیاہ لا، تاکہ تیرے لئے لڑکا پیدا کردے، اور تو اپنی جوانی ہی میں اپنے لڑکے کو پال پوس کر اور سکھا پڑھا کر جوان کرسکے - خوش قسمت وہ ہے، جس کی اولاد بہت ہے - زیادہ اولاد والے ہی کی سب عزت کرتے ہیں"۔ ٹھیک یہی خیال اور عمل آج کل کے مصری کسانوں کا ہے - اُن کے بڑے بوڑھے بھی بعینہ یہی تلقین کیا کرتے ہیں، اور کسان اُس وقت شادی کرلیتے ہیں، جبکہ مشکل سے بالغ ہوتے ہیں۔

سرکاری نوکری سے عشق

موجودہ زمانے کے مصری، آزاد پیشوں سے بھاگتے ہیں - اُن کی سب سے بڑی آرزو یہ رہتی ہے کہ کوئی سرکاری نوکری مل جائے - اُن کی ایک ضرب المثل ہے " مَنْ فَاتَہُ المِیْرِیْ،

اَلْمُتَّرِعُ فِیْ تُرَابِہٖ" یعنی جسے سرکاری نوکری نہیں ملی، وہ اپنی مٹی میں لوٹے گا!
یہ ذہنیت بھی قدیم مصر سے آئی ہے۔ایک پُرانا بَرْدی کاغذ ملا ہے۔یہ ایک باپ کا
اپنے بیٹے کے نام خط ہے۔لکھتا ہے:۔

"معلوم ہوا ہے کہ تُو نے لکھنا پڑھنا چھوڑ دیا ہے، اور کھیل کود میں پڑ گیا ہے
تو کیا تُو کسان بننا چاہتا ہے کہ عمر بھر محنت کرے اور بدبختی کا شکار رہتا رہے؟ خبردار
نہ کسان بننے کا خیال کر، نہ سپاہی بننے کا، نہ پروہت بننے کا، بلکہ سرکاری نوکر بن۔سب تیری
عزت کرینگے۔تیرا گھر نوکر چاکر سے اور شان وشوکت سے بھر جائے گا، اور تو درباریوں
کے بعد "تیس کی مجلس" میں بیٹھا کرے گا!"

مصر کے سرکاری ملازموں کی یہ خاص خصوصیت ہے کہ اپنے افسروں کی بے حد خوشامد
کرتے ہیں، بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے اُن کے غلام ہیں، لیکن یہ طریقہ بھی پُرانے مصر سے
پہنچا ہے۔آج سے پانچ ہزار برس پہلے کا مصری فلسفی "بتاح حتب" کہہ گیا ہے" جو تجھ سے
اوپر ہے، اُس کے سامنے ہمیشہ جھکا رہ۔اپنے افسر کی پوری پوری اطاعت کر، تاکہ تیرا گھر کھلا رہے
تیرا رزق جاری رہے۔خبردار اپنے سردار کی کبھی نافرمانی نہ کیجو۔کیونکہ سردار کی نافرمانی میں سب
سے بڑی بربادی ہے!"

وطن نہیں چھوڑتے

مصری سرکاری ملازموں کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ اپنے وطن
سے دُور جانا نہیں چاہتے، اور اگر بھیجدیے جاتے ہیں تو بے حد
کُڑھتے ہیں۔ٹھیک یہی ذہنیت پُرانے مصریوں کی تھی۔ایک بَرْدی کاغذ، چار ہزار برس پہلے کا
پُرانا ہے، اِس میں ایک مصری عہدہ دار کی تحریر ہے، جو ممفس سے کہیں دور بھیجدیا گیا تھا لکھتا ہے
"میرا جسم تو بے شک یہاں ہے، لیکن میری روح ممفس ہی میں ہے، میں ہوں تو یہاں، مگر مجھ سے
کوئی کام بھی نہیں بن پڑتا، کیونکہ ممفس سے دور کر دیا گیا ہوں! معبود بتاح، میرے پاس آ، اور
مجھے ممفس لے جا۔کچھ نہیں تو دُور ہی سے مجھے ممفس دکھا دے!"

ظاہر پرستی

اس زمانے کے مصری، ظاہری ٹیپ ٹاپ پر مرتے ہیں، اور اس ٹیپ
ٹاپ کو نباہنے کے لئے زیادہ سے زیادہ اسراف کرتے ہیں، مگر یہ دستور
بھی اُن کے پُرانے مصری بزرگوں کا ہے۔سرکاری تحریروں سے ثابت ہے کہ رامسیس سوم

مندروں کو سالانہ گیہوں کے ایک لاکھ پچاسی ہزار بورے دیا کرتا تھا، مگر وہ ہر مہینے اپنے مزدوروں کے لئے پچاس بورے بھی نہ بھیج سکتا تھا، اور مزدور بھوکوں مرا کرتے تھے۔

کسانوں کی تحقیر مصر کی زندگی کھیتی پر ہے، مگر مصر کے لوگ کسانوں کو حقیر ہی نہیں سمجھتے، بلکہ اُن پر ہر قسم کے ظلم ڈہانا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ یہی حال پُرانے مصریوں کا تھا، اُن کی تصویروں میں کسانوں کا بڑا مذاق اُڑایا گیا ہے۔ اگر کبھی کوئی کسان وقت پر اپنا لگان ادا نہیں کرسکتا تھا، تو تحصیلدار آتے تھے۔ کسان کو زمین پر لٹا کے بُری طرح پیٹتے تھے، یہانتک کہ لگان ادا کردے!

اندھے اور موسیقی مصر کے گویئے اور قرآن کی قرأت کرنے والے، جب گاتے یا قرأت کرتے ہیں، تو ایک ہاتھ کی ہتیلی اپنے گال پر رکھ لیتے ہیں۔ ٹھیک یہی عادت، پُرانے مصری گویوں کی تھی۔ اسی قدر نہیں۔ بہت پرانے زمانے میں مصر کے لوگ اندھے گانے بجانے والوں کو آنکھ والوں پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ آج بھی یہی دستور ہے کہ قرآن مجید کے اندھے قاری ہی پسند کئے جاتے ہیں، اور یہ ہر گھر میں روز قرآن سُناتے ہیں، اندھے ہی نہیں، بلکہ اندھیاں بھی گھر گھر قرأت کرتی پھرتی ہیں!

کان پر قلم مصر میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ دیہاتوں میں کاروباری منشی، گماشتے اور لگان وصول کرنے والے، اپنے کانوں پر قلم رکھے چلتے پھرتے ہیں۔ ٹھیک یہی عادت ان لوگوں کی پُرانے مصر میں بھی تھی!

خوشی کا اظہار مصری جب کسی گانے پر یا بات پر بہت خوش ہوتے ہیں، تو اپنی ٹوپی، یا جُبہ، یا کوٹ ہوا میں ہلانا شروع کردیتے ہیں۔ پُرانے مصریوں کا بھی یہی حال تھا۔ اہراموں کے کتبوں میں لکھا ہے کہ جب فرعون، دوسری دنیا میں پہنچا تو "اُس نے دیکھا کہ دیوتا اپنے کپڑے اور سفید جوتے پہنے اُس کے انتظار میں ہیں۔ دیوتا فرعون کو دیکھتے ہی چلا اُٹھے "تیرے آنے سے پہلے ہمارے دلوں میں کبھی خوشی نہیں آئی!" پھر دیوتاؤں نے اپنے کپڑے اور جوتے، خوشی ظاہر کرنے کے لئے ہوا میں اُٹلانے شروع کردیئے!

جادو مصر کا جادو اب تک مشہور ہے۔ پُرانے مصریوں کو جادو پر بڑا یقین تھا۔ بردی کاغذوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے دشمن کا کام تمام کرنا چاہتا

تھا، تو کسی جادوگر کے پاس چلا جاتا تھا۔ اور جادوگر، دشمن کو بُرے بُرے خواب اور ڈراؤنی صورتیں دکھاتا تھا، ساتھ ہی بیماریوں سے اُسے ستاتا اور ہلکان کر ڈالتا تھا۔ جادو کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ جادوگر، دشمن کا تھوڑا سا خون، یا اُس کا کٹا ہوا ناخن، یا پہنے ہوئے کپڑے کا کوئی ٹکڑا مانگتا۔ اِن چیزوں میں سے کوئی چیز مل جاتی، تو دشمن کا پتلا بنا کر وہ چیز اندر رکھ دیتا۔ پھر پُتلے کو اُسی وضع کے کپڑے پہناتا جس وضع کے کپڑے دشمن پہنتا ہے۔ اس کے بعد جادو کے منتر پڑھتا، اور اب اگر پُتلے میں کیل ٹھونک دیتا، تو دشمن کو کوئی بیماری لگ جاتی۔ پُتلے کو آگ کے پاس لے جاتا، تو دشمن کو بخار آجاتا، اور اگر پتلے کی گردن کاٹ دیتا، تو دشمن بھی مر جاتا!

ٹھیک اسی طرح آج بھی مصر میں جادو کیا جاتا ہے، اور مصری عوام جادو پر بہت زیادہ یقین رکھتے ہیں۔

تعویذ قاہرہ کے عجائب گھر میں ہزاروں تعویذ موجود ہیں۔ پُرانے مصری قدم قدم پر تعویذ استعمال کرتے تھے۔ بلکہ تعویذوں کے بغیر زندگی ہی ناممکن سمجھتے تھے۔ آج کل کے مصری بھی تعویذوں سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں اور اُنھیں کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔

نظر لگنے کا ڈر قدیم مصری نظر لگنے سے بہت ڈرتے تھے، اور اس بلا سے بچنے کے لئے تعویذ اور دوسری چیزیں استعمال کیا کرتے تھے۔ مقام اَدْفُو میں حورس کے مندر سے ایک کتاب نکلی ہے، جس میں نظر سے بچنے کے لئے بہت سے تعویذ اور منتر لکھے ہیں۔ اسی میں دیوتا کو مخاطب کر کے ایک گیت لکھا ہے، جس کا ایک مصرعہ یہ ہے "معبود، اگر تو مجھے اپنی پناہ میں لے لے، تو پھر مجھے کسی کی نظر سے بھی خوف باقی نہ رہے!" موجودہ زمانے کے مصریوں کا بھی یہی حال ہے کہ نظر سے بہت ڈرتے ہیں، اور بچاؤ کے لئے صرف تعویذ ہی نہیں بلکہ اپنے دروازوں پر بلیٹیں اور ہرن کے سینگ لٹکاتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ بہت سے تعلیم یافتہ اور دولتمند مصری بھی نظر سے ڈرتے ہیں، اور اپنی موٹروں پر بھی تعویذ اور کوڑیاں لٹکاتے ہیں!

مُبارک اور منحوس دن پُرانے مصریوں کے خیال میں بعض دن اچھے تھے، اور بعض دن بُرے۔ اچھے دنوں ہی میں ہر کام کرتے تھے، اور بُرے دنوں میں کام شروع کرنے سے بچتے تھے۔ کتبوں اور تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یکم اسشیر کو مبارک دن سمجھتے تھے، کیونکہ اُن کے خیال میں آسمان اِسی دن اٹھا کے کھڑا کیا گیا تھا۔ اسی طرح

ماہ ہاتور کا ستائیسواں دن مبارک تھا، کیونکہ ہی دن حورس اور سیت دو دیوتاؤں میں دنیا کی تقسیم کا سمجھوتہ ہوا تھا، لیکن ماہ طوبہ کا جو بیسواں دن منحوس تھا، کیونکہ اسی دن ایزیس اور نفتیس (دیویاں) اوزیرس پر روئی تھیں! ہمارے زمانے کی مصری بھی بعض دنوں کو مبارک اور بعض کو منحوس خیال کرتے ہیں۔

پیاز سونگھنا پرانے مصریوں کا دستور تھا کہ مُردوں کے دیوتا سکر کا جب تہوار آتا، تو اپنے گلوں میں پیاز کی گانٹھیں لٹکا کر ممفس کی شہر پناہ کے گرد پھرتے تھے۔ موجودہ مصر میں شمّ النسیم کے تہوار کے موقعہ پر بھی پیاز کو اپنے سونے کے کمرے میں لٹکاتے ہیں، یا تکیے کے نیچے رکھ لیتے ہیں۔ پھر جب صبح اٹھتے ہیں تو پیاز کو توڑ کر سونگھتے ہیں!

امن و قانون

مصر بہت مہذب ملک تھا، اس لئے یقین کرنا چاہئے کہ وہاں امن و قانون کا بھی دَور دورہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے بغیر تہذیب جی نہیں سکتی۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ہزاروں برس یہ ملک، امن و امان میں رہا۔ دوسرے ملکوں پر تو فرعون چڑھائیاں کرتے تھے، اور لڑائیاں ہوا کرتی تھیں، مگر خود مصر میں عارضی صورتوں کے علاوہ بدامنی پھیلنے نہیں پاتی تھی۔ ہاں بیسویں خاندان کے بعد سے ایرانی فتح تک تھوڑی بہت بدامنی عام رہی

مصر کا قانون

فوجداری قانون کے بارے میں ہم جو کچھ جانتے ہیں، نہ جاننے کے برابر ہے، البتہ لاٹوں پر کھدے ہوئے فرعونی فرمانوں اور بعض پرانے بَردی کاغذوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کو قتل کیا جاتا تھا۔ بدکار عورت کی زبان کھینچ لی جاتی تھی۔ سرکاری کاغذوں اور مُہروں میں جعل کرنے والے کا ہاتھ کاٹ ڈالا جاتا تھا۔ اپنی اولاد کی جان لینے والی ماں کو یہ سزا دی جاتی تھی کہ لگاتار تین دن اور تین رات مرنے والے کی لاش اپنے ہاتھوں پر اٹھائے رہے! زنا بالجبر کے مجرم کو بدھیا (آختہ) کر ڈالا جاتا تھا۔ حکومت کا راز فاش کرنے والے کی زبان کاٹ دی جاتی تھی۔

مندروں پر زیادتی کو بہت بڑا جرم سمجھا جاتا تھا۔ ایسے مجرموں کو کبھی ایک سَو کوڑے اتنے زور سے لگائے جاتے تھے کہ جسم پر پانچ گھاؤ پڑجائیں۔ کبھی مجرموں کی ناک کاٹ لی جاتی تھی۔ کبھی فلسطین کی سرحد پر ریگستان میں اُنھیں جلاوطن کردیا جاتا تھا، اور کبھی مجرم کو، اس کے پورے خاندان سمیت مندر کی غلامی میں دیدیا جاتا تھا۔

رامسیس سوم کے خلاف اُس کی ایک بیوی اور لڑکے نے جو سازش کی تھی، اُس کا ذکر ہم کرچکے ہیں کہ رامسیس نے ملزموں کو ایک خاص عدالت کے سپرد کردیا تھا، اور حکم دیا تھا کہ بے گناہوں کو چھوڑ دیا جائے اور قصورواروں کو سزا دی جائے۔ یہ سازش، خود فرعون کی جان لینے کے لئے ہوئی تھی، اس سازش پر فرعون کا زیادہ سے زیادہ برہم ہونا ہر آدمی سمجھ سکتا ہے، مگر فرعون نے خود روبکاری نہیں کی، اور انصاف، آزاد عدالت کے ہاتھ میں دیدیا۔ اس واقعہ سے فرعون کی عدل پروری کا بہت اونچا ثبوت ملتا ہے۔

پھر رامسیس دوم اور حبشیوں کے بادشاہ کے جس نہایت اہم معاہدے کا ترجمہ ہم پیش کرچکے ہیں، اُس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ملک سے برگشتہ ہوکر بھاگ جانے والے مجرموں کو مصر میں کس قسم کی سزائیں دی جاتی تھیں۔ اس معاہدے میں دونوں بادشاہوں نے آپس میں وعدہ کیا ہے کہ ایک کی رعایا، دوسرے کے ملک میں بھاگ جائیگی تو اُسے واپس کردیا جائیگا، مگر بھاگنے والوں کو ذیل کی سزائیں نہیں دی جائینگی:-

"اُن کے گھروں کو، اُن کی عورتوں کو، اُن کی اولاد کو اُجاڑا نہیں جائے گا، اُن کی مائیں قتل نہیں کی جائینگی۔ نہ اُن کی آنکھوں پر مار پڑے گی، نہ اُن کے مُنھ پر، نہ اُن کے پیروں پر، اور نہ اُن پر کوئی تہمت لگائی جائے گی۔"

خوش قسمتی سے بیسویں خاندان کے آخری زمانے، یعنی رامسیس نہم کے وقت کے کچھ ایسے کاغذ نکل آئے ہیں، جن سے بڑی حد تک تفصیل سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس زمانے میں فوجداری جرائم کی تحقیق کا اور عدالتی کارروائی کا طریقہ کیا تھا۔

ان کاغذوں سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ پایۂ تخت تھیبس کا ایک گورنر ہوتا تھا، اور اُس کے ماتحت دو کمشنر ہوتے تھے۔ شہر کو دو حصّوں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ پوربی حصہ خود پایۂ تخت تھا اور پچھمی حصہ "مُردوں کا شہر، یا قبرستان تھا۔ دونوں حصّے، ایک

ایک کمشنر کے انتظام میں تھے۔
جس زمانے کے یہ کاغذ ہیں، تھیبس کے گورنر کے ماتحت دو کمشنر تھے:۔
ایک کا نام "پیسر" تھا، اور پایۂ تخت کا ذمّہ دار تھا۔ اور دوسرے کا نام "پاسیرا" تھا، اور قبرستان کا محافظ تھا۔ دونوں میں بڑی چشمک اور عداوت تھی (آج کل بھی ماتحت افسروں کا یہی حال ہے) دونوں اپنے افسر، گورنر کے سامنے ایک دوسرے کی شکایتیں کرتے رہتے تھے۔ ہر ایک کی کوشش تھی کہ دوسرے کو بالکل ہی نالائق ثابت کر دے!
رامسس نہم کی تاج پوشی کے سولھویں برس، دونوں کمشنروں کی رقابت کے سبب گورنر کو خبر پہنچی کہ چوروں نے پرانے مقبروں کو اکھاڑ ڈالا ہے۔ اسی قدر نہیں قیمتی چیزیں بھی اڑا لے گئے ہیں، بلکہ مُردوں کی بے حرمتی بھی کی ہے۔
یہ راز کھلتے ہی ایک خاص عدالت بنا دی گئی۔ اس کے تین رکن تھے:۔
ایک خود گورنر، خایمُوئیس، دوسرا فرعون کا خاص منشی، اور تیسرا فرعون کا خاص خطیب (لکچرار)۔
عدالت نے مقبروں کا معائنہ کرنے کے لئے ۱۸۔ اتیر کو ایک کمیشن بھیجا۔ کمیشن کے کئی ارکان تھے۔ ان میں قابل ذکر لوگ یہ تھے:۔ خود "مُردوں کے شہر" کا کمشنر، اس کے دو ماتحتی افسر، گورنر کا میر منشی، شاہی خزانچی، اور دو بڑے پہنت۔
کمیشن نے پورے قبرستان کا سختی سے معائنہ کیا اور ذیل کی رپورٹ تیار کر دی:۔
"وہ مقبرے جن کی آج تفتیش کی گئی:۔
"۱۔ فرعون امنہوتپ کا دائمی گھر۔ اس کی گہرائی ایک سو تیس فٹ ہے۔ یہ مقبرہ امنہوتپ کے مندر کے اتر میں واقع ہے۔ کمشنر پیسر کی رپورٹ تھی کہ چور اس مقبرے میں نقب لگا کر گھسے تھے، مگر ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ مقبرہ صحیح سالم ہے۔
"۲۔ فرعون انتف اول کا ہرم، جو امنہوتپ کے مندر کے اتر میں واقع ہے، ہم نے دیکھا خود ہرم ٹوٹ پھوٹ گیا ہے، اس کے سامنے ایک لاٹ ہے جس پر فرعون کا اسٹیچو ہے۔ فرعون کے پیروں سے لگا ہوا اس کا کتا "بہکا" بیٹھا ہے۔ ہم نے تفتیش

کی۔ فرعون کی قبر اپنی اصلی حالت میں ہے۔
"۳۔ فرعون انتھپ دوم کے ہرم میں چوروں نے نقب لگائی اور دو گز زمین کھود کر امن دیوتا کی قربان گاہ کے افسر، اوبری کی قبر تک پہنچ گئے۔ مگر خود فرعون کی قبر کو ذرا نقصان نہیں پہنچا، کیونکہ چور وہاں تک پہنچ ہی نہ سکے۔
"۴۔ فرعون سنبکم سا یتھ کے ہرم کا ہم نے معائنہ کیا، واقعی چور، ہرم میں نقب لگا کر فرعون کی قبر تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ اُنہوں نے فرعون کی لاش نکال لی اور تمام قیمتی چیزیں لے گئے۔ فرعون کی ملکہ کی لاش کے ساتھ بھی اُنہوں نے یہی کیا"
اسی طرح پوری رپورٹ لکھی گئی ہے اور آخر میں تفتیش کا خلاصہ اس طرح دیا گیا ہے:۔
"پرانے فرعونوں کے جن مقبروں کی آج جانچ کی گئی ان کی تعداد دس ہے:۔
"۹۔ مقبرے بالکل محفوظ پائے گئے۔
"۱۔ مقبرے میں نقب دی گئی۔
"۱۰۔ میزان"
رپورٹ اسی پر ختم نہیں ہو جاتی۔ دوسرے دنوں کی تفتیش سے ثابت ہوا کہ عام لوگوں کی بے شمار قبریں چوروں نے کھود ڈالی ہیں۔ رپورٹ میں لکھا ہے:۔
ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ یہ سب قبریں اُکھڑی ہوئی ہیں۔ تمام لاشیں چوروں نے نکال کر زمین پر ڈال دی ہیں، اور وہ تمام قیمتی چیزیں جو ان قبروں میں تھیں، اُڑا لے گئے ہیں"
کمیشن نے اپنی رپورٹ، عدالت کے سامنے پیش کردی اور وہ تمام لوگ فوراً گرفتار کر لئے گئے جن پر مقبروں کی چوری کا کچھ بھی شبہ تھا۔ ان لوگوں کے ہاتھوں اور پیروں کو قمچیوں اور لاٹھیوں سے خوب پیٹا گیا، اور انھوں نے مجبور ہو کر اپنے قصوروں کا اقرار کر لیا۔ انہوں نے اپنے بیان میں کہا:۔
"بے شک ہم فرعون سبکم سا یتھ کے ہرم میں نقب لگا کر گھسے۔ ہم نے فرعون اور ملکہ دونوں کی لاشوں کے کفن پھاڑ ڈالے، اور وہ تمام سوتی پٹیاں بھی نوچ ڈالیں جو لاشوں پر بندھی تھیں۔ بادشاہ کے گلے میں بہت سے تعویذ اور سونے کے زیور تھے، ہاتھ بھی سونے کے گہنے سے بھرے ہوئے تھے۔ ملکہ کی بھی یہی حالت تھی کہ سونے کے گہنوں اور جواہرات سے لدی

ہوئی تھی، ہم نے یہ سب چیزیں اُتاریں اور چپکے سے نکل گئے!"

ابھی مقدمہ جاری تھا کہ چوروں کے سرغنہ نے اپنے آپ کو عدالت کے سپرد کر دیا اور اقرار کر لیا کہ اُسی نے نقب لگائی تھی۔ ساتھ ہی سرغنہ نے بتایا کہ اس چوری میں امن دیوتا کے مندر کے خدمت کرنے والے اور مندر کے نوکر معمار بھی شریک تھے۔ اگر یہ لوگ، خاص طور پر معمار شریک نہ ہوتے، تو چور فرعون کی قبر تک پہنچ ہی نہیں سکتے تھے، کیونکہ قبر کی جگہ اور اُس کے راستے سے بالکل ناواقف تھے۔

سرغنہ کے اس اقرار کے بعد مندر کے خدمتگار اور معمار بھی گرفتار کر لئے گئے، اور عدالت نے اپنا فیصلہ لکھ کر فرعون کے حضور میں بھیج دیا، لیکن فرعون کے درباریوں کی رائے یہ ہوئی کہ مقدمہ داخل دفتر کر دیا جائے اور تمام ملزموں کو چھوڑ دیا جائے۔ اُنھوں نے فرعون سے کہا کہ مقدمے کی وجہ سے دونوں کمشنر بھی بدنام ہونگے اور امن دیوتا کے مندر کی بھی بے عزتی ہو جائیگی جس کے پجاری اور مہنت اس چوری میں شریک ہیں۔ اس طرح حکومت کی بھی بے رعبی ہوگی اور مذہب کی بھی سُبکی۔ فرعون نے یہ رائے پسند کر لی اور مقدمہ ختم کر دیا۔

لیکن اس تفصیل سے یہ بات صاف معلوم ہو جاتی ہے کہ پُرانے مصریوں کا جاسوسی کا محکمہ موجود تھا، اور اپنا کام بڑی چستی چالاکی سے کرتا تھا۔ مقدموں کی اچھی طرح تفتیش کی جاتی تھی باقاعدہ رپورٹیں تیار ہوتی تھیں، اور حاکموں کے سامنے پیش کی جاتی تھیں، مگر جب سے فرعون کمزور پڑ گئے انصاف بھی کمزور پڑ گیا، اور زبردستوں کو قانون توڑنے کا موقعہ مل گیا۔

مصری جج معمولی لوگ نہیں ہوتے تھے، بلکہ تھیبس، ممفس، اور ہیلیوپولیس کے کالجوں کے فاضل ہوتے تھے۔ عدالت میں اُن کا لباس، سر سے پاؤں تک سفید ہوتا تھا، اور قیمتی کپڑے سے سرکاری خرچ پر تیار کیا جاتا تھا۔ ججوں کو بڑی بڑی تنخواہیں، شاہی خزانے سے ملتی تھیں تاکہ رشوت لینے کی ضرورت ہی نہ رہے۔

تاریخ میں ایک ایسے مصری جج کا بھی ذکر ملتا ہے، جس نے خود اپنے قریبی رشتہ داروں کے خلاف مقدمے کی سماعت کی، اور جب وہ مجرم ثابت ہو گئے، تو انھیں کسی پس و پیش کے بغیر سزا دیدی۔ اس فیصلے کی اپیل، خود فرعون کی عدالت میں ہوئی، اور فرعون نے اپیل یہ کہہ کر خارج کر دی کہ، جج اپنے ایسے عزیزوں کے معاملے میں ناانصافی نہیں کرسکتا۔ ساتھ ہی فرعون

نے اس جج کا رتبہ بہت بڑھا دیا - واقعی ایسے ججوں پر مصر جتنا فخر کرے، کم ہے۔
مالیات کا انتظام اور قانون بھی مکمل تھا - پرانی یادگاروں سے ثابت ہوتا ہے کہ مصر میں جائداد کی خرید و فروخت اور ہبہ کی دستاویزیں لکھی جاتی تھیں۔ دستاویزیں، وہ لوگ مرتب کرتے تھے، جو قانون جانتے تھے - غالباً ان لوگوں کا پیشہ ہی یہ تھا کہ باشندوں کو قانونی مشورے دیں - عجب نہیں مصر میں بھی ویسے ہی وکیل موجود ہوں جیسے آج کل ہر ملک میں دکھائی دیتے ہیں۔
یہ بھی ثابت ہے کہ ہر دستاویز کی رجسٹری کرانا ضروری تھا، جو لوگ ایسا نہیں کرتے تھے اُن سے حکومت بڑا بھاری جرمانہ وصول کرتی تھی، اور یہ کہ اگر کسی جائداد پر جھگڑا ہوتا، تو اس فریق کا حق ملکیت ساقط ہو جاتا تھا، جو تین برس تک عدالت میں حاضر نہیں ہوتا تھا۔
مصری عجائب خانے میں پتھر کی ایک تختی ہے - اس پر امن دیوتا کے سب سے بڑے کاہن "اُوَارَتی" کی تصویر ہے، اور لکھا ہے کہ اُوَارتی جب دس برس کا بچہ تھا، تو اسیوط کے علاقے میں کچھ کھیتوں اور باغوں کا مالک تھا - اس کے بعد جائداد کی پوری تفصیل دی گئی ہے اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ اُوَارَتی کو جائداد کس طرح ملی، کن کن لوگوں سے خریدی گئی - اُس کی حدیں کیا ہیں - اُس کی مالگزاری کتنی ہے - ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کر دیا گیا ہے کہ اس جائداد کی خریداری کی باضابطہ رجسٹری بھی ہو گئی تھی - اس کے بعد لکھا ہے کہ اب اُوَارتی اپنی یہ جائداد اور اُس کے تمام مالکانہ حقوق و اختیارات اپنے داماد، فلاں کو ہمیشہ کے لئے ہبہ کر رہا ہے آخری سات سطروں میں امن دیوتا کی بہت سی لعنتیں لکھی ہیں، جو نئے مالک کی حق تلفی کرنے والے پر پڑیں گی۔
مندروں کی دیواروں پر بہت سے وصیت نامے بھی لکھے ملے ہیں - ان میں لوگوں نے اپنی جائدادیں اس شرط کے ساتھ مندروں کو دیدی ہیں کہ مرنے کے بعد اُن کے لئے دیوتاؤں سے ہمیشہ دعائیں مانگی جائیں، اور اُن کی قبروں کی دیکھ بھال ہوتی رہے، تاکہ کبھی نہ مٹیں۔
ایک وصیت نامہ بہت ہی عجیب ہے، اور اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصر میں قانون کا بہت احترام کیا جاتا تھا - یہ وصیت نامہ، اسیوط کے دیوتا، اَپ واَدیتا کے

مندر پر آج تک لکھا ہوا موجود ہے۔
اس مندر کے سب سے بڑے مہنت کا نام، ہَپ زیفا تھا۔ وصیت نامہ اسی مہنت نے لکھا ہے اور خود اپنے ہی نام لکھا ہے۔ مہنت نے لکھا ہے کہ مندر کی آمدنی میں اس کا جو حصّہ ہے، اُس سے مندر کے بڑے مہنت کے حق میں دست بردار ہوتا ہے، اس لئے دست بردار ہوتا ہے کہ بڑا مہنت ہمیشہ اس کی یعنی وصیت کرنے والے کی روح کے لئے دعائیں اور قربانیاں کرتا رہے۔ وصیت کرنے والا چونکہ خود ہی بڑا مہنت تھا اس لئے اس نے ایک طرف وصیت نامے میں اپنا نام لکھا، اور دوسری طرف مندر کے مہنت ہونے کی حیثیت سے اپنا عہد لکھا کہ اس وصیت پر ہمیشہ عمل کیا جائے گا۔
یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مصری اپنے ملکی قانون کو ایک دیوتا، توت کی طرف منسوب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ توت ہی نے قانون بنایا ہے۔ یہ قانون ایک کتاب میں لکھا ہوا تھا، اور مصری عدالتیں اسی پر چلتی تھیں۔ مگر یہ کتاب ابھی تک دستیاب نہیں ہوئی۔

پانچواں باب

مصریوں کی علمی ادبی زندگی

مصری علوم

مصر کی اپنی زبان تھی، مگر سامی زبانوں سے ملتی جلتی تھی۔ معلوم نہیں اس زبان نے کیونکر ترقی کی۔ مگر پہلے شاہی خاندان کے زمانے میں بھی (تقریباً پانچ ہزار سال پہلے) اچھی خاصی ترقی یافتہ تھی۔ اور اس وقت کے تمام خیالات بیان کرنے کی پوری صلاحیت رکھتی تھی۔ اسی قدر نہیں، زبان میں مٹھاس تھی، اور شاعری و موسیقی کے لئے بہت موزوں تھی۔ مدت تک مردہ رہنے کے بعد اب یہ زبان پرانی تحریروں کی مدد سے پھر زندہ کر لی گئی ہے اور اس کے لغت کی بڑی بڑی کتابیں چھپ گئی ہیں۔

سب جانتے ہیں، مصر کی سب سے پرانی لکھائی کا نام، ہیروگلیفی ہے اس لکھائی میں حرف نہیں تھے، بلکہ ان کی جگہ چیزوں کی شکلیں بنا کر مطلب ادا کیا جاتا تھا۔ ظاہر ہے یہ طریقہ بہت مشکل، تکلیف دہ، اور وقت برباد کرنے والا تھا۔ اسی لئے شاہی دور ہی میں ایک اور لکھائی پیدا ہو گئی، جو ہیریطیقی کہلاتی ہے۔ یہ خط آسان تھا اور جلد لکھا جا سکتا تھا اسی لئے مقبول ہو گیا۔ مگر ہیروگلیفی کا رواج بدستور اسٹیچوؤں اور مندروں کی تحریروں میں رہا۔ کیونکہ اس میں خوشنمائی بہت تھی۔ اور اس کی وجہ سے پرانی یادگار۔ دن میں زیادہ شان پیدا ہو جاتی تھی۔ ہیروگلیفی عربی لکھائی کی طرح، دائیں سے بائیں طرف ہوتی تھی بعض علماء مصریات کہتے ہیں کہ ہیریطیقی لکھائی پہلے ہوئی۔ اور اسی سے ہیروگلیفی نکلی ہے۔

بہت بعد میں یعنی [illegible] ق-م- میں ایک اور لکھائی پھیلی۔ اسے ڈیموٹک کہتے ہیں۔

ہیریطیقی لکھائی مذہبی پیشواؤں کی لکھائی تھی۔ اور ڈیموٹک، عام باشندوں کی تھی۔ یہ لکھائی پانچویں صدی عیسوی تک جاری رہی۔ اس کے بعد یونانی لکھائی کا رواج ہوگیا۔

مصری بہت ہی پرانے زمانوں سے ایک کاغذ بناتے تھے۔ جسے بُردی کہا جاتا ہے بردی حقیقت میں ایک قسم کے چھوٹے چھوٹے پیڑ ہوتے تھے اور دادی نیل میں کثرت سے پیدا ہوتے تھے۔ کاغذ انہی پیڑوں سے بنتا تھا۔ اب صدیوں سے یہ ناپید ہوچکے ہیں۔ اس کاغذ کے علاوہ جانوروں کی پکی کھالوں پر اور کپڑوں پر بھی لکھا جاتا تھا۔ مصری بانس کے قلم استعمال کرتے تھے۔ اور ایک خاص قسم کی روشنائی سے لکھتے تھے اس روشنائی کے اجزا اب تک معلوم نہیں ہوسکے۔

مصریوں کا نظام تعلیم کیا تھا؟ کچھ معلوم نہیں، لیکن پرانی تحریروں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدائی مدرسے ملک بھر میں پھیلے ہوئے تھے۔ جن میں امیروں اور غریبوں کے بچے ساتھ پڑھتے تھے، حتیٰ کہ خود شاہزادے بھی انہی مدرسوں میں پڑھنے آتے تھے۔ ان مدرسوں کے کورسس میں پیراکی اور شہ سواری کو خاص اہمیت دی جاتی تھی۔ اور ہر لڑکے کو یہ دونوں فن بھی سیکھنا پڑتے تھے۔ اعلیٰ تعلیم کا نظام بھی معلوم نہیں۔ مگر شاہزادوں اور مذہبی پیشواؤں کے لئے تھیبس، منفس، ہیلو پولیس وغیرہ بڑے شہروں میں خاص کالج موجود تھے۔ جن میں خود فرعون کے درباریوں کو تعلیم دینے کے لئے جانا پڑتا تھا۔ غریب بچوں کو بالکل مفت پڑھایا جاتا تھا۔

یہ بھی معلوم ہے کہ مدرسوں میں تعلیم صبح سے شروع ہوتی تھی۔ دوپہر کو کھانا کھانے کی چھٹی ملتی تھی۔ غریب لڑکوں کی مائیں خود کھانا لے کر آتی تھیں۔ امیر بچوں کے لئے کھانا ان کے نوکر لاتے تھے۔

مدرسوں میں بدشوق لڑکوں کو سزا دینے کا بھی دستور تھا۔ ایک پرانی تحریر میں لکھا ہے "ملڑکے، اپنی عمر کا ایک دن بھی سونے میں اور سستی میں نہ گنوا۔ ورنہ تجھے پیٹا جائے گا یاد رہے، لڑکوں کے کان ان کی پیٹھ پر ہوتے ہیں۔ اور جب تک کوڑے نہیں کھاتے سنتے بھی نہیں"!

اونچے درجے کے مصریوں کو اپنی اولاد کی تعلیم کا بہت اہتمام تھا۔ اس لئے

بھی کہ علم کے فائدے جانتے تھے۔ اس لئے بھی کہ سرکاری عہدے، تعلیم حاصل کئے بغیر نہیں مل سکتے تھے اور اس لئے بھی کہ جاہلوں سے بیگار لی جاتی تھی اور مزدوری کرائی جاتی تھی مگر تعلیم یافتہ مصری ان دونوں مصیبتوں سے عمر بھر کے لئے بچ جاتے تھے۔ مصریوں کی ایک پُرانی کہاوت تھی "جاہل تعلیم یافتہ کا غلام ہوتا ہے، اور تعلیم یافتہ جاہل کا آقا بنتا ہے۔"
"تُوت"، علم و حکمت کا دیوتا تھا اور کہا کرتے تھے "جو کوئی تُوت کو یاد رکھتا ہے، تُوت بھی اُسے نہیں بھولتا، بلکہ ہمیشہ کامیابی کے راستے پر لے جاتا ہے۔"

مصریوں کو تعلیم کا جو اہتمام تھا، وہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ قدیم مصری حکیم "دُوف" جب اپنے لڑکے کو مدرسے میں داخل کرنے لے گیا، تو اُس سے کہا "فرزند" علم کو اپنا پورا دل دیدے، اور اُس سے ویسی ہی محبت کر، جیسی اپنی ماں سے کرتا ہے، کیونکہ سورج کے نیچے علم سے زیادہ قیمتی کوئی چیز نہیں ہے۔"

لڑکے ایک خاص شکل کی کاپیوں پر لکھنے کی مشق کرتے تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ پُرانے مصر کے لڑکوں کی کاپیاں بالکل اُسی شکل و صورت اور ڈیل ڈول کی ہوتی تھیں جیسے ہمارے زمانے کے لڑکوں کی کاپیاں ہیں!

مصریوں کے علوم فنون مفقود ہو چکے ہیں۔ اُن کی علمی کتابیں اب تک نہیں ملیں لیکن ان کی عمارتوں، دوسری صنعتوں، مُمیوں، اور تحریروں سے بغیر کسی شک و شبہ کے ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ حساب، الجبرا، ہندسہ، اور علم جرِ ثقیل میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے۔ ان چیزوں کا اعلیٰ علم نہ رکھتے، تو ایسی یادگاریں بھی چھوڑ نہ جاتے۔

اسی سلسلہ میں ریاضی اور طب کے عملی علوم کی حالت کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے:-
قدیم مسوّدات سے جو ہم کو دستیاب ہو سکے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ عملی اعتبار سے ریاضی کا فن کافی ترقی کر چکا تھا۔ یہ مسوّدات حل شدہ مثالوں کے مجموعے ہیں اور ان میں مختلف نظریوں کو مبتدی کے لئے صاف کر دیا گیا ہے۔ ان سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:-

دس لاکھ تک اعداد کو ظاہر کرنے کے لئے علامات مقرر تھیں۔ اکائیوں کو لکیروں سے ظاہر کیا جاتا تھا اور پھر دہائیوں کو نو مخروطی شکلوں سے۔ اسی طرح مخروطی شکلوں اور اکائی کی

لکیروں کے مجموعے سے مختلف ہندسے بنتے چلے جاتے تھے۔
اس قاعدے کی وجہ سے دس سے ضرب دینا بہت آسان ہو جاتا تھا۔ کیونکہ اُس صورت میں لکیروں کو گول حلقوں میں اور گول حلقوں کو دہائی کی مخروطی شکلوں میں بدل دیتے تھے۔
اس کے علاوہ براہِ راست ضرب صرف دو کے ہندسے سے دی جا سکتی تھی اور دوسرے پیچیدہ ہندسوں سے ضرب دینے کے لئے بتدریج عمل کرنا پڑتا تھا۔ مثلاً سات سے ضرب دینے کے لئے دو سے ضرب دیتے تھے، پھر اُس کا دُگنا کر لیتے تھے، تو یہ چار گُنا ہو جاتا تھا۔ اس چار گُنے میں دو کا حاصل ضرب جمع کر لیتے تھے اور اصل مضروب ایک مرتبہ جمع کر کے سات گُنا معلوم کر لیتے تھے۔
تقسیم کا طریقہ اس ضرب کے طریقے کے عکس اور اُلٹا ہوتا تھا۔
کسر کی اجازت تھی، لیکن وہیں تک کہ کسر کا شمار کنندہ ایک کا ہندسہ ہو، یا اُس کسر کا عادِ اعظم حاصل ہو سکے۔ یا ضرب دیتے وقت مختلف جدولوں کے مطابق دو کے ہندسے کے مطابق دو کے ہندسے کے ٹکڑے کر دیتے تھے۔
مربع، مستطیل اور غالباً مثلث کا رقبہ بھی بالکل صحیح معلوم کر سکتے تھے۔
دائرے کا رقبہ معلوم کرنے کے لئے دائرے کے قطر کے $\frac{8}{9}$ حصے کو مربع کا ایک رُخ تصوّر کر کے اس مربع کا رقبہ عام دستور سے معلوم کر لیتے تھے۔ اور سچ پوچھئے تو اس سے زیادہ صحیح تخمینہ دائرے کے رقبے کا اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔
مجسّم متوازی السطوح کا حجم معلوم کرنے کے لئے بھی انہوں نے قاعدے وضع کئے تھے اور مخروطی میناروں کا حجم بھی معلوم کر سکتے تھے۔
آسان جزر بھی نکالنا اُن کو آتا تھا اور علم ہندسہ میں بھی اُن کو کافی دخل تھا۔ چنانچہ اس کے اکثر ثبوت ملتے ہیں۔
علمِ طب کے ایسے بردی کاغذ بھی نکلے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مصری فنِ طب میں بھی اچھی ترقی کر چکے تھے۔ وہ بہت سی بیماریاں جانتے تھے۔ اُن کی علامتیں بھی جانتے تھے۔ تشخیص کے طریقے بھی انہوں نے لکھے ہیں۔ اور ہر بیماری کی ایک نہیں کئی کئی دوائیں لکھی ہیں، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اُن کے نسخے میں کسی نہ کسی جانور کا پیشاب یا پاخانہ بھی ضرور شامل ہے۔

ممکن ہے یہ اس وجہ سے ہو کہ وہ مختلف جانوروں کے فضلوں کی خاصیت سے واقف ہو گئے ہوں۔ موجودہ زمانے کی ترقی یافتہ طب میں بھی بعض جانوروں کے فضلے بیماروں کو دیئے جاتے ہیں، کیونکہ بیماریوں کے کیڑے اُن سے مرجاتے ہیں۔ چنانچہ کرگدن کا پیشاب، ملیریا کے جراثیم ہلاک کرنے کے لئے بہترین دوا خیال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح گوبر کے طبی فوائد بھی معلوم و مشہور ہیں۔

مصریوں کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ کوئی بیماری اچھی نہیں ہو سکتی، جب تک دوا کے ساتھ جادو بھی شریک نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے ہر نسخے میں جادو کا بھی کوئی نہ کوئی منتر موجود ملتا ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ بہت سی عام بیماریوں کے حکمی علاج وہ جانتے تھے، یہ علاج آج بھی دنیا بھر میں رائج ہیں۔ علم تشریح یا جراحی میں مصریوں کو یقیناً کمال حاصل تھا کیونکہ اس کمال کے بغیر وہ آدمی کی ممی بنا نہیں سکتے تھے۔

مصری ادب

"ادب" کا مفہوم بہت وسیع ہے، اور اس مفہوم میں انسان کی تمام ذہنی ترقیاں آجاتی ہیں۔ کسی قوم کے "ادب" پر گفتگو کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس قوم کے تمام علوم و فنون اور اس کے تمام ذہنی رجحانوں کو پیش کیا جائے، مگر ہم مصری قوم کے ادب پر اس طرح گفتگو نہیں کر سکتے، کیونکہ مصریوں کا تقریباً تمام ذہنی وعلمی سرمایہ برباد ہو چکا ہے، اور پرانی یادگاروں اور بردی کاغذوں کی صورت میں جو کچھ باقی رہ گیا ہے، وہ ہماری بحث دُور تک لے نہیں جا سکتا۔ پرانی یادگاروں کا تذکرہ تو ہم ایک الگ باب میں کرینگے۔ یہاں صرف بردی کاغذوں کی مدد سے جو کچھ کہہ سکتے ہیں، کہینگے۔

پرانے مصریوں کے بارے میں دنیا کو صدیوں غلط فہمی رہی۔ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ مصری بہت ہی کٹھر تھے، سخت دل، اور توہم پرست تھے۔ عشق و محبت، انسانی جذبات، شعر شاعری، اور نازک خیالی سے بیگانہ تھے۔ اس خیال کا سبب یہ تھا کہ مقبروں اور مندروں کے سوا پرانے مصریوں کی یادگاریں دنیا کی نگاہ سے اوجھل تھیں۔

سب سے پہلے سنہ ۱۸۵۲ء میں عمانویل روجیہ کو ایک عشقیہ مصری قصہ ملا اور دنیا دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی کہ مصریوں کے بارے میں وہ سراسر غلطی دگمراہی میں تھی! اس کے بعد سنہ ۱۸۹۶ء میں لکڑی کا ایک صندوق، تھیبس کے کھنڈروں میں ملا، صندوق کھولا گیا، تو اُس میں قبطی خط میں لکھے ہوئے بہت سے کاغذ بند تھے۔ انہی میں ایک [illegible] بُردی کاغذ بھی تھا، جس پر دیموطیقی خط میں شاہزادہ ستنا کا افسانہ لکھا تھا۔ اس کے بعد اور بہت سے بُردی کاغذ ملے، جو مصر کے عجائب گھر میں اور دوسرے ملکوں کے پایۂ تختوں میں محفوظ ہیں۔

ان بُردی کاغذوں سے ثابت ہوا کہ مصری علماء، اہم فلسفی مسائل، سوال و جواب، کی صورت میں لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ برلن کے عجائب گھر میں ایک ایسا ہی کاغذ موجود ہے، اس کاغذ پر ایک آدمی کا اپنی روح سے مباحثہ لکھا ہے۔ آدمی کہتا ہے کہ خودکشی زندہ رہنے سے بہتر ہے۔ روح مخالفت کرتی ہے اور کہتی ہے کہ زندہ رہنا، مرجانے سے کہیں اچھا ہے! لیڈن کے عجائب گھر میں بھی ایک ایسی ہی مصری تحریر موجود ہے۔ یہ لکھی تو گئی ہے مسیحی زمانے میں، مگر علمائے مصریات کا خیال ہے کہ اس کا اصلی مصنف کوئی پرانا مصری عالم تھا، کیونکہ اس میں قدیم مصریوں کے خیالات ملتے ہیں۔

مصری قصوں کے چند نمونے بُردی کاغذوں سے ثابت ہوتا ہے کہ پرانے زمانے کے مصری ہر قسم کے قصے سننے اور لکھنے کے بہت دلدادہ تھے۔ اسکی ایک وجہ تو یہ تھی کہ زندہ آدمی، دل بہلانے کے لئے ہر زمانے میں قصوں سے کام لیتے ہیں، اور دوسری وجہ یہ تھی کہ مصریوں کے خیال میں آدمی مر کر بھی زندہ رہتا تھا، اور اُس کی وہ تمام ضرورتیں باقی رہتی تھیں جو زندگی میں ہوتی تھیں، اسی لئے وہ قصے لکھ کر مقبروں میں رکھ دیتے تھے۔ تاکہ مُردے کا "دل" جب گھبرائے تو قصے پڑھنا شروع کردے!

ایک ایسا ہی قصہ تورین کے عجائب گھر میں موجود ہے۔ یہ قصہ سنہ ق م میں لکھا گیا تھا، یعنی آج سے تقریباً ڈھائی ہزار برس پہلے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ پورا قصہ تلف ہو چکا ہے صرف آٹھ سطریں باقی ہیں، اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ قصے میں فرض کیا گیا تھا کہ معدے اور سر میں جھگڑا ہوا ہے، اور دونوں کا مقدمہ، مصر کے ہائی کورٹ میں پیش ہوا ہے، معدے کا دعویٰ یہ ہے کہ انسانی جسم میں مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں، کیونکہ میں ہی جسم کو بناتا، پالتا اور حرکت دیتا ہوں۔ لیکن سر کہتا ہے کہ تو جھوٹا ہے۔ اصلی چیز میں ہوں، میں ہی جسم کو روشن

رکھتا ہوں، زندگی دیتا ہوں، اور اپنی مرضی پر چلاتا ہوں۔

ایسے قصے بھی ملے ہیں، جن سے غرض نصیحت کرنا ہے۔ ایک قصے پر تاریخ تو بطلیموسی زمانے کی ہے، مگر اکثر ماہرین مصریات کا خیال ہے کہ یہ قصہ کسی پرانے مصری قصے کا ترجمہ یا نقل ہے۔ قصے میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے درباریوں سے کہا کہ تم ایک بہت ہی تیز شراب پیو گے؟ درباریوں نے عرض کی۔ اعلیٰ حضرت! ہم سے تو یہ شراب پی نہیں جا سکتی۔

بادشاہ نے پوچھا، کیا یہ شراب بہت بدمزہ ہے؟ درباریوں نے جواب دیا نہیں حضور اعلیٰ حضرت کی جو مرضی ہو وہی کریں۔ بادشاہ نے شراب لانے کا حکم دیا۔ پھر اپنے شاہزادوں کے ساتھ نہا دھو کر شراب پینے بیٹھ گیا، اور اتنی پی کہ بے ہوش ہو گیا۔ درباریوں نے ایک حوض کے پاس درخت کے نیچے بستر بچھایا اور بادشاہ کو لٹا دیا۔ درخت کی تمام ٹہنیاں بادشاہ پر ہر طرف سے جھکی ہوئی تھیں۔ صبح کو پیش خدمت حاضر ہوئے اور بادشاہ کو جگانے لگے۔ جب وہ نہ جاگا تو انہوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ بادشاہ نے شور سن کر آنکھ کھول دی اور فرمایا۔ ہے کوئی درباری جو مجھے قصہ سنائے تاکہ میری نیند دور ہو جائے؟

پیٹون نام کا ایک درباری موجود تھا۔ حاضر ہوا اور بادشاہ سے عرض کرنے لگا۔ "اعلیٰ حضرت نے "چھوٹے ملاح" کا قصہ تو سنا ہی ہوگا؟" بادشاہ نے جواب دیا "میں نے یہ قصہ کبھی نہیں سنا۔" اس پر پیٹون نے کہنا شروع کیا:۔

"کہتے ہیں پرانے وقتوں میں ایک چھوٹا ملاح تھا۔ اس نے ایک خوبصورت کنواری سے شادی کی۔ مگر شادی کے بعد ہی ایک اور ملاح، عورت پر عاشق ہو گیا۔ عورت بھی اس پر جان دینے لگی۔ پھر ایسا ہوا کہ چھوٹے ملاح کو بادشاہ نے بلایا، اور جب دربار برخاست ہوا تو (یہاں سے عبارت غائب ہے) ملاح نے دوبارہ بادشاہ کے حضور میں جانا چاہا (عبارت غائب ہے)، وہ اپنے گھر لوٹ آیا اور اپنی بیوی کے ساتھ نہایا، لیکن اس طرح شراب پی نہ سکا، جس طرح پیا کرتا تھا، وہ بہت پریشان دکھائی دیتا تھا، جب سونے کا وقت آیا تھا۔ کیونکہ اس کا دل غم سے چور ہو رہا تھا۔ آخر اس کی بیوی نے پوچھا "تمہیں دریا پر کیا ہوا کہ ایسے سن ہو گئے ہو؟" (اس کے بعد کے صفحے نہیں ملے)

پرانے مصری اپنے قصے کے ہیرو اپنے ملک کے بڑے بڑے سپہ سالاروں اور فرعونوں

کو بھی قرار دیا کرتے تھے، حالانکہ قصے بالکل فرضی ہوتے تھے۔ کبھی تاریخی واقعات، قصوں کی صورت میں لکھا کرتے تھے، مگر نمک مرچ لگا کر۔

سیاحی کے قصے بھی مصری لکھتے تھے، مگر بہت مبالغے کے ساتھ۔ مصری، سفر کرنا پسند نہیں کرتے، اسی لئے اُن کے بہت سے سیاحی۔۔ قصوں میں سفر کے وہی خطرے بیان کئے گئے ہیں، لیکن اُنہوں نے ایسے قصے بھی لکھے ہیں جن سے ان فرضی خطروں کی تردید ہوتی ہے، اور اُن کے ہم وطنوں میں سیاحی کا شوق پیدا ہو سکتا ہے۔

ایک ایسا قصہ۔ شاہزادے "سی نی ہا" کی طرف منسوب ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بادشاہ "اوسرٹ سن" تخت نشین ہوا، تو ایک پردیسی وفد آیا، اور بادشاہ سے کسی خاص اہم معاملے میں گفت و شنید کی۔ شاہزادے سی نی ہا کو یہ راز معلوم ہو گیا اور اُس نے کچھ لوگوں پر ظاہر کر دیا۔ مصری قانون یہ تھا کہ حکومت کا راز فاش کرنے والے کو بدترین سزا دی جاتی تھی۔ شاہزادہ ڈر کر ملک سے بھاگ نکلا۔ اور چلتے چلتے کھاری جھیلوں پر پہنچ گیا (جو مصر اور طور سینا کے درمیان موجود ہیں، اور جو اب نہر سویز میں شامل ہو چکی ہیں) شاہزادہ کھاری جھیلوں پر تھا اور ہر طرف بیابان پھیلا ہوا تھا۔ میٹھا پانی ملنے کی امید بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ شاہزادہ بے حد پیاسا ہو گیا اور جب کہیں پانی نہ ملا تو اپنی زندگی سے ناامید ہو گیا۔ عین اسی حالت میں ایک بدو ادھر آ نکلا۔ بدو نے جب شاہزادے کی حالت دیکھی تو شاہزادے کے سامنے بہت سا دودھ پیش کیا اور کہا کہ اُس کے گھر چلے اور مہمان رہے۔ شاہزادے نے دودھ سے اپنی پیاس تو بجھالی، مگر مہمان بننے سے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا۔ پھر شاہزادہ فلسطین کے جنوب میں پہنچا۔ وہاں کے لوگوں نے بڑی آؤ بھگت کی۔ قبیلے کے سردار نے اپنی لڑکی شاہزادے کو بیاہ دی، اور شاہزادہ تھوڑے ہی برسوں میں مالا مال ہو گیا۔ بادشاہ اوسرٹ سن نے یہ ماجرا سُنا، تو شاہزادے کی خطا معاف کر دی۔ شاہزادہ بھی اپنے وطن کی محبت سے بے قرار تھا۔ آخر واپس آگیا۔ بادشاہ نے اُسے دربار میں بُلا کر خلعت پہنایا اور حکم دیا کہ شاہزادے کے لئے شاندار مقبرہ بنا دیا جائے!

اسی قسم کا ایک قصّہ اور ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ایک سیّاح، تباہی کا نیل دیکھنے گیا، مگر دریا میں طوفان آیا اور کشتی ٹوٹ کر ڈوب گئی۔ سیّاح کو ایک لکڑی مل گئی اور وہ اسی کی مدد سے کسی طرح ایک ٹاپو پر پہنچ گیا۔

سیّاح ٹاپو پر ابھی بیٹھا ہی تھا کہ ایک بھیانک آواز سنائی دی۔ اسکی تلاش میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک زبردست اژدہا چلا آ رہا ہے، اور اژدہے کے مُنہ پر بڑی لمبی داڑھی ہے!

سیّاح مارے ڈر کے کانپنے لگا، مگر اژدہے نے اپنی میٹھی باتوں سے اُس کا ڈر دور کر دیا۔ پھر اژدہا سیّاح کو اپنے گھر لے گیا اور پوچھا کہ اس ٹاپو میں کیسے آنا ہوا؟ سیّاح نے اپنی ساری بپتا سنا دی۔ اژدہے نے تسلی دی اور کہا کہ یہ روحوں کا ٹاپو ہے۔ یہاں اطمینان سے رہو، اور یہاں ایک خوبصورت لڑکی بھی ہے، جو تمہاری ہی طرح آ گئی ہے، جلد ہی ایک کشتی آنے والی ہے، تم دونوں اس پر سوار ہو کر اپنے وطن چلے جانا۔

اور ہوا بھی یہی۔ ایک دن سیّاح بیٹھا سمندر کو دیکھ رہا تھا کہ ایک کشتی آ پہنچی۔ سیّاح نے ٹاپو سے بہت سی سوغاتیں لیں۔ اور لڑکی کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر مصر چلا آیا۔

جادو کا ایک قصّہ اس طرح ہے کہ ایک درباری کو خبر ملی کہ اُس کی بیوی کو کسی اور شخص سے محبّت ہو گئی ہے، اور وہ دونوں جھیل کے کنارے ملا کرتے ہیں۔ درباری جادو میں اُستاد تھا۔ اُس نے موم سے ایک مگرمچھ بنایا اور اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ چپکے سے جھیل کے کنارے رکھ آئیں۔ نوکروں نے یہ مومی مگرمچھ جیسے ہی زمین پر رکھا اُس میں جان آ گئی، اور وہ مُنہ پھاڑ کر اپنے مالک کے رقیب کی طرف بڑھا، جو پاس ہی کھڑا تھا پلک جھپکاتے میں رقیب، مگرمچھ کے پیٹ میں تھا!

اتفاق سے اُسی درباری کے ساتھ بادشاہ ٹہلتا ہوا جھیل کے کنارے آیا، کیا دیکھتا ہے کہ ایک مگرمچھ پانی سے نکل رہا ہے، فوراً مگرمچھ بادشاہ کے سامنے پہنچ گیا، اور اس کے قدموں پر درباری کے رقیب کو اُگل دیا۔ بادشاہ یہ دیکھ کر ڈر گیا، مگر درباری نے مگرمچھ کی طرف اشارہ کیا، اور وہ پھر موم کا ہو گیا۔ بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا، تو درباری نے اصلی واقعہ کہہ دیا۔ یہ سُن کر بادشاہ نے حکم دیا کہ مگرمچھ اپنے شکار کو نگل کر جھیل میں

جلا جائے کیونکہ یہی بدکار کی سزا ہے۔ اور درباری کی بے وفا بیوی کو زندہ جلا دیا جائے۔

ایک قصے کو تاریخی رنگ میں لکھا گیا ہے، حالانکہ یہ خیالی قصہ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے :-

تھوتمس سوم کے سپہ سالار تھوتیا نے فرعون سے کہا کہ میں باغی شہر یافا کو بڑی آسانی سے چھینے لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر تھوتیا ایک بڑی فوج، پانچ سو بڑے بڑے پیپے، اور فرعون کا شاہی عصا لے کر چل پڑا۔ یافا کے قریب پہنچ کر تھوتیا نے مشہور کر دیا کہ فرعون سے باغی ہو گیا ہے اور یافا والوں سے مل جانے کے لئے آیا ہے۔

یافا کے باغی حاکم نے یہ خبر سنی تو بہت خوش ہوا اور تھوتیا کو اپنے دسترخوان پر دعوت دے دی۔ کھانا کھاتے ہوئے حاکم نے کہا کہ میں نے فرعون کے عصا کی بہت تعریف سنی ہے اور اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ تھوتیا نے جواب دیا یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ فرعونی عصا میں اپنے ساتھ لیتا آیا ہوں۔ یہ کہہ کر تھوتیا نے اپنا ایک آدمی اپنی فوج کے پڑاؤ پر بھیجا کہ عصا لے آئے۔ عصا آ گیا۔ اور یافا کا حاکم اسے بڑے غور سے دیکھنے لگا۔ تھوتیا نے یہ موقعہ غنیمت سمجھا۔ اور وہی عصا، حاکم کے سر پر اس زور سے مارا کہ وہ مر گیا۔

حاکم کو مار کے تھوتیا اپنے پڑاؤ پر بھاگ آیا اور اپنے دو سو سپاہیوں کو حکم دیا کہ دو سو پیپوں میں چھپ کر بیٹھ جائیں، اور باقی تین سو پیپوں میں رسیاں اور زنجیریں بھر دیں۔ پھر پوری فوج یہ پیپے اٹھا کر شہر کی طرف بڑھے اور کہے کہ تھوتیا، حاکم سے بے وفائی کر کے فرعون سے مل گیا تھا۔ اس لئے ہم اسے قید کر کے اور اس کے سب مال اسباب کو لائے ہیں، تاکہ شہر والوں کے حوالے کر دیں۔ یافہ کے لوگ پھر دھوکہ کھا گئے۔ انہوں نے شہر پناہ کے پھاٹک کھول کر وہ سب پیپے اندر لے لئے۔ فوراً ہی پیپوں سے سپاہی نکل پڑے اور شہر پر قابض ہو گئے!

ایک قصے میں دکھایا گیا ہے کہ نیکی کا پھل ہمیشہ اچھا ہی ہوتا ہے، چاہے دیر سے ملے۔ قصے میں لکھا ہے، کہ باٹو نام کا ایک چرواہا اپنے بڑے بھائی انبو کے ساتھ

ایک ہی گھر میں رہتا تھا، اور اُسے مویشی چرانے میں اور کھیتی باڑی کرنے میں مدد دیا کرتا تھا۔ باتُو، نوجوان تھا اور خوبصورت۔ ایک دن گھر میں اپنی بھاوج کے ساتھ اکیلا تھا بھاوج کے دل میں بُرائی پیدا ہوئی اور باتُو کو پھسلانے لگی۔ مگر باتُو نیک دل تھا۔ اسے اپنے بھائی کی آبرو کا بڑا خیال تھا۔ بھاوج نے سب ہی جتن کئے مگر وہ انکار ہی کرتا رہا۔

بھاوج ڈری کہ باتُو کہیں اپنے بھائی سے سب کچھ نہ کہدے۔ اس لئے عورت نے اپنے مرد کے سامنے باتُو پر جھوٹی تہمت لگا دی کہ اُس کی نیت بُری تھی اَنپُو نے یہ سُنا تو غصّہ سے لال ہوگیا، اور اپنے بھائی کو مار ڈالنا چاہا، مگر باتُو پہاڑوں میں بھاگ گیا، اور وہیں رہنے لگا۔ دیوتا تو باتُو کے دل کا حال جانتے تھے، اُنہوں نے اُس کا دل بہلانے کے لئے ایک چاند جیسی بیوی پیدا کر دی، مگر بیوی نے بے وفائی کی اور فرعون کے محل میں بیٹھ گئی۔

بہت برسوں بعد باتُو کے بھائی، اَنپُو کو پتہ چل گیا کہ باتُو بے قصور تھا، اور سب شرارت، خود اُس کی اپنی بیوی کی ہے، جس نے باتُو پر بالکل جھوٹی تہمت لگا دی تھی جب اَنپُو کو اس بات کا یقین ہوگیا تو اُس نے اپنی بیوی کو مار ڈالا اور باتُو کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

بہت تلاش پر باتُو مل گیا، اور دونوں بھائی گلے ملنے کے بعد فرعون کے دربار میں گئے۔ یہاں باتُو نے اپنی بے وفا بیوی کو فرعون کے پاس بیٹھے دیکھا۔ پھر یہ ہوا کہ باتُو مصر کا بادشاہ بن گیا۔ اُس نے اپنے بڑے بھائی، اَنپُو کو وزیر اعظم کا عہدہ دیا، اور جب مرنے لگا، تو وصیت کی کہ اَنپُو ہی اُس کی جگہ مصر کا بادشاہ ہوگا!

ایک قصّے میں دکھایا گیا ہے کہ آدمی اگر لسّان اور فصیح البیان ہو، تو کس قدر فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ قصّے کا خلاصہ یہ ہے:-

ایک کسان اپنے گدھے پر نمک اور گیہوں کا بوجھ لادے جا رہا تھا۔ ایک علاقے کے سردار کے نوکروں نے کسان کو لُوٹ لیا۔ کسان نے عدالت میں فریاد کی، مگر ذرا شنوائی نہ ہوئی۔ آخر کسان نے شاہزادے، مردیت نسا کی عدالت میں

دعویٰ کیا۔ شاہزادہ نے کسان کی فصاحت سن کر دانتوں میں انگلی دبالی اور فرعون سے جا کر کہا کہ اس کسان سے بڑا مقرر ہونا ممکن نہیں۔ فرعون نے شاہزادے کو حکم دیا کہ مقدمے کو بہت طول دے، اور جو کچھ کسان کہے اُسے لکھ کر دربار میں بھیجتا رہے۔ اس زمانے میں فرعون خفیہ طور پر کسان کے لئے اور اُس کے بال بچوں کے لئے اچھے اچھے کھانے بھیجتا رہا۔ کسان نے بہت سی تقریریں کیں اور عدالت نے لکھ لیں۔ مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اسیر کسان نے خودکشی کرلینی چاہی، مگر عین وقت پر فرعون نے اُس کا مال اسے واپس دیا اور بہت سا انعام بھی دیا کیونکہ وہ بہت بڑا مقرر تھا۔

مصری شاعری کا نمونہ

"آتن کا جلال"

کیا دل فریب ہے تیرا ظہور افق آسمان میں!
اے زندہ آتن! اے سرچشمۂ حیات!
ہر صبح ہم تجھے آسمان کے پورب میں دیکھتے ہیں!
تو پوری زمین اپنے حُسن سے معمور کر دیتا ہے!
تو ہی خوبصورت ہے، عظیم ہے، روشن ہے، زمین پر بلند ہے!
تیری شعاعیں تمام زمینوں کو اپنے دامنوں میں سلئے ہوئے ہیں!
ہاں تمام زمینوں کو گھیرے ہوئے جنہیں تو ہی نے بنایا ہے!
اور تو ہی نے اُن پر انسانوں کو آباد کیا ہے!
ہاں انسانوں کو، جنھیں تو ہی نے پیدا کیا ہے!
وہ انسان، جنھیں تو نے محبت کے بندھن سے جوڑ دیا!
کہتے ہیں، تو دور ہے، بہت دور ہے!
مگر تو دور کہاں ہے؟ تیری شعاعیں تو زمین پر پھیلی ہوئی ہیں!
اے بلند تر! کیا دن کی تابناکی تیرا ہی ایک جلوۂ نورانی نہیں ہے؟

رات

اے بادشاہ! جب تو آسمان کے پچھم میں لیٹ جاتا ہے تو سارے جہان پر موت کی تاریکی چھا جاتی ہے!

آدمی اپنے گھروں میں سو جاتے ہیں — مُنہ لپیٹے، بے حرکت، صرف سانس چلتا ہے! — کوئی کسی کو نہیں دیکھتا - آنکھیں بند ہوتی ہیں — اُن کے سرہانے چور کھڑا ہوتا ہے، مگر اُنھیں خبر نہیں! — شیر کچھار سے نکلتے ہیں، سانپ رینگنا شروع کرتے ہیں! — کیا ملکۂ ظلمت کی فرمانروائی نہیں؟ — کیا دنیا رعب سے سنّاٹے میں نہیں ہے؟ ہاں سب کا بنانے والا اُفق کی محل سرا میں محوِ خواب ہے!

دِن اور اِنسان

یہ کیسی ہماہمی ہے؟ — زمین مسرت سے کیوں اُچھل رہی ہے؟ — دیکھو بادشاہ کی سواری اُفق میں نمودار ہوگئی! — تو نے کائنات روشن کر دی! — تاریکی کا پتہ نہیں! — تو آسمان پر مگر تیری شعاعیں زمین پر! — یہ ہمارے بادشاہ کا جلال ہے! — آدمی خوشی سے اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے — تو نمودار ہوا اور زندگی کا آغاز ہوا! — سب نہا دھو کر آ گئے — سب کے ہاتھ مشرق کی طرف اُٹھ گئے — ہاں مشرق کی طرف، تیری راجدھانی کی طرف! — تیری بندگی کے بعد دنیا کے کام شروع ہوئے!

دِن اور حیوان و نباتات

چوپائے چراگاہوں میں پہنچ گئے — درخت اور پودے کھلکھلانے لگے — چڑیاں بھی گھونسلوں سے اُڑ گئیں — پر اُٹھائے، تیری تسبیح کرتی ہوئیں! — ہر پرند اُڑ رہا ہے! — ہر کوئی تیری روشنی میں زندگی پا رہا ہے! —

دِن اور پانی

کشتیاں آنے جانے لگیں — اپنے مستول ہوا میں اُڑاتی ہوئیں! — سب راہیں تیرے نور سے روشن ہوگئیں! — مچھلیاں سطح پر دوڑ آئیں! — اے نور اُن تیرے سجدے میں گر پڑیں! — تیری شعاعوں نے موجیں توڑ دیں! سمندر کی تہ پر بچھ گئیں! —

انسان کی پیدائش

تو ہی نے عورت سے انسان کو پیدا کیا! — تو ہی نے مرد میں زندگی کا تخم رکھا! —

ماں کے پیٹ میں بچے کو زندگی تجھی سے ملی! — وہ نہ روتا ہے نہ گھبراتا ہے — رحم مادر میں پڑا سوتا ہے! — تیرا دست شفقت اُس پر دھرا ہے! — ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے اور نور دیکھتا ہے! — تو اُس کا معصوم مُنہ کھول دیتا ہے! — تب وہ بولتا ہے! — پھر تُو ہی اُس کی ضرورتیں پوری کرتا ہے — اے بادشاہوں کے بادشاہ تیرا نام بڑا ہے! —

حیوان کی پیدائش

مُرغی کا انڈا! — اُس کے اندر بچہ! — یہ تیری ہی قدرت ہے! — زندگی، یہ تیری ہی صنعت ہے — تُو ہی نے انڈے میں سانس ڈالا! — دیکھو! بچہ باہر نکل آیا — پوری قوت سے چلّاتا ہے، خالق کی ستایش کرتا ہے! — اپنے پنجوں پر دوڑتا پھرتا ہے!

دنیا کی پیدائش

تیری صنعتیں کیسی عجیب ہیں؟ — ہماری عقل سے بھی بالا ہیں! — اے ایک اکیلے معبود! — تیری جیسی قوت کس میں ہے؟ — تو نے زمین پیدا کی جس طرح پیدا کرنا چاہا! — تیرے اکیلے ہاتھوں نے زمین بنائی! — تو نے آدمی اور چھوٹے بڑے حیوان پیدا کئے! — تمام زمین کی مخلوق، پیروں سے چلنے والی! — تمام آسمان کی مخلوق، پروں سے اُڑنے والی — تو نے سرزمین شام پیدا کی، نوبیا پیدا کیا! — تو ہی نے مصر کی سرزمین بھی پیدا کی! ہر انسان کو اُس کی جگہ پر بسایا! — اُس کی زندگی کا سامان مہیا کر دیا! — اُسے دولت دی، — اُس پر موت لکھی، — سب کی شکلیں الگ الگ، — سب کی زبانیں جدا جدا، کوئی کالا، کوئی گورا، — اے سب کے مالک! یہ سب تیرا ہی جلوہ ہے! —

دریائے نیل

تو نے دوسرے عالم میں نیل پیدا کیا، — اپنی پسند کے مطابق اُسے جاری کیا، — سب نے اُس سے اپنی زندگی پائی، — اے پروردگار! کمزوروں کے مددگار! — اے زمین کے ہر گھر کے مالک! — اے روزِ روشن کے آفتاب! — تو ہی نے سب کو پیدا کیا،

تو ہی پہاڑوں پر موسلا دھار مینھ برساتا ہے۔ پانی موجیں مارتا زمین پر بہتا ہے!۔ سب ملکوں میں آدمی اپنے کھیت سینچتے ہیں، اے ابدیت کے مالک! تیرے کارنامے کیسے شاندار ہیں!۔ سب جانور بھی تیرے ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔ لیکن مصر کا نیل دوسری دنیا سے آتا ہے!۔ تیری شعاعیں اُس پر پڑتی ہیں۔ سبزہ لہلہا اُٹھتا ہے!۔ باغ جھومنے لگتے ہیں!۔ تیرا نور زندگی ہے!۔ تجھی سے کائنات باقی ہے!

مصری افسانے

ایک بہت اچھا مکمل اور کسی قدر لمبا قصہ ملا ہے۔ یہ قصہ ہے تو محض خیالی اور خرافاتی، مگر ایسے طرز پر لکھا گیا ہے کہ موجودہ زمانے کے مختصر افسانوں میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ قصہ اگرچہ دیموطیقی خط میں لکھا ملا ہے، مگر تمام علمائے مصریات اسے بہت ہی پرانا مانتے ہیں۔ اس کا پورا ترجمہ ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔ پڑھنے والے سمجھ جائیں گے کہ قدیم مصریوں کو علم سے کیسی محبت تھی۔

ایک فرعون کے لڑکے کا نام، نیفر بتاح تھا۔ یہ شاہزادہ، علم و حکمت پر مٹا ہوا تھا۔ ہمیشہ دانائی کی تلاش میں لگا رہتا تھا۔ اسی غرض سے عبادت خانوں میں بار بار آتا اور اُن کی دیواروں پر پرانے کتبے اور تحریریں پڑھا کرتا تھا۔ علم کی اس محبت نے اُسے دنیا جہان سے بے خبر کر دیا تھا۔ صرف عقل و علم کی تحصیل ہی پر کمر بستہ رہتا تھا۔

اپنی عادت کے مطابق ایک دن شاہزادہ عبادت خانے میں پوجا کے لئے گیا، مگر بھول کر کتبے پڑھنے میں محو ہو گیا۔ محویت اتنی زیادہ تھی کہ نہ بہت یاد رہے نہ دیوتاؤں ہی کا کچھ خیال رہا۔ کتبے پڑھنے میں ڈوبا ہوا تھا کہ پیچھے سے ایک قہقہہ بلند ہو گیا۔ شاہزادہ چونک پڑا اور مُڑ کر دیکھنے لگا۔

ایک کاہن کھڑا تھا اور ہنس رہا تھا۔ شاہزادے کو اس گستاخی پر غصہ آ گیا۔ بڑی خفگی سے کہنے لگا "تجھ کو مجھ پر ہنسنے کی ہمت کیسے ہوئی؟"

کاہن نے ادب سے گردن جھکا کر جواب دیا "جلیل القدر شاہزادے، فرعون کے ولی عہد! آپ یہ پرانے کتبے بیکار پڑھا کرتے ہیں۔ ان سے کچھ فائدہ

نہ ہوگا۔ اگر سچ مچ علم کی لگن لگی ہے، تو میں آپ کو علم کے اصلی سرچشمے کا پتہ بتا سکتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ تُوت کی کتاب کہاں چھپی رکھی ہے۔ بس یہی کتاب آپ کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

نیفر بتاح نے کاہن کا جواب بڑے غور سے سُنا۔ پھر اس کتاب کی حقیقت پوچھی۔

کاہن نے جواب دیا "تُوت نے یہ کتاب خاص اپنے ہاتھ سے لکھی ہے اور اس میں سب علوم جمع کر دیے ہیں۔ پہلا صفحہ پڑھتے ہی آپ کو آسمانوں پر، میدانوں پر، پہاڑوں پر، سمندروں پر اقتدار حاصل ہو جائے گا۔ چرند، پرند کی بولیاں معلوم ہو جائیں گی۔ سمندر کی تہ میں رینگتی ہوئی مچھلیاں دکھائی دینے لگینگی۔ دوسرا صفحہ پڑھتے ہی موت پر آپ کو حکومت مل جائے گی۔ مرجانے کے بعد بھی آپ اس کتاب کی قوت سے دنیا میں جب چاہینگے واپس آ جائینگے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ سورج، چاند اور ستارے ہر وقت دیکھ سکیں گے۔ آنکھوں کے سارے پردے اُٹھ جائینگے، اور دیوتا اپنی اصلی شکلوں میں دکھائی دینے لگیں گے!"

نیفر بتاح نے کہا "فرعون کے سر کی قسم، میں یہ کتاب ضرور حاصل کروں گا! بتا تُو کیا انعام چاہتا ہے؟"

کاہن نے زمین چوم کر جواب دیا: "بندے کی صرف ایک ہی آرزو ہے چاہتا ہوں حضور میرے دفن کا وہ سب سامان کر دیں، جو بڑے آدمیوں کے دفن میں کام آتا ہے۔ میری التجا بس یہی ہے کہ جب مروں تو میرے جنازے کے ساتھ کاہن دُعائیں پڑھتے چلیں۔ ماتم کرنے والی عورتیں بھی ہوں۔ قربانی اور بخور بھی ساتھ جائے۔ اگر یہ آرزو پوری ہو جائے تو میری روح ہمیشہ ہمیشہ "عالو" (جنت) میں رہے گی اور شاہزادے کو دعائیں دیتی رہے گی۔ اس سب سامان کے لیئے چاندی کے صرف ایک سَو سِکّوں کی ضرورت پڑے گی۔"

نیفر بتاح نے یہ پوری رقم اُسی وقت کاہن کے ہاتھ پر رکھدی۔ کاہن نے اُسے سجدہ کیا، اور عرض کرنے لگا:۔

"توت کی کتاب، بیچ دریا میں قفط کے مقام میں بڑی حفاظت سے رکھی ہے، وہاں لوہے کا ایک صندوق نظر آئے گا۔ اُس صندوق کے اندر تانبے کا ایک صندوق ملے گا۔ اُس کے اندر آبنوس اور ہاتھی دانت کا صندوق ہوگا۔ اُس کے اندر سونے کا صندوقچہ دکھائی دے گا۔ اِسی صندوقچہ میں توت کی کتاب رکھی ہے۔ لیکن لوہے کے بڑے صندوق کے چاروں طرف ان گنت سانپ، بچھو، مگرمچھ، گھڑیال اور دوسرے بھیانک زہریلے کیڑے مکوڑے پہرہ دے رہے ہیں سب سے اوپر خود صندوق کے ڈھکنے پر ایک بے پناہ کالا ناگ پھن اٹھائے بیٹھا ہے۔ اس ناگ کو کوئی آدمی مار نہیں سکتا۔ یہ سب بندوبست توت کی کتاب کی حفاظت کے لئے کیا گیا ہے!"

کاہن اپنا بیان پورا بھی نہ کرنے پایا تھا کہ شاہزادہ خوشی سے بے خود ہوگیا مندر سے نکلا اور دوڑتا ہوا محل میں جا پہنچا۔ اپنی بیوی کو تمام ماجرا کہہ سنایا، اور کتاب لانے کے لئے قفط جانے کی ٹھان لی۔

نیفر بتاح کی بیوی اخورا یہ سُنکر بہت رنجیدہ ہوئی، اور اپنے شوہر سے کہنے لگی:
"پیارے۔ وہاں ہرگز نہ جانا چاہیے، کیونکہ تکلیف اور غم کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگے گا!"

یہ کہہ کر اخورا نے اپنے خاوند کا دامن پکڑ لیا، اور جانے سے روکنے لگی، مگر نیفر بتاح نے اُسے جھڑک دیا اور دامن چھڑا کر سیدھا اپنے باپ فرعون کے پاس پہنچ گیا۔ باپ کے ہاتھوں کو چوما اور خوشامد سے کہنے لگا:-

"کیا حضور، مجھے جنوب کے ملک میں اپنی بیوی اخورا، اور لڑکے میرآب کے ساتھ شاہی کشتی میں جانے کی اجازت دیدیں گے؟ میں قسم کھا چکا ہوں کہ توت کی کتاب حاصل کر کے رہوں گا، چاہے کتنی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے۔"

فرعون نے ولی عہد کی درخواست منظور کرلی، اور نیفر بتاح اپنی بیوی اور لڑکے کو لے کر شاہی کشتی میں قفط کی طرف روانہ ہوگیا۔

قفط میں پہنچنے پر .... مندر کے بڑے مہنت نے شاہزادے

اور اُس کے خاندان کا استقبال کیا۔ پھر سب مندر میں حاضر ہوئے اور دیوتا کو سجدہ کیا۔ شاہزادے نے ایک موٹا تازہ بیل بھینٹ چڑھایا، اور خانہ ساز شراب دیوتا کو خوش کرنے کے لئے زمین پر بہائی۔ پھر مہنت اور اُس کی بیویاں، چار دن تک اپنے شاہی مہمانوں کی دعوتیں کرتی رہیں۔

پانچویں دن جب دعوت کے دن ختم ہو گئے، تو نیفر بتاح نے قفطؔ کے سب سے بڑے عالم اور ساحر کو طلب کیا، اور اُس کی مدد سے جادو کا ایک کشتی نما صندوق تیار کیا۔ پھر کشتی میں چھوٹے چھوٹے انسانی پُتلے بنا کر رکھ دیئے، اور وہ سب سامان بھی ساتھ لے لیا جو کشتیوں میں ہوتا ہے۔ پھر جادو کا منتر پڑھا اور تمام پُتلے سچ مچ آدمی ہو گئے!

تب نیفر بتاح نے اُن پُتلوں کو اپنے سامنے بُلا کر کھڑا کیا اور کہا "ہاں جوانمردو! جو میں حکم دوں، وہی کرنا"

پُتلوں نے سر جھکا کر اطاعت ظاہر کی اور نیفر بتاح نے اُنھیں صندوق پر بٹھا کر دریا میں ڈالدیا۔ صندوق کشتی کی طرح چلنے لگا۔ اور یہ پُتلے اُس ملّاحوں کی طرح کام کرنے لگے۔

اب نیفر بتاح نے اپنی کشتی طلب کی۔ اُس میں ریت بھری اور اَحُورا کو دریا کے کنارے روتا دھوتا چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔ اَحُورا اس لئے رو رہی تھی کہ اُسے سفر کے منحوس ہونے کا یقین تھا۔

آگے آگے دریا کی تہ میں جادو کا صندوق جا رہا تھا اور پیچھے پیچھے شاہزادے کی کشتی چلی جا رہی تھی۔ لگاتار تین دن اور تین رات چلنے کے بعد صندوق دفعتہً رُک گیا۔ شاہزادے کو یقین ہو گیا کہ منزل مقصود آ گئی، اور اُس نے اپنی کشتی بھی روک لی۔ اُس میں سے ریت نکال کر دریا میں ڈال دی اور دریا کا پانی دور تک سوکھ گیا۔

شاہزادے نے کشتی سے سر باہر نکالا۔ اُس کے سامنے ایک بڑا ٹاپو تھا اور ٹاپو کے بیچوں بیچ ایک بڑا بھاری لوہے کا صندوق رکھا دکھائی دے رہا تھا۔

لیکن صندوق کے چاروں طرف بے حساب سانپ اور مگر مچھ وغیرہ منہ پھاڑے بیٹھے تھے۔

نیفر بتاح نے منتر پڑھا اور وہ سب بھیانک جانور اور کیڑے مکوڑے بکھر کے رہ گئے۔ صرف وہ کالا ناگ برابر کھڑا پھن ہلاتا رہا، جسے کوئی انسانی ہاتھ مار نہیں سکتا تھا۔ ناگ نے شاہزادے کو آگے بڑھتا دیکھا تو بڑی خوفناکی و تیزی سے حملہ کر دیا۔ شاہزادے نے بھی کترا کے اپنی پوری پوری قوت سے حملہ کیا، اور ناگ دو ٹکڑے ہو گیا۔ مگر دونوں ٹکڑے فوراً ہی دوڑ کر پھر ایک ہو گئے، اور ناگ پھنپھنا کے دوبارہ لپکا۔ شاہزادے نے پھر ہاتھ مارا اور سانپ کا سر اُڑ گیا، اس کے بعد شہزادہ پیچھے ہٹا اور سانپ دوبارہ زندہ ہو کر حملہ آور ہوا اب شاہزادہ پریشان ہوا اور سمجھ گیا کہ سانپ یوں نہیں مرے گا، کوئی اور تدبیر کرنی چاہیئے۔ یہ طے کر کے شاہزادے نے پھر وار کیا اور جیسے ہی ناگ دو ٹکڑے ہوا، شاہزادے نے بڑی تیزی سے دونوں ٹکڑوں پر بالو ڈال دی، اس دفعہ سانپ جُڑ نہ سکا۔ اب شاہزادے کے لئے میدان صاف تھا!

نیفر بتاح نے خوشی کا نعرہ بلند کیا۔ بڑھ کر طلسمی صندوق کھولا، اندر سے تانبے کا صندوق نکلا۔ اسی طرح اُس نے ایک ایک کر کے سب صندوق کھول ڈالے۔ اب توت کی کتاب اُس کے ہاتھ میں تھی!

نیفر بتاح نے بے تابی سے کتاب کھولی۔ پہلا صفحہ پڑھا ہی تھا کہ تمام آسمانوں، زمینوں، میدانوں، پہاڑوں، سمندروں پر اُسے پورا اختیار مل گیا۔ چرند، پرند کی بولیاں سمجھنے لگا۔ سمندر کی تہ میں مچھلیاں دوڑتی دکھائی دینے لگیں! دوسرا صفحہ پڑھا، تو چاند ستارے نظر آنے لگے، حالانکہ سورج نکلا ہوا تھا! اسی قدر نہیں بلکہ دریا کی سب مچھلیاں نیچے سے اُٹھ کر پانی پر آ گئیں۔ اب شاہزادے کو یقین ہو گیا کہ کاہن اپنے بیان میں بالکل سچا تھا!

تمام علوم حاصل ہو جانے پر نیفر بتاح کو اپنی بیوی "اہور" یاد آئی، جسے نقطیس چھوڑ آیا تھا۔ فوراً اپنے جادو کے پُتلے طلب کئے اور اُن سے کہا "ہاں، جواں مردو!

مجھے جلدی واپس لے چلو۔"

مُتیلوں نے تیزی سے کشتی کھینی شروع کی اور تین ہی دن میں اُس جگہ پہنچا دی جہاں احورا ابھی تک بیٹھی رو رہی تھی۔ احورا اپنے خاوند کو دیکھتے ہی باغ باغ ہو گئی دوڑی اور اُس کے سینے سے چمٹ گئی۔ نیفر بتاح نے جلدی سے کتاب نکال کر اُس کے ہاتھ میں دیدی اور کہا اسے پڑھ ڈالو۔ اب احورا بھی تمام علوم کی ماہر بن گئی!

پھر نیفر بتاح نے کاغذ طلب کیا اور شراب بھی۔ جلد جلد توُت کی کتاب کاغذ پر نقل کی۔ پھر کاغذ کو شراب میں دھو ڈالا، اور پوری شراب پی گیا۔ اس طرح کتاب اُسے ہمیشہ کے لئے یاد ہو گئی۔

اس کے بعد نیفر بتاح، اُس کی بیوی احورا، اور لڑکا میراب تینوں . . . . . مندر میں گئے شکرانے کی نماز پڑھی، قربانی پیش کی، اور بڑی خوشی و خورمی سے مصر میں واپس آئے۔

عین اسی وقت توُت کو اپنی کتاب کے چوری ہو جانے کی خبر ملی۔ بہت غصہ ہوا دانت پیسنے لگا۔ پھر معبود اعظم، را کے سامنے جا کھڑا ہوا اور کہنے لگا:۔

"معبودوں کے معبود! نیفر بتاح نے مجھ پر ناحق بڑی بھاری زیادتی کی ہے۔ میرے پاسبانوں کو مار ڈالا ہے، اور میری کتاب چُرا لے گیا ہے۔ لہٰذا اے آقا! مجھے اِس شخص پر اختیار دیدے کہ اس سے اپنا بدلہ لے سکوں"

مہادیو را نے توُت کی فریاد سُنکر فرمایا:۔

"جا! میں نے تجھے نیفر بتاح، اور اُس کی بیوی احورا، اور اُس کے لڑکے میراب پر تجھے پورا اختیار دیدیا۔ جو جی میں آئے، اُن سے کر گزر!"

اِدھر دیوتاؤں میں یہ مشورت ہو رہی تھی، اُدھر شاہی کشتی نیل میں بڑے اطمینان سے چلی جا رہی تھی۔ شاہزادے کو کچھ خبر نہ تھی کہ دیوتاؤں نے اُسکی قسمت کا کیا فیصلہ کیا ہے۔ وہ تو دیوتا توُت کی کتاب پا جانے کی خوشی میں مگن تھا۔

پھر یہ ہوا کہ نیفر بتاح کا بیٹا، میراب، کھیلتے کھیلتے کشتی کے عرشے پر آ گیا اور جھک کر پانی کو دیکھنے لگا، فوراً را کی قوت نے اُسے کھینچ لیا، اور وہ گر کر

دریا میں ڈوب گیا!
ملّاح سہم گئے، مگر کوئی بھی لڑکے کو نکال نہیں سکتا تھا، کیونکہ دیوتا کی قوت آڑے بن چکی تھی۔
نیفر بتاح نے لڑکے کی موت سُنی تو روتا پیٹتا دوڑا آیا۔ اور جب جادو کے زور سے، میراب کی لاش کشتی پر آئی تو نیفر بتاح نے منتر پڑھا اور لڑکا بولنے لگا
لڑکے نے کہا:-
"توت نے رآ کے حکم سے بدلہ لیا ہے، کیونکہ تُوت اپنی کتاب کی چوری سے بہت خفا ہے"
نیفر بتاح کو اپنے اکلوتے کی موت پر بڑا غم ہوا، وہ قفط لوٹ گیا اور شاہی اعزاز کے ساتھ اُسے دفن کردیا۔
اب پھر کشتی مصر کی طرف چلی۔ راستے بھر سب میراب پر روتے جاتے تھے۔
کشتی جب ٹھیک اُس جگہ پہنچی، جہاں میراب ڈوبا تھا، تو اُس کی ماں، اہورا نے بے قابو ہوکر پانی کو دیکھا، اور رآ کی قوت نے اُسے بھی کھینچ لیا۔ شاہزادی پلک جھپکاتے میں ڈوب گئی!
تمام ملّاح چیخ اُٹھے، مگر کسی کو بھی بچانے کی قدرت نہ تھی، کیونکہ دیوتا کی قوت سب کو روک چکی تھی۔ نیفر بتاح ہی نے جادو کے زور سے بیوی کی لاش نکالی، اور لاش نے اُس سے کہا:-
"تُوت کا انتقام ابھی پورا نہیں ہوا ہے۔ وہ رآ کے حکم سے خود کتاب چُرانے والے سے بھی ضرور بدلہ لے گا!"
کشتی پھر قفط لوٹ گئی اور شہزادی کی لاش بھی بڑی دھوم سے دفن کردی گئی
لیکن واپسی میں کشتی جب پھر اُسی جگہ پہنچی جہاں دونوں موتیں ہوچکی تھیں تو نیفر بتاح کو ایسا معلوم ہوا کہ رآ کی قوت اُسے بھی کھینچ رہی ہے۔ اُس نے لاکھ لاکھ زور مارا، مگر دیوتا کی قوت کے سامنے کچھ نہ کرسکا۔ آخر نا امید ہوکر اُس نے یہ کیا کہ نفیس ریشم کی رسّی بٹی اور تُوت کی کتاب اپنے سینے پر خوب مضبوطی سے باندھلی تاکہ

اُس سے کبھی الگ نہ ہو سکے۔
اب رآ کی قوت نے نیفر تباح کو بالکل مغلوب کر ڈالا۔ وہ دیوانہ وار اٹھا اور دریا میں کود پڑا۔ ملاحوں نے اور کنارے پر کے بہت آدمیوں نے اُسے کہتے بچا مگر کوئی بھی بچا نہ سکا اور شہزادہ ڈوب گیا۔
ملاح ڈر گئے، اور کشتی لے کر بھاگ نکلے۔ ممفس پہنچ کر ناخدا، شاہی محل میں گیا، اور فرعون کو سب کچھ سنا دیا۔ فرعون اپنے ولی عہد، بہو اور پوتے کی موت پر رونے لگا، اور ماتمی لباس اُس نے پہن لیا۔ مصر بھر میں رونا پیٹنا شروع ہوگیا پھر سب بندرگاہ پر گئے، جہاں کشتی لنگر ڈالے کھڑی تھی!
کیا دیکھتے ہیں کہ نیفر تباح کی لاش، کشتی کے ساتھ لگی ہوئی ہے! یہ اصل میں توت کی کتاب ہی برکت تھی، جو مرنے والے کے سینے پر بندھی تھی!
فرعون نے ولی عہد کی لاش، دریا سے نکلوائی، اور کتاب سمیت بڑے اعزاز سے دفن کر دی۔
توت کا انتقام تو پورا ہوگیا، مگر توت کی کتاب برابر نیفر تباح کے سینے ہی سے لگی رہی۔ توت دیوتا ہو کر بھی اپنی کتاب، علم کے سچے عاشق، نیفر تباح سے چھین نہ سکا۔
اسی قسم کا ایک افسانہ اور ہے، جس میں سچی محبت اور وفاداری کی موت پر فتح دکھائی گئی ہے۔ یہ افسانہ، فرعون رامسس دوم کے زمانے میں لکھا گیا تھا۔ ہیرطیقی خط میں ہے، اور برطانی عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ یہاں اس کا ترجمہ، عربی ترجمے سے پیش کیا جاتا ہے:-
فرعون، مصر پر حکومت کرتے کرتے بہت بوڑھا ہوگیا، مگر اُس کے کوئی اولاد نہ ہوئی، جو تاج و تخت کی وارث بنتی۔ اس لئے فرعون بہت غمگین رہتا، اور دیوتاؤں سے رو رو کر دعائیں کیا کرتا تھا کہ ایک ہی لڑکا ہو جائے۔
آخر دیوتاؤں کو ترس آ گیا اور فرعون کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ لڑکا بہت خوبصورت تھا، جونہی اُس نے روشنی میں آنکھیں کھولیں، تو ساتوں دیوتا اُس کے گرد جمع ہوگئے، تاکہ اُس کی قسمت طے کریں۔ بہت بحث کے بعد دیوتاؤں نے لکھ دیا کہ شاہزادے

کی موت، مگرمچھ کی وجہ سے ہوگی، یا سانپ کی وجہ سے، یا کُتّے کی وجہ سے۔
بچّے کے خادموں نے دیوتاؤں کا یہ فیصلہ سُنا تو ڈر گئے اور فرعون کو خبر دی۔ فرعون پر ایک بجلی سی گری، قریب تھا کہ مر جائے۔ بہت سوچ کر آخر فرعون نے حکم دیا کہ آبادی سے دُور، صحرا کی سرحد پر، ٹھوس پتھر کی دیواروں کا ایک محل بنایا جائے تاکہ شاہزادہ اُس میں ان تینوں بلاؤں سے محفوظ رہے۔ فرعون نے محل میں بہت سے نوکر چاکر رکھ دیے، اور آرام کا سب سامان مہیّا کر دیا۔
برسوں پر برس گزر گئے۔ اب شاہزادہ سیانا ہو گیا۔ ایک دن وہ محل کی چھت پر چڑھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک شکاری چلا جا رہا ہے۔ اُس کے پیچھے کُتّا ہے اور اپنے مالک سے کھیلتا اور دُم ہلاتا چل رہا ہے۔
شاہزادے کو یہ منظر بہت اچھا لگا۔ اُس نے کبھی کُتّا دیکھا ہی نہ تھا، متعجب ہو کر نوکروں سے پوچھنے لگا: "وہ کیا چیز ہے، جو آدمیوں کے پیچھے چل رہی ہے؟"
نوکروں نے جواب دیا "حضور، کُتّا ہے، شکاری کُتّا ہے۔"
شاہزادہ چلّا اُٹھا:-
"اوہ، یہ تو بڑی اچھی چیز ہے۔ میرے لئے بھی ایسا ہی کُتّا لاؤ۔"
نوکروں نے فرعون کو یہ خبر پہنچائی۔ پہلے تو فرعون بہت خفا ہوا، پھر بیٹے کی محبت سے مغلوب ہو گیا اور کہنے لگا "میرے اکلوتے کا دل ٹوٹنے نہ پائے۔ اُس کے لئے کُتّے کا ایک پلّا لے جاؤ۔"
اس طرح شاہزادے کو کُتّا مل گیا۔
اب شاہزادہ جوان ہو گیا۔ بڑا حسین اور طاقتور تھا۔ محل کی قید سے گھبرا گیا اور دل نے کہا۔ باہر نکلنا اور دنیا کو دیکھنا چاہیئے۔ خوب سوچ سمجھ کر اُس نے فرعون کو خط لکھا:-
"ابّا جان! میں اس قید خانے میں بے فائدہ رکھا گیا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ دیوتاؤں نے میری تقدیر میں جو کچھ لکھ دیا ہے، پورا ہو کر رہے گا۔ آدمی لاکھ

جتن کرے، قسمت کو بدل نہیں سکتا۔ التجا کرتا ہوں کہ مجھے آزادی بخشی جائے ...“
فرعون نے خط پڑھا تو محبت نے جوش مارا، اور اُس نے شاہزادے کی درخواست منظور کر لی۔ ساتھ ہی شکار کے لئے ہر قسم کے ہتھیار بھی بھیج دیے، اور اپنے سامنے بُلا کر اُس سے کہا:۔ ”بیٹا! اب تجھے اجازت ہے کہ اپنے وفادار نوکر اور کُتّے کے ساتھ جہاں جی میں آئے، جا۔ دیوتاؤں کی محبت بھری نگاہیں ہر وقت تیری حفاظت کریں!“
شاہزادے کو بڑی لمبی قید سے رہائی ملی تھی۔ وہ جنگلوں، بیابانوں میں نکل گیا اور شکار کھیلنے لگا۔ یہ زندگی اُسے بہت پسند آئی، اور وہ ہر طرح خوش رہنے لگا۔
چلتے چلتے شاہزادہ نہارینا کے ملک میں پہنچ گیا، اور یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔
نہارینا کے بادشاہ کے صرف ایک لڑکی تھی۔ لڑکی کا مکھڑا چاند کا سا تھا، اور آنکھیں ستاروں جیسی! بادشاہ نے اُسے ایک ایسے محل میں رکھا تھا، جس کی سب کھڑکیاں، زمین سے ستّر قدم اونچی تھیں۔ پھر بادشاہ نے ملک شام کے شاہزادوں کو جمع کر کے کہا:۔
”دیکھو میری لڑکی اس محل میں ہے۔ تم میں سے جو کوئی دیوار پر چڑھ کر کھڑکی تک پہنچ جائے گا، میں اُسی سے لڑکی کا بیاہ کر دوں گا!“
شاہزادوں نے دیوار پر چڑھنے کی لاکھ کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہوئے، کیونکہ دیوار بہت اونچی تھی اور بہت چکنی بھی۔
فرعون کا شاہزادہ جب نہارینا پہنچا، تو شامی شاہزادوں نے اُس کی بڑی آؤ بھگت کی، اپنا مہمان بنایا، حمام میں غسل کرایا، بہترین عطر کی اُس کے بدن پر مالش کرائی، اچھے کھانے کھلائے اور بے تکلفی سے پوچھنے لگے۔
”حسین نوجوان! تو کہاں سے آرہا ہے؟“
شاہزادے نے جواب دیا:۔
”میں ایک مصری افسر کا لڑکا ہوں۔ میری ماں مرگئی تو باپ نے دوسری

شادی کرلی۔ نئی بیوی سے جب اولاد ہو گئی، تو گھر میں مجھے بڑی تکلیف ہونے لگی۔ اسی لئے وہاں سے بھاگ نکلا ہوں۔"

یہ سُنکر تمام شاہزادے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے مہمان سے گلے ملے۔

کئی دن بعد مصری شاہزادے نے شامی شاہزادوں سے پوچھا "تم لوگ تو شام کے رہنے والے ہو، پھر یہاں نہارینا میں کیوں پڑے ہو؟"

شامی شاہزادوں نے سادگی سے جواب دیا "بھائی! تم یہ عالی شان محل دیکھ رہے ہو؟ اسی کی دیواروں کے اندر ہمارا دل بند ہے۔ اس ملک کی شاہزادی محل میں رہتی ہے۔ اس سے زیادہ حسین و نازنین دنیا نے کبھی نہیں دیکھی، اس کے باپ، نہارینا کے بادشاہ نے اعلان کر رکھا ہے کہ شاہزادی اُس شخص سے بیاہی جائے گی جو دیوار پر چڑھ کر اُس کی کھڑکی تک پہنچ جائے گا۔ بس یہی سبب ہے کہ ہم یہاں پردیس میں پڑے ہیں۔"

مصری شاہزادے نے کہا "اگر اجازت دو تو میں بھی دیوار پر چڑھنے کی کوشش کروں۔"

شامی شاہزادوں نے جواب دیا "ضرور۔ شاید تمہاری تقدیر ہم سے اچھی ہو۔"

نہارینا کی شاہزادی کا دل اُسی دن سے دھڑکنے لگا تھا، جب اُس نے پہلی دفعہ مصری شاہزادے کو دیکھا تھا۔ شاہزادہ اُسے بہت پسند آیا تھا، اور وہ دعائیں کر رہی تھی کہ کسی طرح یہی بازی جیت لے۔

جب شامی شاہزادوں نے اجازت دے دی تو مصری شاہزادہ دیوار کے پاس گیا اور بڑی پھرتی سے دیوار پر چڑھنے لگا۔ کھڑکی پر شاہزادی کھڑی مسکرا رہی تھی۔ جوں ہی شاہزادہ اوپر پہنچا، شاہزادی اس کے گلے سے چمٹ گئی اور سچی محبت سے اُسے چوم لیا۔

مصری شاہزادے کی کامیابی دیکھ کر شامی شاہزادوں نے دانتوں میں اُنگلیاں دبالیں، پھر وہ بادشاہ کے پاس گئے اور اس سے کہا "ایک خوبصورت نوجوان دیوار پر چڑھ کر محل میں پہنچ گیا ہے!"

نہارینا کے بادشاہ نے پوچھا "وہ نوجوان کہاں کا شاہزادہ ہے؟"

شامیوں نے جواب دیا "وہ شاہزادہ نہیں ہے، بلکہ ایک مصری افسر کا لڑکا ہے، اپنے گھر سے بھاگ آیا ہے۔"
بادشاہ یہ سن کر آگ ہوگیا "ہائیں شاہزادہ نہیں ہے!۔ کیا میں اپنی لڑکی ایک راہ گرد کے حوالے کردوں؟ ہرگز نہیں۔ جان پیاری ہے، تو ابھی فوراً میرے ملک باہر نکل جائے!"
ایک شامی شاہزادے نے دوڑ کر مصری شاہزادے کے کان میں کہا "بھاگو۔ شاہ بگڑ گیا ہے۔ اپنی لڑکی تمہیں نہیں دے گا۔"
لیکن شاہزادی نے اپنے مصری محبوب کو پکڑ لیا اور خبر دینے والے سے کہنے لگی۔
کہ میرے باپ سے کہہ دے کہ اگر میرے پیارے کو مجھ سے الگ کیا جائے گا، تو میں کھاؤں گی ہوں گی، اور جان دیدوں گی۔
بادشاہ نے اپنی لڑکی کا یہ پیام سنا تو اور بھی خفا ہوا، اور سپاہی بھیجدیئے مصری جوان کو مار ڈالیں۔ مگر شاہزادی کھڑی ہوگئی اور سپاہیوں کے افسر سے لگی "دیوتاؤں کی قسم، میرے پیارے کو مارو گے، تو میں بھی فوراً اپنا گلا کاٹ دوں۔ دونوں کی قبریں ساتھ ہی کھدیں گی!"
آخر بادشاہ اپنی اکلوتی کی ضد سے مجبور ہوگیا۔ اور مصری شاہزادے کو اپنے سامنے کیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو بادشاہ نے اُسے پیار کیا اور کہنے لگا "بیٹا مجھے اپنا حال سنا، اب تو میرا ہو چکا ہے۔"
دونوں میں دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ شہزادے نے بتا دیا کہ وہ مصر کا شہزادہ ہے۔ دشاہ نے اپنی لڑکی شہزادے سے بیاہ دی۔
ایک رات شاہزادے نے اپنی بیوی سے کہا۔ "سنتی ہو! اس دنیا میں مجھے ایک ہی غم ہے جو دیوتاؤں نے میری تقدیر میں لکھ دیا ہے کہ مگرمچھ، یا سانپ، کی وجہ سے میری موت ہوگی!"
شاہزادی چیخ اٹھی "تو پھر تم اسے اس کتے کو مار کیوں نہیں ڈالتے؟"
شاہزادے نے جواب دیا "ماروں کیسے۔ میں نے اسے بچپن سے پالا ہے۔"

اسی دن سے شاہزادی اپنے خاوند کی رات دن حفاظت کرنے لگی۔
سات برس بعد شاہزادے نے مصر جانے کا ارادہ کیا اور اپنی بیوی کو ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ کتا بھی ساتھ تھا۔ قافلہ ریگستان میں چلتا رہا۔ یہانتک کہ ایک جھیل کے کنارے ٹھہر گیا۔
شاہزادے نے جھیل میں شکار کھیلنا چاہا، اُس کے ساتھ اس کے نوکر بھی تھے یہ بات دیکھ کر سب اچنبھے میں پڑ گئے کہ جھیل سے ایک مگرمچھ نکلا ہے اور شاہزادے کو مار ڈالنا چاہتا ہے۔ لیکن عین اُسی وقت مگرمچھ کے مقابلے میں ایک دیو آ گیا، جو یہیں کہیں رہتا تھا اور مگرمچھ سے دشمنی رکھتا تھا۔ دیو نے شاہزادے کو بچا لیا۔ رات ہو گئی اور مگرمچھ سو گیا لیکن دیو برابر تاک میں لگا رہا۔ صبح کو جوں ہی مگرمچھ جاگا تو اُس نے دیو کو ٹہلتے دیکھا۔ دونوں میں پھر کشتی شروع ہو گئی، اور دو مہینے جاری رہی۔
شاہزادی کی عادت تھی کہ رات کو سونے سے پہلے ایک پیالے میں دودھ اور دوسرے پیالے میں شراب بھر کر زمین پر رکھ دیتی تھی، مگر اپنے شوہر کی حفاظت کا خیال اُسے سونے نہ دیتا تھا۔ رات آنکھوں ہی میں کٹ جاتی تھی۔
ایک رات شاہزادی نے دیکھا کہ ایک بہت ہی بڑا سانپ نکلا ہے اور پھنکارتا ہوا شاہزادے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ لیکن دودھ اور شراب دیکھ کر سانپ رُک گیا اور پینے لگا۔ پیتے ہی اُس پر بے ہوشی چھا گئی۔ شاہزادی چپکے سے اُٹھی۔ اور خنجر سے سانپ کو بوٹی بوٹی کر ڈالا۔
شاہزادی سانپ کو مار رہی تھی کہ اُس کے شوہر کی آنکھ کھل گئی، اور شاہزادی نے کہا "دیکھو، خدا نے تمہیں ایک بلا سے تو نجات دیدی، آؤ ہم دیوتاؤں سے دُعا کریں کہ باقی دونوں بلائیں بھی دُور ہو جائیں۔"
صبح شاہزادی نے دیوتاؤں کے نام پر قربانی کی۔
چند روز بعد شاہزادہ جھیل کے کنارے ورزش کر رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ مگرمچھ اُس کے کتے کو منہ میں دابے پانی میں لئے جا رہا ہے۔ شاہزادہ فوراً جھیل میں گھس گیا۔ مگرمچھ نے کتے کو تو چھوڑ دیا اور شاہزادے کو پکڑ لیا۔ لیکن عین وقت پر دیو پھر آ پہنچا، اور شاہزادے کو مگرمچھ سے چھین لیا۔

تب مگرمچھ نے آنسو بہاتے ہوئے شاہزادے سے کہا " یاد رکھ، میں تیری موت ہوں ہمیشہ تیرا پیچھا کرتا رہوں گا۔ تجھے بھی مار ڈالوں گا اور تیری بیوی کو بھی۔ ہاں تو مجھ سے بچ سکتا ہے، مگر اسی شرط سے کہ دیو کو مار ڈال!"

شاہزادے نے جواب دیا " بھلا میں اُسے کیونکر مار سکتا ہوں۔ وہ تو میری جان بچا چکا ہے؟"

مگرمچھ دانت پیس کر چلایا " تو پھر خود تجھے مرنا ہوگا! ایک دفعہ اور کہے دیتا ہوں کہ اگر تو قسم کھا کر کہہ دے کہ دیو کو مار ڈالے گا، تو میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ تجھے چھوڑ دوں گا نہیں تو میرے ہاتھ سے تو ضرور مارا جائے گا!"

شاہزادے کے کتے نے یہ باتیں سن لیں، اور دوڑ کر شاہزادی کے پاس پہنچ گیا، جو خاوند کے غائب ہو جانے کی وجہ سے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی کتے کو اکیلا دیکھ کر اور بھی واویلا کرنے لگی۔ اپنے کپڑے بھی پھاڑ ڈالے۔ مگر کتے نے اس کا دامن پکڑ لیا، اور دروازے کی طرف کھینچنے لگا۔ شاہزادی سمجھ گئی، اور خنجر اٹھا کے کتے کے ساتھ چل پڑی۔

رات ہو چکی تھی۔ مگرمچھ شاہزادے پر تابڑ توڑ حملے کر رہا تھا۔ شاہزادی پہنچ گئی۔ اُس نے دوڑ کر ایک بہت بڑا پھاوڑا، مگرمچھ کے کھلے ہوئے منہ میں ڈال دیا۔ دیو بھی سانپ بن کر آگیا، اور مگرمچھ کے جسم سے لپٹ گیا۔ دیو نے اتنے زور سے دبایا کہ مگرمچھ کی جان ہی نکل گئی!

شاہزادی دوڑ کر اپنے شوہر سے لپٹ گئی اور خوشی کے آنسو بہاتی ہوئی کہنے لگی:۔
" پیارے! دیوتاؤں نے دوسری بلا بھی دور کر دی۔ اب ایک ہی بلا باقی رہ گئی ہے۔ آؤ ہم دیوتاؤں کے سامنے سجدۂ شکر بجا لائیں۔"

اسی زمانے میں شامی شاہزادے حسد سے جل بھن گئے کہ ایک معمولی مصری افسر کا لڑکا ان سے بازی لے گیا اور نہارینا کی پری جمال شاہزادی کا خاوند بن گیا۔ اسی حسد کی وجہ سے اُنہوں نے فوجیں جمع کیں اور نہارینا پر ٹوٹ پڑے۔ بادشاہ کو شکست ہو گئی۔ اور وہ قید کر لیا گیا، مگر شاہزادی اور اس کے شوہر کا کہیں سراغ نہ ملا۔ شاہزادوں نے بادشاہ

سے دونوں کا پتہ پوچھا تو اس نے کہا۔ "کہیں شکار کھیلنے چلے گئے ہیں۔ میں تمہیں اُن کا پتہ کیا بتاؤں؟"

شاہزادوں نے آپس میں مشورہ کیا اور ریگستان میں دونوں کو ڈھونڈھنے کھڑے ہوئے جب شاہزادے کے قریب پہنچے، تو دیوؤں نے انہیں دیکھ لیا، اور شاہزادے کو خبر کر دی۔

دشمنوں کی طاقت بہت زیادہ تھی، اور شاہزادہ اُن سے لڑ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے وہ اپنی بیوی اور کُتّے کو لے کر ایک غار میں گھس کر چھپ گیا، پیچھا کرنے والے دشمن غار کے سامنے سے گزرے، مگر شاہزادے کو نہ دیکھ سکے، لیکن وفادار کُتّے سے رہا نہ گیا۔ جب دشمن واپس جا رہے تھے تو کُتّا مارے اور اُن پر حملہ آور ہوا۔

اب راز کھل گیا۔ دشمن غار کی طرف آئے اور شاہزادے پر حملہ کر دیا۔ شاہزادہ شاہزادی، اور کتا بڑی بہادری سے لڑے، مگر دشمن بہت تھے، تینوں مارے گئے! اس طرح شاہزادے کی موت، کُتّے کی وجہ سے ہوئی۔

اس واقعہ کے بعد دیوتا پھر جمع ہوئے اور آپس میں کہنے لگے:۔

"تقدیر کا لکھا تو پورا ہو گیا۔ لیکن شاہزادے، شاہزادی، اور کُتّے نے ایسی محبت اور وفاداری دکھائی ہے، جس کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی۔ لہٰذا ہمارا فیصلہ ہے کہ تینوں پھر زندہ ہو جائیں۔ اور دنیا میں رہیں۔"

فوراً تینوں زندہ ہو گئے اور بڑے عیش کی زندگی بسر کرنے لگے۔

مصری کہاوتیں

پُرانے مصر میں بھی ضرب الامثلیں اور کہاوتیں عام تھیں۔ یہ چیز، مصریوں کی ادبی، و ذہنی ترقی کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ اب تک جتنی کہاوتیں ملی ہیں، اُن کا ترجمہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

۱- مالدار بننے کی فکر نہ کرو۔ کیونکہ دولت ہنس کی طرح پَر رکھتی ہے، اور جب چاہتی ہے اُڑ جاتی ہے +

۲- زبردست سے مقابلہ پڑے، تو نہ لڑو۔ کیونکہ جیت نہ سکوگے۔ مُفت میں نئی مصیبتیں سر پر آجائیں گی +

۳- مقدمہ لڑو، تو غصہ سے نہیں، عقل سے کام لو +

۴- بدمعاش سے پالا پڑ جائے، تو ایسے ہو جاؤ، جیسے تم میں جان ہی نہیں +

۵- گالیاں دینے والے کا سب سے اچھا جواب خاموشی ہے +

۶- سب سے اچھا وہ ہے، جو کسی جھگڑے میں نہیں ہے۔

۷- بڑے آدمیوں سے جان پہچان رکھنا عقلمندی ہے +

مصریوں کی شاعری

مصریوں کی شاعری بھی اُتنی ہی پُرانی ہے، جتنی پرانی اُن کی تہذیب ہے۔ وہ شاعری کی بہت سی قسموں سے بخوبی واقف تھے۔ قصیدے، مرثیے، نظمیں، غزلیں اور گیت سب کچھ لکھتے تھے۔ یہاں چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

قاہرہ کے عجائب خانہ میں کالے پتھر کی ایک بڑی تختی محفوظ ہے، اور اَن مول سمجھی جاتی ہے۔ کیونکہ اُس پر ایک جنگی قصیدہ لکھا ہوا ہے، جسے مصری ادب و شعر میں بہت بڑا درجہ دیا گیا ہے۔ قصیدہ، فرعون، تھوتمیس سوم کی تعریف میں ہے، اور قصیدے میں اس فرعون کی عظیم الشان فتوحات بیان کی گئی ہیں۔ تختی پر فرعون کی تصویر بھی ہے، اور اس طرح ہے کہ فرعون دیوتا آمن کو مخاطب کرتا ہے اور آمن اُسے جواب دیتا ہے۔ شروع میں مسجع عبارت ہے۔ پھر نظم شروع ہو جاتی ہے۔ نظم دیوتا کی زبان سے لکھوائی گئی ہے۔ ترجمہ ملاحظہ ہو:-

دیوتا فرعون سے کہتا ہے:-

"میں آیا ہوں، اور مجھے اختیار دیتا ہوں کہ فینیقیا کے بحری سرداروں کا توصفایا

کردے - وہ سردار اپنے ملک کی زمین پر گرے پڑے ہوں گے اور اے عظمت
والے ، میں تجھے اُن پر نورانی سورج کی طرح چمکاؤں گا- تو میری صورت
اُن پر درخشاں ہو جائے گا !"

"میں آیا ہوں اور تجھے اختیار دیتا ہوں کہ ایشیا کے وحشیوں کو پیس ڈال
اور شام کے سرداروں کو بیڑیاں پہنا کر مصر میں لے آ - اور اے عظمت والے میں
دشمنوں کی نگاہوں میں زبردست بنا دوں گا جب تو اپنے ہتھیار لگا کے
رتھ میں اُن کے سامنے جائے گا !"

"میں آیا ہوں اور تجھے اختیار دیتا ہوں کہ مشرق کی سرزمین کو فنا کر ڈال - فینیقیہ
اور قبرص تجھ سے لرزتے رہیں ، اور اے عظمت والے میں اپنی بھرپور طاقت سے
تیرے پاس آیا ہوں ، اور تجھے اختیار دیتا ہوں کہ جو تو میں اپنے دروازوں کے پیچھے
چھپی بیٹھی ہیں اُنہیں کچل ڈال ، اور ایسا ہو کہ صقلیا کے ساحل تیرے دبدبے
کانپتے رہیں - اور اے عظمت والے ، میں اپنی بھرپور طاقت سے تیرے
پاس آیا ہوں ، اور تجھے اختیار دیتا ہوں کہ اُن سب قوموں کا ناس کر دے ،
اپنے جزیروں میں رہتی ہیں ، اور ایسا ہو کہ بیچ سمندر کے رہنے والے ، تیرے رُعب سے
لرزتے رہیں - اور اے عظمت والے ، میں اپنی بھرپور طاقت سے تیرے
پاس آیا ہوں اور تجھے اختیار دیتا ہوں کہ لیبیا والوں کو مٹا ڈال ، اور جزائر
والے تیرے اقتدار میں رہیں ، اور اے عظمت والے ، میں اپنی بھرپور طاقت سے
تیرے پاس آیا ہوں ، اور تجھے اختیار دیتا ہوں کہ سب سمندر تیرے قبضے میں ہوں
اور اے عظمت والے میں اپنی بھرپور طاقت سے تیرے
پاس آیا ہوں اور تجھے اختیار دیتا ہوں کہ ریگستان میں رہنے والے بدو تیرے
قید میں رہیں ، اور اے عظمت والے ، میں اپنی بھرپور طاقت سے تیرے
پاس آیا ہوں ، اور تجھے اختیار دیتا ہوں کہ نوبیا کے جنگلیوں کو ناپید کر دے
اور سب قومیں تیرے ہاتھ میں رہیں ، اور اے عظمت والے ، میں تجھے ان پر ویسا ہی زبردست
اور شاندار ظاہر کروں گا جیسے تیرے دونوں بھائی ، حورس ، اور تیغون ہیں

(دیوتا) جنہوں نے تیرا ساتھ دیا ہے اور تیری سلطنت اٹل بنا دی ہے!"
یہ قصیدہ مصر میں اس قدر مقبول ہوا تھا کہ بعد کے کئی فرعونوں نے، جیسے ستی اول۔
...ر رامسس سوم نے اسے تھوتمس کا نام بدل کر اپنی یادگاروں پر لکھوا دیا، تاکہ اپنی
...ی ظاہر کریں۔
فرعون موسیٰ منفتاح کی تاجپوشی کے موقعہ پر درباری شاعر نے جو قصیدہ
...ا تھا، اُس کا ترجمہ یہ ہے:-
"خوش ہو جا اے ساری کائنات، خوش ہو جا، کیونکہ تیری خوش بختی کی
...ی بہی ہے!-
"زمین پر ایک نیا بادشاہ قائم ہوا ہے، پوری زمین پر!-
"تمام مخلوق اس بادشاہ کی قوت وعظمت کے آگے جھکی ہوئی ہے!-
"نیا بادشاہ آیا، اور اس کے ساتھ پانی بھی زیادہ ہو گیا!-
"نیل میں طغیانی آ گئی، اور پانی ذرا بھی کم نہیں ہوا!
"دن کی عمر بڑھ گئی، اور رات کی عمر گھٹ گئی!-
"ہر مہینہ اپنے وقت پر آتا ہے، اور کوئی فصل آگے پیچھے ہونے نہیں پاتی!-
"دیوتا بھی خوش ہیں، اور مارے خوشی کے جھوم رہے ہیں!-
"کیونکہ نیا بادشاہ آیا ہے!-
"اور اسی لئے ہم سب لوگ حیرت میں ڈوبی ہوئی خوشی سے اپنے دل آباد پا رہے ہیں!-
فرعون منفتاح ہی کے ایک اور درباری نے اس طرح قصیدہ پڑھا:-
"کیا ہی مبارک ہے آج کا دن!
"آسمان اور زمین پھولے نہیں سماتے، کیونکہ آقا، اب سے مصر کا بادشاہ تو ہے!-
"بھاگے ہوئے لوگ واپس آ گئے ہیں، کیونکہ تیرا رحم بے حساب ہے!-
"چھپے ہوئے باہر نکل آئے ہیں، کیونکہ تیرا انصاف عام ہے!-
"بھوکے پیٹ بھر کر کھا چکے ہیں، اور خوش ہیں، کیونکہ تیری سخاوت ہر جگہ
...لی ہوئی ہے!-

" پیلے سے پی چکے ہیں ، اور خوش ہیں کیونکہ تیری بخشش جاری ہے !۔
" ننگے بھاری جوڑے پہنے اینٹھ رہے ہیں ، کیونکہ تیرا ہاتھ کھلا ہوا ہے !۔
" قیدی چھوڑ دیے گئے ہیں ، ہتکڑیوں بیڑیوں کی جگہ خوشیاں اُن سے چمٹی ہوئی ہیں ،
کیونکہ تو رحم دل ہے !۔
" آقا ! یہ تیری برکت ہے کہ دشمن بھی گلے مل رہے ہیں !۔
" اور نیل یلغاریں مارتا آگیا ہے ، تاکہ ہر دل خوشی سے بھرپور ہو جائے !۔
" آقا ! یہ تیرا ہی بھروسہ ہے کہ بیواؤں نے اپنے دروازے ، مسافروں کے
لئے کھلے چھوڑ دیے ہیں !۔
" آقا ! یہ تیرا ہی جلال ہے کہ کنواریاں نڈر ہو کر اور بن سنور کر اپنے گھروں سے
نکل پڑی ہیں ، اور مصر کی پوری زمین اُن کے اس گیت سے گونج رہی ہے :۔
" ... تو ہی ہے جو ایک نسل کے بعد دوسری نسل پیدا کرتا ہے !۔
" بادشاہ !۔
" پیارے بادشاہ !۔
" مقدس بادشاہ !۔
" ہاں - تیرے لئے دائمی زندگی لکھدی گئی ہے !۔

مصری غزلیں

مصری غزلیں اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں - مصری غزلوں کی خصوصیت یہ ہے کہ عاشق کی زبان سے بھی ہیں اور معشوقہ کی زبان سے بھی - ایرانی طریقے کے برخلاف مصری شاعری میں مرد کا محبوب مرد نہیں ہوتا - بلکہ عورت ہوتی ہے اور عورت کا محبوب مرد ہوتا ہے -
غزلوں کے ایک دو نمونے ملاحظہ کیجیے :۔

میں اپنے کمرے میں لیٹا جاتا ہوں ،
کیونکہ تیری وجہ سے بیمار ہوں ،
پڑوسی بیمار پرسی کو آتے ہیں ،

"مگر وہ کیا جانیں میری بیماری کیا ہے !۔
" اے کاش ، میری 'بہن " بھی پڑوسیوں کے ساتھ چلی آئے !
" وہی طبیبوں کو بتائے گی کہ مجھے کس دوا سے فائدہ ہوگا ،
"کیونکہ اکیلی وہی میری بیماری جانتی ہے ! "
ایک اور غزل ہے :۔
"میری " بہن " کا گھر ،
" دروازہ دفعتاً کھل جاتا ہے ،
' اوہ ، میری " بہن " ناک بھوں چڑھائے چلی جاتی ہے !
" آہ ، میں دربان کیوں نہ ہوا ،
" دربان ہوتا ، تو میری " بہن " مجھے حکم دیتی ،
"کچھ نہیں تو میں اُس کی آواز تو سنتا ، جو سب آوازوں سے میٹھی ہے !
" چاہے وہ غصّہ ہی کیوں نہ ہوتی ۔ کم سے کم وہ مجھ سے بولتی تو !
" اور چاہے میں ، ننھے سے بچے کی طرح اُس کے سامنے ڈرے سہما ہی کیوں نہ ہوتا !
" اور کیا اچھا ہوتا کہ میں اُس کی ماما ہوتا !
" کچھ نہیں تو اُس کی پنڈلیاں تو دیکھ سکتا ! "
ایک اور غزل ہے :۔
" دریا کے کنارے میری محبوبہ کے بوسے ، آہ ! آہ !
" مگر مچھ ریت میں چھپا ہوا ہے ، مگر مجھے کیا ڈر ہے ؟
" محبوبہ کے بوسوں کی گرمی میرے دل میں ہے ۔
" میں دریا میں کود پڑتا ہوں ،
"کیوں ڈروں ؟ محبوبہ کے بوسے میرے لئے تعویذ ہیں ، اور مجھے ہر بلا سے بچا لیں گے ! "
ایک اور غزل ہے :۔
" جب میں اُسے پیار کرتا ہوں اور وہ اپنا نازک مُنھ کھول دیتی ہے تو پھر کس کافر کو شراب کی ضرورت باقی رہتی ہے ؟ "

" داروغہ! سُن! سوتے وقت نرم ریشم کا کپڑا، محبوبہ کی پنڈلیوں کے بیچ میں رکھ دیجیو، کیونکہ وہ نازک ہے!
" داروغہ! میری محبوبہ کے لئے فرعونی بچھونا بچھا دیجیو! کیونکہ وہ عیش میں پلی ہے!
" اور ہاں - اے داروغہ، بچھونا کا مدار بھی ہو، اور اعلےٰ درجے کے تیل سے نرم بھی کر دیا گیا ہو!"
ایک اور غزل ہے :-
" پیاری، کیا میرا دل، تیری ہی محبت میں گرفتار نہیں ہے؟
" میں تجھے کبھی نہیں چھوڑوں گا، چاہے ساری دنیا مجھے چھوڑ دینی پڑے!
" میں تجھے نہیں چھوڑوں گا، چاہے میری جان بھی لے لی جائے!
" میں کسی کے کہے سے اپنے دل بند کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟-

مصری کنواریوں کا گیت

اب سنیئے، ہزاروں برس پہلے کی ایک مصری لڑکی، محبت کا گیت گاتی ہے :-
" پیارے چہیتے بھائی! تو کہاں ہے مجھے چھوڑ کر تو کہاں چلا گیا؟
" میں نے اپنی کن انکھیوں سے ایک جال بنا یا تھا، اور تجھے پھانسنے گئی تھی!
" پوانت کی تمام چڑیاں، مصر میں آکر اتر پڑتی ہیں اور خوشبو سے بس جاتی ہیں!
" جو چڑیا بھی اپنے غول سے آگے بڑھ جاتی ہے، میرا جگنو اسے موہ کر اپنے پاس اتار لیتا ہے!
" لیکن پیارے بھائی، میرا دل تیرے ہی ساتھ ہے،
" آخر تو چلا کہاں گیا؟
" میرا جی چاہتا ہے کہ ہم دونوں مل کر سب چڑیوں کو اپنے جال میں پھنسا لیں!
" اے کاش ایسا ہو کہ میں تیرے ساتھ بالکل اکیلی رہوں!
" اور کاش، ایسا ہو کہ میری خوشبو بھری چڑیا کی چیخیں تو سن لے!
" اوہ، میں جلدی سے جال تیار کر لوں اپنے جال کو،

" اپنے محبوب کو پھانس لینے کے لئے تیار کر لوں اپنے جال کو!
" ہاں، میرا جال، بالکل میرے نزدیک لگا ہوا ہے۔
" پیارے بھائی، تو آجا، اور چپ چاپ پھنس جا، میرے جال میں!
" لیکن حسین دوست، تو کیسے پھنسے گا میرے جال میں؟
" تو تو چلا گیا ہے وہاں جہاں مجنوں کی سرزمین ہے"۔
" محبوب نہیں آیا، اور دن ختم ہو رہا ہے۔ لو، شام بھی ہو گئی۔ لڑکی گاتی ہے:۔
" بطخ چیخ رہی ہے، کیونکہ جگنو اُس نے دیکھ لیا ہے۔
" میں پیارے بھائی، تیری محبت کے سامنے بطخ کیا ہے؟۔
" میں بطخ کو بھولی جا رہی ہوں"
" تیری محبت مجھے بہائے لئے چلی جا رہی ہے، اور میں کہیں ٹھہر ہی نہیں سکتی!۔
" تیری محبت کے بہاؤ کا میں مقابلہ نہیں کر سکتی۔ میں بہی چلی جا رہی ہوں"
" صبح میں اپنا جال ساتھ لیتی جاؤں گی، مگر واپس آ کر ماں سے کیا کہوں گی؟۔
" روز تو میں بہت سا شکار گھر لے جاتی تھی، لیکن کل خالی جال میرے ساتھ ہوگا۔
" کیونکہ تیری محبت نے مجھے اپنا غلام بنا لیا ہے!۔
ایک منٹ رک کر پھر گاتی ہے:۔
" بطخیں اُڑ رہی ہیں، نیچے اُتر آتی ہیں۔ کتنے ہی اُن کی چیخیں سن کر چونک رہے ہیں
" مگر میں سب کچھ چھوڑ چکی ہوں، بس تیری ہی محبت میرے دل میں بسی ہوئی ہے!۔
" کیونکہ میرا دل تیرے دل سے بندھ چکا ہے!۔
" تیرے حسن سے کٹ کر میں جی نہیں سکتی!"
شاید لڑکی کی ماں نے محبت پر دھیان نہ دیا۔ لڑکی چپ ہو جاتی ہے۔ مگر جلد ہی رات کو اپنے کمرے میں اکیلی ہوتی ہے، تو دھیمی آواز میں گانا شروع کر دیتی ہے:۔
" اس موہن دوست، پیارے بھائی، میرا دل چین ہی نہیں لے گا، جب تک تیری بیوی بن کر تیرے ساتھ نہ رہوں!
" جہاں بھی تو جائے مجھے اپنے ساتھ لے چل، مگر اس طرح کہ تیرا ہاتھ میرے کندھے

پر رکھا ہو!۔
"اُسی وقت میں اپنے دل کی، جو میرے سینے میں ہے، سب باتیں تجھ سے کہہ سکوں گی!۔
"میرے سرتاج بھائی، آج رات تو نہ آیا، تو بتاؤں کیا ہوگا؟۔
"میں ویسی ہو جاؤں گی، جیسے قبر میں سونے والے مُردے ہوتے ہیں!۔
"کیونکہ تُو ہی تندرستی اور زندگی رکھتا ہے!۔
"پیارے، تُو ہی میرے دل میں تندرستی اور زندگی کی خوشی اُتار سکتا ہے!۔
"ہاں، مجھ میں، جو تیری تلاش میں سب کچھ بھُول چکی ہے!
گھنٹوں پر گھنٹے گذر جاتے ہیں، اور محبوب نہیں آتا۔ بے چاری لڑکی، مدھم سُر میں گانا شروع کردیتی ہے:۔
"پیارے، فاختہ بول رہی ہے!
"کہتی ہے، دیکھو پَو پھٹ رہی ہے،
"ہائے افسوس، اب میں کیا کروں؟۔
"پیارے، تو ہی فاختہ ہے، تو ہی مجھے پکارتا ہے!۔
"اچھا، میں اب اپنے بھائی کے کمرے میں جاؤں گی:۔
"اور میرا دل اُسے دیکھ کر باغ باغ ہو جائے گا!۔
"ہاں میں تیرے کمرے میں آتی ہوں!
"پھر کبھی نہیں جاؤں گی!۔
"میرا ہاتھ ہمیشہ تیرے ہی ہاتھ میں رہے گا۔
"اور جب میں کہیں دُور جاؤں گی، تو تیرے ہی ساتھ حسین جگہوں میں جاؤں گی!
"آہ! میرا بھائی مجھے سدا خوش رکھے گا!۔
"کوئی عورت بھی مجھ سے زیادہ نصیبے ور نہ ہوگی۔
"کیونکہ میرا بھائی کبھی میرا دل نہیں توڑے گا!"
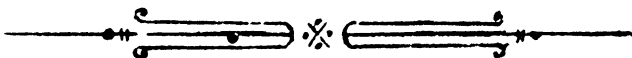
دعوتِ عیش

برٹش میوزیم میں ایک پرانا بردی کا غذ محفوظ ہے۔ یہ فرعون انتف کی قبر سے نکلا تھا۔ اس پر ایک گانا لکھا ہوا ہے، جو دعوتوں میں مہمانوں کے سامنے گایا جاتا تھا، جب وہ کھانے پر بیٹھ جاتے تھے۔ ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"ہزاروں برس سے یہی ہو رہا ہے کہ اگلے چلے جاتے ہیں اور پچھلے باقی رہتے ہیں،
" زبردست بادشاہ جو کبھی حکمرانی کرتے تھے، اپنے اہراموں میں پڑے سو رہے ہیں،
" علماء اور عظماء بھی اپنے مقبروں میں دفن ہیں۔
" جو گھر اور محل وہ بنا گئے تھے، اُن کے نہیں رہے،
" تو دیکھتا ہے اُن کا کیا حشر ہوا!
" اُن کی دیواریں گر گئیں،
" اور وہ خود ایسے ہو گئے، جیسے کبھی تھے ہی نہیں
" اُن کے پاس سے کوئی نہیں آتا کہ ہمیں بتائے اُن پر کیا بیتی؟۔
لہٰذا تُو اپنا دل خوش رکھ، اور زیادہ سے زیادہ عیش کر لے!
" ہاں خوشی ہی مناتا رہ، جب تک تو زمین پر ہے!
" آخر وہ دن تو آئے گا ہی، جو آنے والا ہے،
" اُس دن اوزیرس، نہ تیری فریاد سنے گا، نہ تجھ پر ترس ہی کھائے گا۔
" پھر کیوں نہ تو عیش کرے"
" دنیا کی کسی چیز کی بھی فکر نہ کر،
" کیونکہ تو مسافر ہے،
" تیرے ساتھ دُنیا کی کوئی چیز بھی نہ جائے گی!"

یا یہ گانا گاتے تھے:۔

" عیش کر لے،
" بس آج کے دن عیش کر لے!

"کیونکہ کل تجھے چلا جانا ہے،
"اور تو پھر کبھی واپس نہیں آئے گا!
"ہاں کھالے اور پی لے،
"کیونکہ تجھے وہاں جانا ہے، جہاں سے کوئی کبھی نہیں پھرا!
"اپنے دل کو خوشی سے بھر لے،
"کیونکہ قبر تجھے کھینچ رہی ہے، جہاں کوئی مسکرا بھی نہیں سکتا!"
ایک اور چھوٹا سا گانا یہ ہے:۔
"آج عیش منا، اور عطر میں بس جا،
"پھول رکھ اپنی بہنوں کے سینوں پر، جو تیرے دل میں رہتی ہیں اور تیرے پاس بیٹھی ہیں!
"گانا سُن، ناچ دیکھ، موسیقی سے لطف اٹھا!
"خوش ہو، اور کلیل کر!"
کھیت کاٹنے کے بعد غلّہ گاہنے کے وقت کسان اپنے بیلوں کو ہانکتے جاتے اور یہ گانا گاتے جاتے تھے۔
"روندے جاؤ بیلو،
"اپنے لئے روندے جاؤ، بیلو،
"ہاں بیلو، اپنے لئے روندے جاؤ،
"بناؤ بھُس اپنے لئے، اور گیہوں اپنے مالک کے لئے۔
"ستاؤ نہیں بیلو، کیونکہ آج ہوا اچھی ہے!"

موسیقی

پُرانے مصر میں موسیقی نے بھی بڑی ترقی کی تھی، اس فن کی بہت عزت تھی۔ بڑے بڑے کماؤں اور شاہزادے تک، اس فن میں کمال پیدا کرتے تھے۔ موسیقی کا مصریوں کو اس قدر اہتمام تھا کہ فرعون اخناتون نے خود اپنے محل کے پاس اپنے گویّوں کے لئے ایک

دو منزلہ مکان بنایا تھا۔ اس مکان میں پانچ کمرے تھے اور ایک بڑا ہال۔ ہال میں موسیقی کی مشق کی جاتی تھی، اور کمروں میں موسیقی کے استاد، شاہی خرچ سے بڑے آرام سے رہتے تھے۔

موسیقی کی باقاعدہ تعلیم ہوتی تھی۔ ممفس اور دوسرے شہروں میں اس کے لئے بڑے بڑے مدرسے قائم تھے۔ یہ اس لئے کہ موسیقی، مصریوں کی تمدنی زندگی کا لازمی حصہ بن گئی تھی۔ ہر امیر گھر میں گانے بجانے والوں کا ایک طائفہ ضرور رہتا تھا اور اس کا کام تھا کہ جب صاحب خانہ کھانے پر بیٹھے یا مہمانوں کی دعوت کی جائے تو طائفہ گائے اور بجائے۔ شاہی محل میں بھی ایسا طائفہ ہوتا تھا۔ تل العمارنہ پر ایک شاہی طائفہ کا ذکر موجود ہے۔ اس میں آٹھ عورتیں تھیں، جن کا کام فرعون کے سامنے گانا بجانا تھا۔

بہت پرانے زمانے میں موسیقی میں اندھوں کو زیادہ کامل سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ قدیم تصویروں میں اندھے ہی گاتے بجاتے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر جب تہذیب نے ترقی کی، تو اندھوں کا عروج ختم ہوگیا۔ اور انھیں "غلیظ" اور "ندیدہ" کہا جانے لگا۔ جیسا کہ بہت سے کتبوں میں لکھا ہے۔

چنانچہ ترقی یافتہ زمانے کے جلسوں کی تصویروں میں اندھے دکھائی نہیں دیتے! اگر کہیں دکھائی دیتے ہیں تو قصابوں کے قریب، تل العمارنہ کی تصویروں میں دکھایا گیا ہے کہ قصاب، مندر کے صحن میں قربانی کے جانور کاٹ رہے ہیں اور اُن کے پاس ہی اندھے بیٹھے اپنے آلات موسیقی پر گا رہے ہیں۔ اسی قدر نہیں، بلکہ یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ زیادہ تر کھانا اندھے ہی چٹ کر گئے ہیں!۔

گانے بجانے کے کچھ اوقات بھی مقرر ہو گئے تھے :۔

۱- کھانے کے وقت۔ اس موقعے پر گانے میں ترغیب دی جاتی تھی کہ موت سے پہلے آدمی کو زیادہ عیش اُٹھا لینا چاہیئے۔

۲- مندر کے صحن میں جب دیوتاؤں کے لئے جانور کاٹے جاتے تھے۔

۳- جب کوئی بڑا آدمی دیوتا پر بھینٹ چڑھاتا تھا۔ اس موقعہ پر گانے والے، قربانی کے جانوروں کی تعریفیں گاتے تھے۔ تاکہ گوشت میں سے زیادہ سے زیادہ حصہ مارے جائیں!۔

۴- لاش دفن ہونے کے موقع پر آلات موسیقی استعمال نہیں کئے جاتے تھے۔

جاتے تھے۔ سادہ مگر غمناک گانا ہوتا تھا۔
۵۔ محنت مشقت کرتے وقت گاتے تھے، تاکہ تھکن نہ معلوم ہو۔ تصویروں میں دکھایا گیا ہے کہ کسان کٹائی کر رہے ہیں اور لڑکوں کا ایک غول سامنے بیٹھا گا بجا رہا ہے۔
۶۔ نیل میں جب طغیانی آتی تھی، تو ملک بھر میں گانے بجانے کا زور ہو جاتا تھا جہاں دیکھو، مرد عورتیں، بچے بوڑھے جمع ہیں۔ اُن کے آگے ایک شخص بیٹھا بجا رہا ہے، اور باقی لوگ پیچھے سے گاتے ہیں اور تالیاں بجاتے جاتے ہیں۔
پُرانے مصر میں بھی ڈھول، طبلے، جھانج، مجیرے، ستار، سارنگی، بربط، بین، بانسری وغیرہ کا رواج عام تھا۔
مصری جب گاتے تھے، تو اپنے کان کے نیچے یا گال پر ہاتھ ضرور رکھ لیتے تھے۔

ناچ

مصریوں کو ناچ کا بھی بڑا شوق تھا، اور اس فن میں اُنھوں نے اچھی ترقی کرلی تھی، جیسا کہ پُرانی تصویروں سے ثابت ہوتا ہے۔ ناچ کئی قسم کا تھا، مگر ایک ناچ بہت معیوب تھا۔ عورتیں بڑی بے حیائی سے صرف اپنے پیٹ اور پیڑو کو عجیب انداز سے ہلاتی تھیں۔ اور دیکھنے والوں کو لُطف آتا تھا۔ بدقسمتی سے یہ ناچ آج تک مصر میں رائج ہے، اور بہت مقبول ہے۔
ناچ کا لباس خاص ہوتا تھا، عورتیں بہت ہی مہین کپڑا پہن کر ناچتی تھیں، جس سے وہ بالکل برہنہ معلوم ہوتی تھیں۔ آج بھی مصر میں یہی دستور ہے، مگر صرف پیشہ ور ناچنے والیوں میں۔
مصری عبادتوں میں ناچ بھی شامل تھا۔ مندروں میں ناچنے والیاں رہتی تھیں، اور خاص خاص مذہبی تقریبوں اور موقعوں پر ناچا کرتی تھیں۔ ہر دنیاوی تقریب پر بھی ناچ ضرور ہوتا تھا۔ چاہے خوشی کی ہو یا غمی کی ہو۔
اس کے علاوہ جب کوئی شخص، سفر سے واپس آتا تھا یا بادشاہ سے خلعت لے کر آتا تھا، تو گھر کی عورتیں، ہاتھوں میں ہری شاخیں لئے اور ڈھول بجاتی ہوئی ناچ کر

اپنے آدمی کا استقبال کرتی تھیں۔ اسی طرح جب مال سے لدی ہوئی کشتیاں آتی تھیں، تو عورتیں مرد ناچتے ہوئے بندرگاہ پر اُن کا خیر مقدم کرتے تھے۔ اسی طرح جب دوسرے ملکوں سے مصر میں خراج آتا تھا، تو تمام باشندے خوشی سے ناچتے تھے، ناچ کے ساتھ عموماً باجے بھی ہوتے تھے۔

تھیٹر

اسٹیج پر اداکاری کا فن، ادب کا ایک حصّہ ہے۔ مدتوں تک مورخوں کا اتفاق رہا کہ اس فن کی ابتدا یونان سے ہوئی ہے، لیکن اب تقریباً مان لیا گیا ہے کہ سب سے پہلے مصر ہی میں یہ فن ظاہر ہوا تھا۔ ہیرو ڈتس اور پلوٹارک نے صدیوں پہلے یہ واقعہ اپنی کتابوں میں لکھ دیا تھا، مگر مورخ اسے صحیح تسلیم نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ پچھلی صدی کے اواخر میں فرانسیسی علاّمہ ایرمان نے بعض مصری کتبے پائے، پھر سنہ ۱۹۲۸ء میں جرمن علامہ کورت سمیت نے بعض بُردی کاغذوں سے معلومات جمع کیں، پھر سنہ ۱۹۳۷ء میں مصری محقق پروفیسر سلیم حسن نے بعض پُرانی تصویریں دریافت کیں، اور ان سب سے ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے اُنیس سو برس پہلے بھی مصر میں دینی ڈرامے لکھے جاچکے تھے اور اُنھیں باقاعدہ ایکٹ بھی کیا جاتا تھا! اکثر ڈرامے دیوتا اوزیرس کی موت اور دوبارہ زندگی پر لکھے گئے تھے۔ اور انھیں مندروں میں اس طرح اسٹیج پر دکھایا جاتا تھا کہ قصّہ دیکھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے اصلی قصّہ آجاتا تھا۔

یونان کو صرف دینی اداکاری کا موجد مانا جاتا تھا، لیکن اب ثابت ہوگیا ہے کہ مصر، یونان سے صدیوں پہلے اس فن کو برتتا تھا۔ اس سے بھی زیادہ بڑی بات یہ ہے کہ مصر میں قومی یا شہری اسٹیج بھی تھے، جن پر ڈراموں کو ایکٹ کیا جاتا تھا۔

مُسیو کنتز کو سنہ ۱۹۲۲ء میں ادفو کی کُھدائی کرتے ہوئے ایک تختی ملی۔ یہ تختی کسی ایکٹر نے دیوتا کی تعریف میں نصب کی تھی۔ اس پر ایکٹر لکھتا ہے:-

"میں اپنے استاد کے ساتھ ہر جگہ جاتا تھا، اور جہاں بھی وہ ایکٹ کرتا ہے، میں بھی کرتا ہوں۔ اگر وہ تھیٹر میں دیوتا کا پارٹ ادا کرتا ہے تو میں فرعون کا پارٹ ادا کرتا ہوں۔

اور جب وہ موت کے دیوتا کا پارٹ ادا کرتے ہوئے لوگوں کو" مار ڈالتا" ہے ۔ تو میں زندگی کا پارٹ ادا کرتے ہوئے اُنھیں" جلا دیتا" ہوں !"

اس تختی سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ مصر میں صرف دینی تھیٹر ہی نہیں تھے۔ بلکہ عام قومی یا شہری تھیٹر بھی تھے ۔ یہاں ہمیں اس سے بحث نہیں ، اور نہ ہمیں پوری طرح معلوم ہے کہ اس فن میں مصریوں نے کس حد تک کمال حاصل کیا تھا۔

چھٹا باب

مصری آرٹ

مصری آرٹ کی بُنیاد

"ادب"، کی طرح "فن"[عـ] یا "کلچر" کی طرح "آرٹ" کا مفہوم بھی بہت پھیلا ہوا ہے۔ مگر یہاں ہم عام مفہوم ہی مراد لینگے، یعنی تصویر بنانا، لکڑی یا پتھر پر نقش کھودنا۔ اور بت یا اسٹیچو بنانا۔ ہم پہلے آرٹ کی آخری قسم کو دیکھیں گے۔ کیونکہ یہی مصریوں کا اصلی آرٹ تھا۔

مصری آرٹ سمجھنے کے لئے وہ واقعہ پھر یاد کرلینا چاہئے، جو مذہب کے باب میں بیان ہوچکا ہے۔ ہم لکھ آئے ہیں کہ مصری کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی چاہتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ موت کے بعد بھی آدمی ہمیشہ زندہ رہ سکتا ہے، اگر اس کے لئے دو چیزوں کا بندوبست ہوجائے:۔ کھانے پینے کا اور لاش کے محفوظ رہنے کا۔

پہلی چیز پر عمل کی صورت یہ تھی کہ مردے کیلئے کھانا پینا اس کے مقبرے میں برابر پہنچتا رہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ بہت مشکل کام تھا، اور زیادہ مدت چل نہیں سکتا تھا، اس لئے تجویز کیا گیا کہ کھانے پینے کی تصویریں مقبرے میں بنادی جائیں، اور فرض کرلیا گیا کہ جادو کے منتروں اور دعاؤں کے اثر سے یہ تصویریں کھانے پینے کی چیزیں بن جایا کرینگی!

دوسری چیز کا یہ انتظام کیا گیا کہ لاشوں کو ممی کرنے لگے۔ اس سے لاش بہت مدت تک سڑنے گلنے سے محفوظ تو ہوجاتی تھی۔ مگر یہ ڈر اب بھی باقی تھا کہ کہیں لاش فنا نہ ہوجائے۔ اس ڈر کو دور کرنے کے لئے طے پایا کہ لاش کے ساتھ مردے کی بہت سی

عـ موجودہ زمانے کی عربی میں آرٹ کو فن کہتے ہیں۔

مورتیاں رکھدی جائیں، اور مان لیا گیا کہ اگر کبھی لاش سڑ گل جائے گی، تو روح ان مورتیوں میں سے کسی مورتی کو اپنا گھر بنا لے گی۔ اس طرح مرنے کے بعد بھی آدمی ہمیشہ جیتا رہیگا!

مصری آرٹ کی ذہنی بنیاد یہی ہے۔ اور یہ بنیاد جان جانے کے بعد اب ہم مصری آرٹ کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

ہمیں معلوم ہو گیا کہ مصریوں کا آرٹ بھی اُن کی ایک بڑی مذہبی ضرورت پوری کرنے کے لئے تھا۔ اسی لئے وہ اپنے آرٹ میں مذہبی احکام اور مذہبی پیشواؤں کے پابند تھے۔ اگر یہ پابندی نہ ہوتی تو نہ جانے کتنی ترقی کر جاتے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس پابندی پر بھی انہوں نے حیرت انگیز ترقی کر لی تھی۔

مذہب کے احکام کا تقاضہ تھا کہ صنّاع اور آرٹسٹ جو مورتیاں اور بت بنائیں وہ اصل کے ٹھیک مطابق ہوں۔ یعنی جس آدمی کی مورتی یا بت ہو ٹھیک ٹھیک اسی کی صورت کی ہو۔ بال برابر فرق نہ پڑ جائے، ورنہ روح، قبر میں اس مورتی کو پہچان نہ سکے گی! اور ٹھیک ٹھیک کر مٹ جائیگی!

ایسی حالت میں کھلی بات ہے، صنّاع اپنے خیال کی مدد سے حسن و جمال کے مجسّے نہیں بنا سکتا تھا، کیونکہ اُس کا ذہن قید کر دیا گیا تھا۔ مصریات کے مشہور علامہ ماسپرو نے بالکل سچ کہا ہے" ہمارے لئے یہ سمجھنا آسان ہے کہ جو مجسمے دیوتاؤں کے نہیں ہیں بلکہ آدمیوں کے ہیں۔ انہیں کمال کے درجے پر پہونچانے کی مصری صناعوں نے کیوں کامیاب کوشش کی ہے ان مجسموں میں حسن و جمال کے نمونے نہیں ہیں، لیکن اس پر بھی یہ اعلیٰ آرٹ کے نمونے ہیں۔ کیونکہ جن آدمیوں کے یہ مجسمے تھے، بعینہ انہی کی صورت پیش کرتے ہیں۔ خوبصورت آدمیوں کے مجسمے خوبصورت ہیں۔ بدصورتوں کے بدصورت ہیں، کیونکہ مصری عقیدے کے مطابق ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ ورنہ روح اِن مجسموں کو پہچان ہی نہ سکتی۔

یہ معلوم کر کے تعجب کیا جائے گا کہ مصری دیوتاؤں کے بتوں اور مورتیوں میں کوئی قابل ذکر آرٹ موجود نہیں ہے۔ مگر اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں، کیونکہ اول تو دیوتاؤں کی جو شکلیں مقرر ہو چکی تھیں، اُن میں صنّاع اپنی طرف سے کوئی تبدیلی کر نہیں سکتا تھا اس کا فرض بس یہ تھا کہ اصلی صورت کی نقل اُتار دے۔ دوسرے یہ کہ مندر میں دیوتا کا

اصلی بت، فرعون اور بڑے مہنت کے علاوہ سب آدمیوں کی نظر سے اوجھل رکھا جاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایک چھپی رہنے والی چیز کے بنانے میں صنّاع کا دل کمال پیدا کرنے کی طرف آسانی سے مائل نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ بات بھی تھی کہ مصری مندروں میں ہر دیوتا کا ایک ہی بت نہیں ہوتا تھا کہ صناع اس پر محنت کر کے اپنا ہنر دکھا دے۔ بلکہ کئی کئی بت ہوتے تھے، اور اُن میں آرٹ کا کمال کوئی نہیں ڈھونڈھتا تھا۔

اس تفصیل سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ مصری صنّاع اپنے ہنر میں اپنے مذہبی پیشوا اور مذہبی روایات کے پابند تھے۔ لیکن بعض علمار مصریات، جیسے ایس سولڈی اس نظریے کو پورا پورا تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ بیشک مصری صنّاع اُن بتوں کے بنانے میں مذہبی پابندیوں کا خیال رکھتے تھے جنہیں روح کے دوام کے خیال سے بہت پائیدار بنانے پر مجبور تھے۔ ایسے بت وہ بہت ہی ٹھوس پتھر سے تراشتے تھے، اور چونکہ ان کے اوزار نامکمل تھے، اس لیے ایسے مضبوط پتھروں سے اعلیٰ کمال کے بت بنا نہیں سکتے تھے لیکن پھر بھی جو کچھ وہ بنا گئے ہیں بہت ہی قابلِ تعریف ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ دنیا بھر میں سب سے پہلے انہی نے یہ صنعت شروع کی تھی۔

یہ علمار مصریات اپنی دلیل میں اُن بتوں کو پیش کرتے ہیں، جو نرم پتھروں سے بنائے گئے ہیں۔ اور یہ واقعہ ہے کہ نرم پتھروں کے بت، سخت پتھروں کے بتوں سے کہیں زیادہ فنی کمال اپنے اندر رکھتے ہیں۔

اہم اسٹیچو یابُت

مصر میں پُرانے دفینوں کے بے شمار اسٹیچو موجود ہیں سب کا حال لکھنے کی گنجائش نہ ضرور رہنے ہے صرف اہم اسٹیچوؤں کا ہم یہاں تذکرہ کرتے ہیں۔

اَبُوالہول دنیا بھر میں ابوالہول سے زیادہ باعظمت اور عظیم الشان اسٹیچو اور کوئی نہیں ہے۔ ماسپیرو نے سچ کہا ہے کہ جس آرٹ نے ایسی ٹھوس چٹان سے یہ اسٹیچو کاٹا ہے وہ آرٹ بلاشک کامل ہے۔ اپنی قوت پر پورا بھروسہ رکھتا ہے، اور خود اپنا ہی آقا ہے!

یقیناً ابوالہول، عجائب روزگار میں سے ہے۔ بڑی بھاری ایک چٹان ہے جسے اس طرح کاٹا گیا ہے کہ ہزاروں برس گزر جانے پر بھی، اور تمام ترقیوں کے بعد بھی دنیا آج تک حیرت سے دانتوں میں انگلی دبائے ہوئے ہے۔

ابوالہول کیا ہے؟ لازوال زندگی اور بے رحم زمانے کی دائمی شکست دینے کا ایک مظاہرہ ہے۔ ابوالہول کا چہرہ آدمی کا ہے۔ اور باقی جسم شیر ببر کا ہے۔ ناک ٹوٹ چکی ہے۔ مگر ہونٹوں پر ایک عجیب اور مبہم مسکراہٹ اب تک باقی ہے۔ چہرہ، قوت وشدت کا مظہر ہے۔ مگر اس کے فن کی داد دینا چاہیئے کہ قوت وشدت کے ساتھ وہ امن وسلامتی کا بھی پیغام دے رہا ہے!

ابوالہول، شہر جیزہ میں بڑے اہرام کے آگے ریگستان کی سرحد پر کھڑا ہے، اور اس کا منہ، پورب کی طرف ہے۔ تاکہ سورج کی پہلی کرنیں وہی دیکھے! ابوالہول کی لمبائی ستاؤن میٹر ہے۔ اونچائی، بیس میٹر ہے۔ چہرے کی چوڑائی، پانچ میٹر ہے۔ سر کان ۳ر۱ میٹر کا ہے۔ ناک ۷ر۱ میٹر ہے۔ اور منہ ۳۲ر۲ میٹر کا ہے! پورا بت ایک ہی پتھر کا ہے۔ یوں ہی کہیں کہیں معمولی جوڑ پائے جاتے ہیں!

مصری عجائب گھر کی گائڈ میں لکھا ہے "مصریوں کے عقیدے میں ابوالہول کوئی فرضی وجود نہ تھا، جس کا سر آدمی جیسا اور دھڑ، شیر جیسا ہو، بلکہ وہ اسے ایک حقیقی مخلوق سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ یونان اور روم کے علما رکا بھی بیان ہے کہ ابوالہول واقعی ایک حیوان تھا۔ جو لیبیا اور اتھوپیا (حبش) کے صحراؤں میں کبھی کبھی دکھائی دیتا تھا۔ اس حیوان میں انسان کی سی ذہانت تھی۔ اور شیر کی سی قوت، اسی لئے یہ بے حد خوفناک تھا۔ اسی خوفناکی کی وجہ سے مصریوں نے ابوالہول کو اپنا ایک دیوتا بنا لیا تھا، اور اس کا نام "حرمخوتی"، رکھا تھا۔ یعنی اٹھنے اور ڈوبنے والا سورج، اور چونکہ مصری اپنے فرعون کو بھی دیوتا سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ابوالہول کی شکل سے فرعون ہی مراد لے لیا، اور اس کی مورتیں، مندروں میں رکھنے لگے، تاکہ حفاظت کرتی رہیں"

لیکن یہ بہت پرانا خیال ہے، اور تازہ تحقیقات سے اس کی قطعی تردید ہو چکی ہے نئی تحقیقات سے ثابت ہو گیا کہ ابوالہول، اصل میں خود فرعون، خفرع کا مجسمہ ہے

اور ہم پچھلے صفحوں میں معلوم کر چکے ہیں کہ دوسرے بڑے ھرم کا بنانے والا فرعون خفرع تھا ہے۔ (تقریباً ۲۸۶۹ ق م) خفرع اپنے سے پہلے فرعون خوفو کا جیسا ھرم تو بنا نہ سکا، مگر ابوالھول بنا کر اُس نے دنیا کے آرٹ میں بہت ہی جلیل القدر اضافہ کر دیا ہے۔

راحتب۔ ابوالھول کا بُت تو اپنی جگہ پر پہاڑ کی طرح کھڑا ہے۔ لیکن سب سے پُرانے زمانے کا جو بت مصری عجائب گھر میں آیا ہے، وہ راحتب اور اس کی بیوی نفرت کا شنر بت ہے اِس بت میں مصری صناع نے بڑا ہی کمال دکھایا ہے۔ اس نے دو ایسی شخصیتیں پیش کی ہیں، جو ملک میں اونچی تھیں۔ فرعون کی مقرب تھیں۔ اور یہ واقعہ ہے کہ صناع اپنی کوشش میں ہر طرح کامیاب ہے۔

راحتب تیسرے شاہی خاندان کے زمانے میں درباری بھی تھا ھیلو پلیس کے پجاریوں کا سردار بھی تھا۔ اور فرعون کا ایک سپہ سالار بھی تھا۔ بنانے والے نے اس کی صورت خاص طور پر اس طرح بنائی ہے کہ دیکھنے والا بے ساختہ کہہ اٹھیگا کہ اس شخص کا اخلاق بہت پست تھا، اور اس میں کوئی صلاحیت نہ تھی۔ لیکن اس کی بیوی نفرت شاہی خاندان سے تھی اور نہایت حسین و باوقار تھی اسی لئے صناع نے اِسے بُت میں بھی بہت شاندار اور پُر عظمت دکھایا ہے۔ اور چہرہ، سنجیدہ اور بارعب ہے۔ چہرے سے ملے ہوئے خوبصورت کٹے ہوئے گھنے بال آراستہ ہیں۔ لباس بہت قاعدے کا ہے۔ جس سے اُس کی جوانی ظاہر رہی ہے اور گلے میں کنٹھا بڑا اچھا ہے۔ جسم گداز ہے اور نزاکت کے ساتھ بھرتی بھی ظاہر کر رہا ہے، یہ اسٹیچو بلاشبہ مصری آرٹ کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ اور ثابت کرتا ہے کہ مصر نے اس فن میں بڑے سے بڑی ترقی کر لی تھی۔ دراصل ممفس، مصر کا سب سے پرانا پایۂ تخت، اس آرٹ کا موجد اور مرکز تھا۔ ملک بھر کے صناع یہاں آتے اور کمال حاصل کر کے لوٹ جاتے تھے،

خفرع۔ ممفس کے فنی اسکول کا ایک اور شاہکار، فرعون خفرع کا اسٹیچو ہے۔ یہ اسٹیچو ۱۸۵۹ء میں خود خفرع کے ھرم کے مندر میں پایا گیا تھا۔ علامہ ماسپرو اس اسٹیچو کے بارے میں لکھتا ہے "اگر اس بر کی تمام تحریریں مٹ جائیں، تو بھی ہر آدمی دیکھتے ہی کہدے گا کہ کسی بادشاہ کا اسٹیچو ہے اِس کے چہرے اور جسم سے صاف ظاہر ہے کہ

یہ اسٹیچو ایک ایسے آدمی کا ہے جو بچپن ہی سے اپنے آپ کو زبردست قوت والا یقین کرتا تھا
اسٹیچو میں سر کے پیچھے ایک باز دکھایا گیا ہے، جو اپنے دونوں بازو پھیلائے فرعون
کی حفاظت کر رہا ہے۔ باز اصل میں دیوتا ہورس کا نشان ہے صناع نے باز بنانے میں
کمال دکھایا ہے سامنے سے دیکھئے تو باز سر کو کہیں سے نہیں چھپاتا۔ لکہ سامنے سے باز
دکھائی بھی نہیں دیتا۔ بت کے پیچھے سے یا دائیں بائیں سے ہی اُسے دیکھ سکتے ہیں۔
منفرع۔ فرعون منفرع کے مندر سے جو اسٹیچو نکلے ہیں، وہ بھی اعلیٰ آرٹ کے نمونے ہیں
چار اسٹیچو، سنگِ مرمر کے ہیں۔ اور اِن میں فرعون کو بیٹھا ہوا دکھایا گیا ہے۔ ایک اور
اسٹیچو میں فرعون اپنی ملکہ کے ساتھ ہے۔ چار اسٹیچو ایسے بھی ہیں جن میں تین تین شکلیں
دکھائی گئی ہیں۔ ان چار میں سے تین مصری عجائب گھر میں ہیں۔ اور ایک بوسٹن کے عجائب
گھر میں۔ پہلے تین اسٹیچوؤں میں فرعون کو اس طرح دکھایا گیا ہے کہ اس کے ایک طرف
دیوی ھاتور ہے۔ دیوی کے سر پر سورج کا کرہ ہے، جسے دو سینگ گھیرے ہوئے ہیں، اور
فرعون کے دوسری طرف ایک مصری صوبے کی دیوی ہے۔
منشی۔ پیرس کے عجائب خانے میں ایک مصری منشی کا اسٹیچو موجود ہے۔ معلوم
ہوتا ہے یہ منشی ادھیڑ بھی تھا۔ اور خوبصورتی سے بھی خالی۔ صناع نے بڑے ہی کمال سے
اس کا اسٹیچو بنایا ہے۔ اور اس کی اصلی صورت و حالت دکھا دی ہے منشی پالتی مارے
بیٹھا ہے۔ گود میں بردی کا غذ کا پلندا کھلا ہوا ہے۔ ہاتھ میں بانس کا قلم لئے ہوئے ہے، اور چھ ہزار
برس سے بیٹھا انتظار کر رہا ہے۔ کہ اس کا آقا جو کچھ لکھوا رہا تھا پھر کب لکھوانا شروع کریگا؟
چہرے سے اور سارے جسم سے انتظار کی کیفیت ظاہر ہے! ٹھیک ایسا ہی ایک
اسٹیچو مصری عجائب گھر میں رکھا ہوا ہے مگر یہ ایسے منشی کا ہے جو جوان تھا۔ اور چوتھے خاندان
کے زمانے میں زندہ تھا۔
رانفر۔ رانفر، پانچویں شاہی خاندان میں ایک نواب بھی۔ اپنے اسٹیچو میں یہ کھڑا
ہے۔ اور اپنے نوکروں کی نگرانی کر رہا ہے۔ اسٹیچو میں نوکر نہیں دکھائے گئے ہیں، کیونکہ
مصری آرٹ کی یہ ایک اصطلاح ہے کہ جب اس وضع سے کسی کو اسٹیچو میں کھڑا دکھایا
جائے، تو سمجھ لینا چاہئے کہ اپنے نوکروں اور غلاموں کے کام کی نگرانی کر رہا ہے۔ رانفر

کے اسٹیچو میں وہ شان و عظمت دکھائی نہیں دیتی، جو خفرع کے اسٹیچو سے ٹپک رہی ہے۔ بلکہ ہم ایک خوبصورت شخص دیکھ رہے ہیں جس کے جسم کی ساخت خود ہی کہہ رہی ہے، کہ یہ اسٹیچو کسی نواب کا ہے۔ زلفیں مصنوعی بالوں سے آراستہ ہے۔ اور اونچی ٹوپی باندھے ہوئے ہے یہ اسٹیچو بھی مصری آرٹ کا ایک شاہکار مانا جاتا ہے۔

گاؤں کا مکھیا - یہ ایک عجیب اسٹیچو ہے۔ سقارہ کی کھدائی میں جب یہ نکلا تو مصری مزدور اسے دیکھتے ہی چلا اٹھے "یہ گاؤں کا مکھیا ہے!" اور یہ اس لئے کہ اُن کے گاؤں سقارہ کے مکھیا سے اسٹیچو اس قدر ملتا تھا، جیسے اُسی کا ہو! یہی وجہ ہے کہ اس اسٹیچو کا نام "گاؤں کا مکھیا" ہو گیا ہے!

معلوم ہوتا ہے یہ اسٹیچو کسی ایسے آدمی کا ہے جو اہراموں کی تعمیر کے زمانے میں مزدوروں کا ایک سردار تھا۔ اسٹیچو خود اپنی زبان سے کہہ رہا ہے کہ یہ شخص متوسط طبقے کا آدمی تھا۔ اور اس کی صورت سے ظاہر ہے کہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا تھا، اور اپنے عہدے سے ہر طرح خوش و مطمئن تھا۔ لاٹھی لئے کھڑا ہے۔ چہرے کو جلالی بنائے ہوئے ہے سوچئے تو کس طرح اپنے ہاتھ کے نیچے مزدوروں کو ڈانٹتا اور کام کے لئے للکارتا ہو گا؟ یقیناً مصری صناع کی تعریف کرنی پڑتی ہے کہ اُس نے ایسا عجیب اسٹیچو تیار کیا۔ مصری صناع اس لئے اور بھی زیادہ تعریف کا مستحق ہے کہ پورا اسٹیچو لکڑی کا ہے! اس کی آنکھیں بھی صناع کو داد دینے پر مجبور کرتی ہیں۔ آنکھوں کے کنارے پیتل کے ہیں۔ کوئے، بلوری پتھر کے ہیں۔ ڈھیلے سنگِ مرمر کے ہیں۔ اور پتلیاں پیتل کی۔ کیلیں بڑی صفائی سے لگا کر دکھائی گئی ہیں!

بونا - ایک اور اسٹیچو بہت ہی پرانے زمانے کا ہے۔ اور مصری فن کا بہت ہی اعلیٰ نمونہ ہے۔ یہ اسٹیچو ایک بونے کا ہے۔ جس کا نام "خنم ہوتپ" تھا۔ صناع نے اپنے اسٹیچو میں کمال پیدا کر دکھایا ہے۔ دیکھئے تو سر کتنا بڑا ہے، اور کان کیسے پھیلے ہوئے ہیں چہرہ غباوت کا مجسمہ ہے۔ آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہیں۔ جسم بھدا ہے پیٹ بڑھا ہوا ہے۔ اگر یہ اسٹیچو، مبالغے سے خالی ہے تو در اصل وہ بونا عجائب المخلوقات میں سے ہو گا!

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ خنم ہتپ، چھٹے شاہی خاندان کے زمانے میں فرعون کے

توشہ خانے کا داروغہ تھا، اور فرعون نے یہ منصب اسے شاید اس کی صورت اور بونے پن ہی کی وجہ سے دیا تھا۔

نفر۔ یہ شخص فرعون کی روٹی پکانے والوں کا داروغہ تھا۔ اس کا اسٹیچو بڑا اہم ہے۔ اور مصری آرٹ کا ایک اچھا شاہکار ہے۔ گردن اور مونڈھوں کے گرد کی کٹائی قابل دید ہے۔

کام قدر۔ یہ ایک مہنت تھا۔ اور اس کے اسٹیچو میں ہم مصری صناع کا کمال دیکھ رہے ہیں۔ نرمی، خشیت، اُنس کے ساتھ ایک جلالتِ شان ظاہر ہے۔ مہنت اپنی مناجات میں ڈوبا ہوا ہے۔

یہ کون ہے؟۔ ایک لکڑی کا اسٹیچو بھی ایسا ہے جسے دیکھے بغیر ہم نہیں رہ سکتے ایک آدمی، لمبی بھاری عبا میں لپٹا کھڑا ہے۔ اور کچھ نہیں معلوم ہوتا، کون ہے، مگر اسٹیچو، کمالِ فن کا ایک نمونہ ضرور ہے۔

دھات کا اسٹیچو۔ یہ اسٹیچو، چھٹے خاندان کے فرعون ببی اوّل کا ہے۔ اور تانبے کا ہے۔ یہ سب سے پرانا اسٹیچو ہے جو دھات سے بنا ہوا اَب تک ملا ہے۔ اور اپنی قسم کا سب سے بڑا بھی ہے۔ اس فرعون کے بیٹے کا بھی ایک معدنی اسٹیچو ملا ہے۔

یہ تمام اسٹیچو بہت پرانے زمانے کے ہیں، اور سب کے سب مصری عجائب خانے میں محفوظ ہیں۔

ہاتور۔ بعد کے زمانے کے اسٹیچوؤں میں سب سے زیادہ مکمل اور قابلِ تعریف اسٹیچو، ہاتور کا ہے۔ یعنی گائے کا ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مصری گائے کو پوجتے تھے، اور اُسے ھاتور دیوتا کا مظہر سمجھتے تھے۔

یہ اسٹیچو اس قدر حسین اور فنی ہے کہ آج کے ترقی یافتہ زمانے کو چھوڑ کر کسی جانور کا ایسا اسٹیچو دنیا نے کبھی دیکھا نہیں حتیٰ کہ یونان اور روم میں بھی اس کی کوئی نظیر موجود نہیں ہے۔ اسٹیچو مصری گائے کا گویا زندہ مجسّمہ ہے۔ گائے کی آنکھیں جیسے خواب دیکھ رہی ہیں۔ اور اس کی مبہم بے پرواہ نگاہیں۔ اس کی تصویر بہت ہی کم لوگ کھینچ سکے ہیں لیکن آج سے تین ہزار چار سو برس پہلے مصری صناع نے اپنے تراشے ہوئے بت میں یہ پوری

تصویر اُتار دی ہے۔
گائے کے منہ کے نیچے ایک بادشاہ کھڑا دکھائی دیتا ہے۔ یہ اصل میں تھوتمس سوم ہے، مگر اس فرعون کے بیٹے، امنوفیس دوم نے گائے کے سر کے پیچھے اپنا نام کندہ کرا دیا ہے۔ تاکہ یہ بہترین اسٹیچو اس کی طرف منسوب ہو جائے۔ مگر دغا بازی چل نہ سکی۔ کیونکہ اس بات کے قطعی ثبوت موجود ہیں کہ جو شخص، گائے کے منہ کے نیچے کھڑا ہے وہ امنوفیس نہیں بلکہ تھوتمس سوم ہے! یہ اسٹیچو بھی مصری عجائب گھر میں موجود ہے۔
تھوتمس سوم ۔ مصری عجائب گھر میں یوں تو ہر اسٹیچو اور ہر چیز قابل دید ہے لیکن دو اسٹیچو ایسے ہیں جنہیں دیکھنے پر ہر آنکھ مجبور ہو جاتی ہے۔ پہلا اسٹیچو، تھوتمس سوم کا ہے۔ اور ہم پچھلے صفحوں میں لکھ چکے ہیں کہ یہ فرعون کیسا زبردست تھا۔ اسٹیچو بھی اُسے ایسا ہی دکھا رہا ہے۔ سر کی بناوٹ قابل دید ہے اور مصری صناع کے کمالِ فن کا زندہ ثبوت ہے۔ یہ اسٹیچو، فنی لحاظ سے انمول سمجھا جاتا ہے۔
اخناتون ۔ ہم بتا چکے ہیں کہ فرعون اخناتون نے مصر میں بڑا مذہبی انقلاب برپا کیا تھا۔ یہ انقلاب صرف مذہبی نہ تھا، بلکہ ذہنی و اجتماعی انقلاب بھی تھا۔ اس انقلاب کا گہرا اثر مصری "فن" (آرٹ) پر بھی پڑا، اور اخناتون کے زمانے کے بتیا اسٹیچو، زیادہ ممتاز ہوگئے ان کا امتیاز یہ تھا کہ بالکل اصل کے مطابق ہوتے تھے، حتیٰ کہ خود فرعون اخناتون کے اسٹیچو بھی ویسے ہی ہیں جیسا وہ خود تھا اسے شاندار بنانے کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ اسٹیچوؤں میں اُسے ویسا ہی دکھایا گیا، جیسا وہ حقیقت میں تھا۔
مصری عجائب گھر میں اس فرعون کے کئی اسٹیچو موجود ہیں۔ اور سب میں اُسے یکساں دکھایا گیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خاص طور پر اس زمانے میں اسٹیچو اصل کے بالکل مطابق ہوتے تھے، چاہے خود فرعون ہی کے کیوں نہ ہوں۔ ثبوت یہ ہے کہ سب اسٹیچوؤں میں فرعون بہت دبلا اور کمزور دکھائی دیتا ہے۔ لیکن فرعون کے خط و خال سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ رحم دل، نیک نفس، انسانیت کا خیر خواہ تھا۔ اور سب کو ایک نگاہ سے دیکھتا تھا۔ انسانی بھائی چارے کا قائل تھا۔ اور اپنی قوم کی گمراہی پر کُڑھتا تھا!

دو اور اسٹیچو۔ انیسویں خاندان کے زمانے کا ایک اسٹیچو خاص طور پر قابل ذکر ہے یہ فرعون رامسس دوم کا ہے۔ اور نہایت مکمل ہے۔ سر سے پاؤں تک کا شاہی لباس بھی صاف ظاہر ہے مگر یہ اسٹیچو، تورین کے عجائب خانہ میں محفوظ ہے۔

دوسرا اسٹیچو بہت بعد کے زمانے کا ہے یعنی چھبیسویں خاندان کے وقت کا۔ یہ ولادت کی دیوی "تا اورت" کا اسٹیچو ہے۔ اور دریائی بچھڑے کی شکل پر بنایا گیا ہے مصری آرٹ کا بہت دلچسپ نمونہ ہے۔ یہ بھی تورین کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔

تصویر

پرانے مصری فن یا آرٹ پر جب گفتگو کی جاتی ہے تو "تصویر" سے مراد نہ عکسی تصویریں (فوٹو) ہوتی ہیں، نہ شیڈ والی تصویریں، جیسی کہ موجودہ زمانے میں رائج ہیں بلکہ وہ شکلیں مراد ہوتی ہیں جو مصری آرٹ دیواروں پر، کپڑوں پر، لکڑی کی تختیوں پر بناتے تھے۔ اور مختلف رنگوں سے انہیں رنگ دیا کرتے تھے۔ مصری مصوروں کا یہ کام بھی تھا کہ پتھر وغیرہ پر جو نقش بنائے جاتے تھے۔ ان میں رنگ بھرتے تھے۔ ظاہر ہے یہ کام زیادہ مشکل نہ تھا۔

بعض علماء اس واقعہ کا کوئی سبب نہیں سمجھتے کہ مصری مصوروں نے اپنی تصویروں کے لئے مقبروں ہی کو خاص کر لیا تھا، اور کہیں تصویریں نہیں بناتے تھے، لیکن سبب صاف ظاہر ہے تصویریں ایسی تمام جگھوں میں جلد خراب ہو جاتی ہیں۔ جہاں دھوپ رہتی ہے، یا جہاں لوگوں کے ہاتھ لگتے ہیں۔ مندروں اور دوسری کھلی جگھوں میں اسی لئے تصویریں نہیں ملتیں کہ یہ جگھیں، تصویروں کے لئے موزوں نہ تھیں، لیکن مقبروں میں نہ دھوپ پہنچ سکتی ہے نہ لوگوں کے ہاتھ ہی لگنے کا ڈر ہے۔ لہٰذا مصری مصوروں نے اپنے اس فن کے لئے مقبرے ہی منتخب کر لئے

قدیم ترین زمانے میں تصویریں، نقوش سے الگ نہیں ہوتی تھیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ صرف نقش ہوتے تھے جن میں رنگ بھر دیا جاتا تھا، لیکن درمیانی سلطنت جب شروع ہوئی، تو تصویر کا وجود بھی مستقل ہو گیا۔ بنی حسن کے مقبروں میں سب سے بڑا الٰی

تصویروں کے اچھے نمونے موجود ہیں۔ یہاں نقش نہیں ہیں، صرف تصویریں ہیں جو برش سے بنائی گئی ہیں۔

مصری جب تصویریں بنانے کے لئے کوئی دیوار پسند کرتے تھے تو پہلے اس پر بھوسہ ملی ہوئی کیچڑ لیپ دیتے تھے۔ پھر چونے کی قلعی کر دیتے تھے۔ جب دیوار اس طرح ٹھیک ہو جاتی تو اس پر مربعے بناتے تھے، تاکہ جو شکلیں بنائیں، ان کا تناسب قائم رہے۔

مصری مصور اس برش سے ناواقف تھے، جو آج کل رائج ہے۔ لیکن وہ تقریباً ایسے ہی برش بانس سے بنا لیتے تھے۔ بانس کے پتلے پتلے ٹکڑے کاٹ کر ان کے سرے پانی میں بھگو دیتے تھے۔ اور جب یہ سرے بھیگ جاتے تھے، تو سب ریشے نکل آتے تھے اور بانس کے ٹکڑے، برش بن جاتے تھے۔ رنگ رکھنے کے لئے لکڑی یا پتھر کی ایک مستطیل تختی ہوتی تھی۔ اور اس پر عام طور سے سات چھوٹی چھوٹی پیالیاں ہوتی تھیں۔ ہر پیالی میں ایک الگ رنگ رکھا جاتا تھا۔

مصری سات ہی رنگ جانتے تھے۔ پیلا، لال، نیلا، ہرا، بادامی، سفید، کالا، ان رنگوں کو ملا کر کبھی بعض اور رنگ بھی بنا لیتے تھے۔ کچھ رنگ نباتی تھے، جیسے نیلا رنگ، جو نیل کے پیڑ سے نکالا جاتا تھا۔ اور اکثر رنگ معدنی تھے اور دھاتوں سے بنائے جاتے تھے۔ ان رنگوں میں سے دو رنگ بہت پائدار ثابت ہوئے۔ نیلا رنگ اور سفید صدیوں کے بعد جب رومن مصنفوں نے مصری تصویروں میں نیلا رنگ دیکھا تو حیرت میں پڑ گئے کیونکہ نہ وہ ہرا ہوتا تھا نہ کالا، بلکہ اپنی اصلی حالت پر پوری رونق کے ساتھ باقی تھا خیال کیا جاتا ہے کہ مصری یہ نیلا رنگ، ریت، اور تانبے کے برادے، اور SUB CARBONATE OF SODA کو ساتھ ملا کر، پیس کر، اور پکا کر بنایا کرتے تھے۔ لال، پیلے، اور بادامی رنگ، اپنی مختلف ہلکی اور گہری قسموں کے ساتھ گیرو سے تیار کئے جاتے تھے، سفید رنگ زندہ چونے اور SULPHATE OF CALCIUM سے بناتے تھے۔ اور یہ دیکھ کر انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ کہ اس رنگ سے رنگی ہوئی بعض دیواریں آج تک دودھ سے بھی زیادہ سفید موجود ہیں!

مصری مصور "شیڈ" سے بالکل ناواقف تھے۔ اسی لئے ان کی بنائی ہوئی تصویر [illegible]

فنی قیمت سے بہت کچھ محروم ہیں۔ مثلاً جب وہ بہت سے آدمیوں یا حیوانوں کو ایک سطح میں بنانا چاہتے تھے۔ تو اِس طرح بناتے تھے۔ جیسے ایک کے اوپر ایک کھڑا ہے اسی طرح جن برتنوں کو میز وغیرہ پر رکھا ہونا چاہئے، وہ تصویروں میں اس طرح ظاہر ہوتے تھے، جیسے رکھے نہیں بلکہ کھڑے ہیں۔ اِسی قسم کی اور بھی بہت سی خامیاں اُن کی تصویروں میں ہیں، جن کا بیان صرف اہل فن ہی کے لئے دلچسپ ہو سکتا ہے نہ کہ اس کتاب کے سب پڑھنے والوں کے لئے۔

مگر تمام نقصوں اور خامیوں کے باوجود یہ پرانی مصری تصویریں، تاریخی لحاظ سے انمول ہیں۔ کیونکہ انہیں دیکھکر ہم پرانے مصر کے بہت سے حالات یقین کے ساتھ معلوم کر لیتے ہیں یہ تصویریں نہ ہوتیں، تو ہم یہ علم بھی حاصل نہ کر سکتے۔

مصری فرعونوں کے مقبرے ہمارے لئے اتنے قیمتی نہیں ہیں جتنے قیمتی تھیبس کے عام آدمیوں کے مقبرے ہیں۔ فرعونوں کے مقبروں پر جو نقوش ہیں ان سے ہم زیادہ سے زیادہ بعض تاریخی واقعات معلوم کر سکتے ہیں لیکن عوام کے مقبروں کی دیواروں پر جو تصویریں ہیں، وہ پرانے مصر کی عام زندگی کا مرقع ہی نہیں ہیں۔ بلکہ انہیں اس بارے میں انسائیکلوپیڈیا کہنا چاہئے۔ کیونکہ یہ تصویریں، پوری مصری زندگی پیش کر رہی ہیں، ان کی سچائی میں کوئی شبہ بھی ان پر نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ پُرانے مصر کی جو حالت تھی، وہی تصویروں میں دکھا دی گئی ہے۔

ذیل میں ہم بعض تصویروں کی تفصیل دیتے ہیں۔

زراعت۔ مقبروں میں سب سے زیادہ جو مناظر تصویریں پیش کرتی ہیں، وہ کھیتی کے مناظر ہیں۔ اور یہ بالکل قدرتی بھی ہے۔ کیونکہ مصر ہمیشہ سے زرعی ملک چلا آرہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بھی پہلے یہی تصویریں دیکھیں گے۔ ترتیب کے ساتھ یہ منظر ملاحظہ کیجئے:۔

(ا) کھیت ہل سے جوتا جا رہا ہے۔ ہل، گائے چلاتی ہے۔ اور بیل بھی۔ کبھی خچر بھی ہل چلاتا دکھائی دیتا ہے۔ مگر یہ صرف ایک ہی تصویر میں ہے۔ آدمی بھی ہل چلا رہے ہیں لیکن یہ کسی مجبوری کی حالت میں ہوتا تھا۔

۲۔ پھاؤڑے سے کھیت گودا جا رہا ہے: "تحوت" کے مقبرے پر کی ایک تصویر میں

دکھایا گیا ہے کہ ایک آدمی تھیلے میں بیج بھرے ہوئے کھیت میں چھڑکتا جاتا ہے، اور دوسرا آدمی اس کے آگے آگے کھیت کو جوتا جا رہا ہے۔
(۳) کھیت بوئے جا رہے ہیں۔ بھیڑیں۔ گائیں، اور سؤر چھوڑ دیئے گئے ہیں کہ کھیتوں میں دوڑیں، اور اس طرح اُن کے دوڑنے سے بیج مٹی کے نیچے چلے جائیں۔
۴۔ کھیتوں کی پیمائش ہو رہی ہے۔ جس رسی سے پیمائش کرتے تھے اس میں ہاتھوں کے حساب سے گرہیں پڑی ہوتی تھیں، تاکہ ان کی مدد سے کھیت کی لمبائی چوڑائی معلوم کی جا سکے۔ پیمائش اس لئے بھی ہوتی تھی کہ لگان مقرر کیا جا سکے، اور اس لئے بھی کہ کسان زیادہ زمین نہ داب لیں۔ ایک تصویر میں دکھایا گیا ہے کہ ایک کسان اپنے کھیت کی مینڈ پر کھڑا ہے۔ اور اس کے پہلو میں یہ عبارت لکھی ہے "زبردست خدا کی، آسمانوں کے مالک کی قسم کھاتا ہوں کہ میرے کھیت کی حدیں بالکل ٹھیک ہیں" یعنی میں نے زمین چرائی نہیں ہے۔
۵۔ گیہوں کے کھیت کٹ رہے ہیں۔ مصری بھی درانتیوں سے کھیت کاٹتے تھے۔ اور اُن کی درانتیاں بھی آج کل کی درانتیوں جیسی ہی ہوتی تھیں
۶۔ بالیں باندھ کر جالدار کھالوں میں رکھی جا رہی ہیں پھر ان کو بانس میں لٹکا کر گاہنے کی جگہ لئے جا رہے ہیں۔
۷۔ گیہوں گاہ رہے ہیں۔ قدیم ترین تصویروں میں گاہنے کا کام گدھوں سے لیا جاتا تھا۔ مگر بعد میں ان کی جگہ بیلوں نے لے لی۔ کبھی چار اور کبھی چھ بیل ایک ساتھ گاہتے تھے۔ بعض اوقات اس غرض کے لئے گائیں بھی استعمال کی جاتی تھیں۔
۸۔ ہوا میں اُڑا کر اناج مٹی اور بھوسی سے صاف کیا جا رہا ہے۔ اس موقع پر گرد بہت اڑتی ہے۔ اور کام کرنے والوں کے حلق سوکھ جاتے ہیں۔ اسی لئے پانی سے بھری مشکیں درختوں پر لٹکی ہوئی ہیں۔ اور کسان بار بار ان سے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔
۹۔ کٹائی اور گاہنا ختم ہو جانے کے بعد جب اناج تیار ہو جاتا تو کٹائی کے دیوتا "رنوتت" کا اس طرح شکر بجا لاتے کہ ایک بڑے برتن میں اس کے سامنے پانی پیش کیا جاتا۔ ساتھ ہی گیہوں کی ایک مٹھی بالیں، اور ایک مٹھی تنکے، باندھ کر دیوتا کے سامنے لٹکا دیئے جاتے

آج کل بھی مصری کسان اپنے دروازوں پر یہی چیزیں لٹکا دیتے ہیں، اور انہیں "عروس القمح" یعنی گیہوں کا دولہا کہتے ہیں!

۱۰۔ کٹائی اور گہائی کے بعد اٹھنے سے پہلے ہی گیہوں، پیمانوں میں ڈال کر وزن کر لیا جاتا تھا۔ اور سرکاری آدمی اسے اپنے کھاتوں میں لکھ لیتے تھے۔

۱۱۔ اناج، سرکاری کوٹھیوں میں جمع کرنے کے لئے بھیج دیا جاتا تھا۔

۱۲۔ اناج کی سرکاری کوٹھیاں۔ یہ گنبد نما کوٹھریاں سی ہوتی تھیں۔ اور ایک قطار میں کھڑی کر دی جاتی تھیں۔ ان کی چھت پر سوراخ ہوتا تھا جس سے اناج اندر ڈال دیتے تھے۔ اور نیچے دیوار میں دروازہ ہوتا تھا جس سے اناج نکالتے تھے۔ اور اوپر چڑھنے کے لئے سیڑھیاں ہوتی تھیں۔

پھلواریاں ۔ تصویروں سے ثابت ہوتا ہے کہ پرانے مصر میں باغوں کا رواج عام تھا اور انہیں تر و تازہ رکھنے کی تمام کوششیں کی جاتی تھیں۔ تصویر نمبر ۵ سے سینچائی کا ایک طریقہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ یہ طریقہ ہندوستان میں بھی عام ہے۔

باغوں میں ہر قسم کے درخت لگائے جاتے تھے۔ صرف وہی نہیں، جو مصر میں پیدا ہوتے تھے بلکہ باہر کے ملکوں سے بھی لائے جاتے تھے۔ پرانے مصر میں جو درخت زیادہ مقبول تھے ان میں سے بعض کو ہم مصری ناموں کے ساتھ نیچے لکھتے ہیں۔

کھجور (بنرت) انجیر (داب) جمیز (نہت) انار[1] (انہمن) زیتون[2] (باک) سیب[3] (دبح) بیر (نبس)

---

[1] خیال کیا جاتا ہے کہ انار، مصر میں اٹھارویں خاندان کے زمانے میں آیا۔ کیونکہ سب سے پہلے انار کا تذکرہ، نباتات کے اس مجموعہ میں ملتا ہے جو تھوتمس سوم اپنے ساتھ ملک "آتنو" سے لایا تھا۔ امنسیس چہارم کے زمانے میں انار، مصر بھر میں عام ہو چکا تھا۔

[2] زیتون کا پیڑ، مصریوں کے نزدیک مقدس تھا۔ کیونکہ چار دیوتاؤں کے القاب میں زیتون کا نام آتا تھا۔ بعد کے زمانوں میں زیتون۔ مصر میں بہت پیدا ہونے لگا تھا۔ خصوصاً ہیلیوپولس کے اطراف میں لیکن اس پر بھی دوسرے ملکوں سے قسم قسم کے تیل مصری منگاتے تھے۔

[3] مندروں کیلئے جو پھل باہر کے ملکوں سے منگائے جاتے تھے ان میں سیب کا نام بھی پرانی دستاویزوں میں ملتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود مصر میں زیادہ سیب پیدا نہیں ہوتے تھے

مصریوں کو پھولوں کا بھی بہت شوق تھا، کنول، ہردی، اور دوسرے پھولوں سے گلدستے بنائے جاتے تھے۔ اور ان کے گرد سجاوٹ کے لئے ہرے پتے لگائے جاتے تھے۔ بعض گل دستے قد آدم سے بھی زیادہ اونچے ہوتے تھے! اور بعض، زندگی کے نشان "عنخ" کی شکل پر بنائے جاتے تھے۔ ساتھ ہی ممیوں کے ساتھ بھی پھول اور گلدستے رکھے جاتے تھے۔

سبزیاں اور ترکاریاں بھی پیدا کی جاتی تھیں۔ کاہو کے پتے، پیاز، کراث، لہسن، مولی، مصریوں کی پرانے وقتوں سے آج تک محبوب ترین سبزیاں اور ترکاریاں ہیں بھنڈی اور ملوخیہ کے بھی مصری ہزاروں برس سے عاشق چلے آرہے ہیں۔ مسور کی دال، لوبیا، دھنیا، چنا بھی مصری پیدا کیا کرتے تھے۔

انگور کی کاشت اور انگور نچوڑنے کی صنعت، مصریوں میں بہت اہمیت رکھتی تھی۔ جب انگور پک جاتے تھے، تو کھانے سے بچے ہوئے انگوروں کو پیروں سے روند کر نچوڑ لیا جاتا تھا اس کے بعد بڑے بڑے تھیلوں میں کچلے ہوئے فضلے کو رکھ کر دو بانس لگا دیتے تھے۔ اور بانس ہلا ہلا کر بچی کھچی رس بھی کھینچ لیتے تھے۔ رس بڑے بڑے مٹکوں میں بھر دیتے تھے، اور مٹکوں پر مہریں لگا دی جاتی تھیں۔ کبھی خالی رس ہی پیا جاتا تھا۔ اور کبھی اس سے شراب بنا لیتے تھے۔

شہد بھی مصریوں کو بہت مرغوب تھا، مگر شہد، عام لوگوں کو نہیں ملتا تھا صرف فرعونوں اور مندروں کے لئے خاص تھا۔ طبیب، شہد کو دوا کے طور پر استعمال کرتے تھے کیونکہ اس کے فائدے جان چکے تھے۔ بعد کے زمانوں میں ممیاں بنانے میں بھی شہد سے کام لینے لگے، کیونکہ جان گئے تھے کہ شہد کی موجودگی میں جراثیم نہیں آ سکتے موم سے بھی کام لیتے تھے مندروں میں اور فرعونی محلوں میں موم بتیاں جلا کرتی تھیں۔ موم سے تعویذ بھی بناتے تھے اور جادو کی پتلیاں بھی۔

مویشی پالنے اور رکھنے کی تصویریں بھی پرانے مصری چھوڑ گئے ہیں۔ چند منظر ملاحظہ ہوں (۱) مویشی چر رہے ہیں (۲) مویشی چراگاہ سے واپس آرہے ہیں (۳) مویشی گنے جا رہے ہیں۔ (۴) مویشیوں کے بچے اپنی ماؤں کا دودھ پی رہے ہیں۔ اور بیمار ماؤں کو دوائیں پلائی جا رہی ہیں (۵) مویشیوں کو داغا جا رہا ہے۔ مصر میں بھی یہ دستور تھا کہ پالتو جانوروں

کو داغ دیتے تھے۔ ایک سرکاری مہر ہوتی تھی اور اُسے آگ میں خوب لال کر کے جانور کے پٹھے پر لگا دیتے تھے، تاکہ ہمیشہ داغ باقی رہے۔ (۲) جانوروں اور چڑیوں کے رہنے کی جگہیں، جہاں اُنہیں موٹا کیا جاتا تھا۔

شکار۔ چڑیاں جال میں پھنسائی جاتی تھیں۔ جال مسدس شکل کا ہوتا تھا۔ اس کے ایک طرف چھوٹی رسی ہوتی تھی، اور کسی درخت سے باندھ دی جاتی تھی، اور دوسری طرف بھی رسی ہوتی تھی تاکہ عین موقعہ پر کھینچی جا سکے۔ جال اس طرح بنایا جاتا تھا کہ بیچ سے کھلتا تھا، اور جب چڑیاں آجاتی تھیں، تو رسی کھینچ کر اُسے بند کر دیا جاتا تھا، اور چڑیاں اندر پھڑ پھڑایا کرتی تھیں۔ چڑیوں کے کامیاب شکار میں تین سے تو تک آدمی شریک ہوا کرتے تھے۔ تصویروں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ شکار کے بعد چڑیوں کو دانا پانی دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ خوب موٹی ہو جائیں، اور جب موٹی ہو جاتی تھیں تو امیروں کے دستر خوان پر پیش کی جاتی تھیں۔ جو چڑیاں کھانے کے کام میں نہیں آتی تھیں انہیں صاف کر کے اور نمک بھر کے رکھ دیا جاتا تھا۔ تاکہ بعد میں کھائی جا سکیں۔

مچھلی کا شکار۔ تصویروں میں مچھلی کا شکار بھی دکھایا گیا ہے اس کے کئی طریقے تھے۔ بڑے بڑے جال دریا میں ڈال دیے جاتے تھے۔ اور اُن کے سرے دائیں بائیں دو کشتیوں سے بندھے رہتے تھے۔ ایک کشتی بھی جال لے کر چلتی تھی۔ ہاتھ سے بھی جال ڈال کر مچھلی پکڑتے تھے مضبوط تاگے میں کانٹے ڈال کر بھی کنارے پر بیٹھتے تھے۔ اور مچھلیاں پکڑا کرتے تھے، جیسا کہ اس زمانے میں بھی عام رواج ہے مگر اس طرح کا شکار، پرانے مصر میں صرف امیروں ہی کے لئے خاص تھا۔ جو اپنی روٹی کی طرف سے بے فکر ہوتے تھے۔

تصویروں میں کھانا پکانے، گوشت بھوننے، گوشت سکھانے کے منظر بھی موجود ہیں اس کے علاوہ اور بہت سی چیزیں بھی دکھائی گئی ہیں، جنہیں ہم ایک الگ باب میں دکھائیں گے لیکن یہاں ایک اہم واقعہ ظاہر کر دینا ضروری ہے۔

کارٹون

موجودہ زمانے میں کارٹون بنانا ایک مستقل فن ہو گیا ہے۔ اور کارٹون کے ذریعہ

نہ صرف پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ بلکہ بہت سی اہم سیاسی اغراض بھی حاصل کی جاتی ہیں مسٹر لائڈ جارج نے پچھلی بڑی لڑائی میں انگلستان کو فتح دلائی تھی، اور وہ اپنے ملک میں بہت ہی زیادہ مقبول تھے۔ لیکن اُن کے خلاف لندن "پنچ" نے ایک کارٹون چھاپا، اور مسٹر لائڈ جارج کی وزارت ختم ہوگئی۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ کارٹون کا فن موجودہ زمانے کی ایجاد ہے، مگر یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ مصری مصوّر ہزاروں برس پہلے اس فن کو جانتے تھے۔ اور اس سے کام بھی لیتے تھے۔ چنانچہ تھیبس کے ایک مقبرے میں ایک تصویر موجود ہے جس میں شیر اور گدھا دونوں کھڑے سارنگی اور ستار بجا رہے ہیں۔ ساتھ ہی گاتے بھی جاتے ہیں۔

اس سے بھی زیادہ اہم ایک اور تصویر ہے۔ جو انیسویں خاندان کے زمانے کی سمجھی جاتی ہے۔ جبکہ فرعون بہت کمزور ہو گئے تھے۔ اور حکومت، مہنتوں کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔ یہ تصویر، تورین کے عجائب خانے میں ہے۔ اور اس میں خود فرعون کا مضحکہ اڑایا گیا ہے۔

تصویر میں چار جانور دکھائے گئے ہیں: شیر، مگرمچھ، بندر، اور گدھا۔ یہ چاروں بڑے ہی جوش سے سارنگی اور ستار، طبلہ اور مجیرے بجا رہے ہیں! ان کے پیچھے گدھے والا کھڑا ہے۔ مگر اس طرح کہ فرعون کی جنگی وردی پہنے ہوئے ہے اور ہاتھ میں شاہی عصا لئے ہوئے ہے ظاہر ہے کہ ایک کمزور اور بے اختیار بادشاہ کو دکھانے کا یہ بہترین طریقہ ہے!

"نقش"

"نقش" سے مراد وہ شکلیں اور صورتیں ہیں جو پتھر کاٹ کر پرانے مصریوں نے گہرائی میں بنائی ہیں۔ یا پتھر کاٹ کر اُبھار دی ہیں۔ دونوں حالتوں میں تصویروں کے اندر رنگ بھرا جاتا تھا، اور وہ نمایاں ہوجاتی تھیں۔

اس قسم کی "نقشی" تصویریں، بے شمار ہیں۔ سب کی تفصیل دی جائے تو ہزاروں صفحوں کی ضرورت پڑیگی، اسی لئے ہم بہت ہی اہم "نقشی" تصویروں کا یہاں تذکرہ کرتے ہیں۔

یہ فن چوتھے اور پانچویں شاہی خاندانوں کے زمانے میں ترقی کرکے عروج پر پہنچ گیا۔

تھا۔ بعد کے زمانوں میں چڑھاؤ اُتار ہوتا رہا۔ مگر یہ فن مرا نہیں، اور پُرانے مصر کی تہذیب جب تک زندہ رہی، یہ بھی زندہ رہا۔

فرعون مینا۔ سب سے پُرانی نقشی تصویر جو ملی ہے وہ پتھر کی ایک بڑی تختی ہے۔ اور اس تختی پر فرعون "نعرمر" (غالباً اس نام سے مراد "فرعون" مینا ہے۔ جسے ابھی حال کے زمانے تک پورے مصر کا پہلا فرعون یقین کیا جاتا تھا) کی فتوحات دکھائی گئی ہیں۔

تصویر میں پادشاہ، سفید تاج پہنے کھڑا ہے، اور اپنی گُرز اٹھا کر ایک جنگلی قیدی کو مارنا چاہتا ہے۔ ایک باز بھی دکھائی دیتا ہے جو قیدی کو دبوچے ہوئے ہے۔ اور قیدی کی ناک میں نکیل پڑی ہوئی ہے۔ اس نکیل سے غالباً یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ پادشاہ کے ہاتھ میں چھ ہزار قیدی آئے تھے۔ کیونکہ اکثر نکیل دکھانے کا مطلب یہی ہوتا تھا۔

اسی تصویر کے دوسرے منظر میں دکھایا گیا ہے کہ فرعون اپنے درباریوں کے ساتھ اُن قیدیوں کو دیکھنے جا رہا ہے، جو ذبح ہو چکے ہیں۔ پادشاہ کے آگے آگے بہت سے دیوتاؤں کے علم جا رہے ہیں۔ تصویر کے نیچے فرعون کو سانڈ کی شکل میں دکھایا گیا ہے۔ جو ایک قلعہ کو توڑ رہا ہے۔ بلاشبہ یہ تصویر پہلے شاہی خاندان کے وقت کی ہے اور مصری عجائب گھر میں محفوظ ہے۔

اس کے علاوہ جو سب سے پرانے "نقوش" ہیں، وہ جزیرہ نما سینا کی چٹانوں پر موجود ہیں۔ ان چٹانوں پر پُرانے مصری فرعونوں نے اپنی ان جنگی مہموں کے مناظر نقش کرا دیے ہیں۔ جو اس علاقے کے سرکش بدوؤں کو زیر کرنے کے لئے انہوں نے جاری کی تھیں۔ سینا میں فیروزے کی کانیں تھیں، اور فرعون ان کانوں سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ مگر بدو لوگ، فرعون کے مزدوروں کو ستاتے تھے۔ اور لوٹ لیا کرتے تھے۔

ان نقوش یا تصویروں میں سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ بہت پرانے زمانے کے فرعونوں کو اس حال میں دکھایا گیا ہے کہ وہ کسی ہتھیار سے اپنے دشمن قیدیوں کو مار رہے ہیں۔ ممکن ہے اس وقت کے پادشاہ خود اپنے ہاتھ سے بھی قیدیوں کو قتل کیا کرتے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تصویروں سے غرض صرف فرعون کی عظمت اور فتحمندی دکھانی ہو اور وہ کسی قیدی کی جان اپنے ہاتھ سے نہ لیتے ہوں۔

مصری مندروں پر بھی ابھرے ہوئے نقوش موجود ہیں، مگر بدقسمتی

برباد ہو چکے ہیں۔ چوتھے خاندان کے مندروں میں نقوش پائے نہیں گئے۔ کیونکہ اس زمانے کے مندر تباہ ہو چکے ہیں، لیکن پانچویں خاندان کے مندروں پر بہت سے نقوش مل گئے ہیں مگر بہت ہونے پر بھی کم ہیں۔ مثلاً فرعون کے مندر کی دیواروں پر خیال کیا جاتا ہے کہ دس ہزار مربع میٹر کے نقوش موجود تھے۔ یہ نقوش اب تک باقی رہتے، تو ہم ان سے بڑا فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ لیکن ان میں سے صرف ڈیڑھ سو مربع میٹر کے نقوش اس وقت موجود ہیں۔ باقی سب ضائع ہو چکے ہیں۔

فرعون سہورا کے اس مندر کے نقوش بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اور ہم انہیں مختصر لفظوں میں بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

ان میں سب سے اہم منظر وہ ہے جس میں فرعون کو لیبیا والوں پر فتحیاب دکھایا گیا ہے۔ مغلوب یعنی سردار یا بادشاہ کے درباری اور عورتیں، سب کے سب فرعون کے سامنے جمع ہیں۔ اور اس سے رحم و کرم کی التجا کر رہے ہیں۔ ان کے پیچھے تاریخ اور تحریر کی دیوی سشات بیٹھی ہے۔ اور فرعون کے قیدیوں کو گن گن کر اپنے رجسٹر میں لکھ رہی ہے۔

اس تصویر کے نیچے چار صفوں میں وہ مویشی دکھائے گئے ہیں، جو مفتوحوں سے فرعون نے چھینے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کی تعداد بھی لکھ دی گئی ہے۔ مگر یقیناً اس تعداد میں بہت مبالغہ ہے۔ کیونکہ لکھا ہے، مال غنیمت میں فرعون کو ایک لاکھ بیل سے۔ دو لاکھ گدھے۔ اور ایسی ہی تعداد میں دوسرے جانور۔ مصور نے مصر کے دیوتا، اور لیبیا کے دیوتا دونوں کو بھی اپنی تصویر میں جان بوجھ کر دکھایا ہے، تاکہ یہ دونوں دیوتا، فرعون کی عظیم الشان فتح کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں!

ایک اور مرقع میں ہم مصری دیوتاؤں کو دیکھتے ہیں۔ جو مغلوب قوموں کو ہتکڑیوں، بیڑیوں میں جکڑے ہوئے کھینچ رہے ہیں۔ اس مرقع کی یہ خاص خصوصیت ہے کہ ہر مغلوب قوم کو اس کے اصلی رنگ، روپ اور کپڑوں میں اس طرح دکھایا گیا ہے کہ انہیں پہچاننے میں کسی کو ذرا تامل نہیں ہو سکتا۔

بعض نقوش میں شکار کے نہایت مکمل منظر دکھائے گئے ہیں۔ ایک نقش میں فرعون تیر کمان سے مسلح کھڑا ہے۔ اس کے پیچھے درباری ہیں۔ اور ولی عہد بھی ہے۔ یہ سب جار

صفوں میں کھڑے ہیں۔ اور فرعون، اپنے شکار پر تیر برسا رہا ہے۔ جانوروں کو اس طرح دکھایا گیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے اصلی ہیں۔ تصویر نہیں ہیں!

نقوش میں جنازوں کے منظر اور دینی رسموں کے منظر بھی دکھائے گئے ہیں اور تفصیل سے دکھائے گئے ہیں، مگر اُن کے بیان سے ناظرین کو زیادہ دلچسپی نہیں ہوگی۔ اس لئے ہم آگے بڑھتے ہیں۔

مندروں کے بعد مقبرے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ مقبروں میں بکثرت نقوش موجود ہیں اس سلسلے میں سب سے اہم میدُوم کے مقبرے ہیں، جو فرعون، سنفرو کے زمانے کے ہیں ان میں ایک ایسا نقش پایا گیا ہے جس کی کماحقہٗ تعریف کرنی مشکل ہے۔ اس نقش میں چھ بطیں دکھائی گئی ہیں، اور مصری فن کا نہایت ہی اعلیٰ نمونہ ہیں۔ کیونکہ فطرت کے عین مطابق ہیں۔ تصویر دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے اور مصریوں کے کمال فن کی داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے کس قدر ترقی کی تھی۔

میدوم ہی کے مقبروں سے ایک اور نقش، مصری عجائب گھر میں پہونچا ہے۔ یہ نقش بہت بڑی تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ اس میں خاص بات یہ ہے کہ پتھر پر پہلے تصویر بنائی گئی تھی۔ پھر پتھر میں کھود دی گئی ہے۔ اس کے بعد رنگین مسالے، تصویر میں بھر دیئے گئے ہیں۔ یہ نقش، نفرمارت نے اپنے مقبرے میں بنوایا تھا۔ یہ شخص، فرعون سنفرو کے زمانے میں تھا اور اس نے بڑے ہی فخر سے، اپنے مقبرے کی دیواروں پر لکھوایا ہے کہ جو رنگین نقش وہ اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا۔ اُسے زمانے کے ہاتھ کبھی مٹا نہ سکیں گے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اُس شخص کا یہ یقین، زمانے نے باطل کر کے دکھا دیا۔ کیونکہ نقش کے اندر کا مسالہ بہت کچھ ٹوٹ چکا ہے!

اسی زمانے کا ایک اور نقش قابل ذکر ہے۔ یہ نقش، کاہن "حسی رَا" کے مقبرے سے نکلا ہے۔ یہ نقش لکڑی میں کھودا گیا ہے، اور اس قدر مکمل ہے کہ ماسپرو کو کہنا پڑا "مصری آرٹسٹ نے کسی زمانے میں بھی لکڑی پر ایسا اعلیٰ کام نہیں کیا، جیسا اس نمونے میں دکھائی دیتا ہے۔ یہ نقش، حیرت انگیز طور پر کمال کا بہترین نمونہ ہے!

یہ تمام نقوش پرانی یا پہلی سلطنت کے زمانے کے ہیں۔ ان سب کی تفصیل اگر کسی کو پڑھنی ہو تو مصریات کی جرمن علامہ خاتون، لویزا کلبس L. KLEBS کی کتاب پڑھے،

جو اس موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے۔

لیکن یہ بہت ہی عجیب بات ہے، اور اس بات کا کوئی سبب سمجھ میں نہیں آتا کہ مصری تمدن تو آگے بڑھتا رہا۔ مگر نقش کا یہ فن، چھٹے خاندان کے بعد سے برابر تنزل ہی کرتا چلا گیا۔ بیچ میں کبھی کبھی فن کا کوئی اچھا نمونہ ضرور ہوتا رہا۔ مگر مجموعی طور پر فن کی خصوصیتیں گھٹتی ہی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ بالکل ختم ہو گیا۔ درمیانی زمانے کے نقوش میں وہ نقش قابل ذکر ہیں جو کرنک میں آمن دیوتا کے مندر کی دیواروں پر موجود ہیں۔ اِن میں سیتی اوّل اور رامسس سوم کی فتوحات بڑی شان و شوکت، تفصیل، اور فنی کمال کے ساتھ دکھائی گئی ہیں۔

ساتواں باب

مصر کی دستکاریاں

مصری فن یا آرٹ پر سرسری نظر ڈال چکنے کے بعد اب مناسب ہے ہم دیکھیں کہ پرانے مصر میں صنعت و حرفت یا دستکاریوں کا کیا حال تھا؟ مصری نقوش اور تصویروں نے ہمارے لئے اس بارے میں بہت ہی قیمتی معلومات جمع کر دی ہیں، اور ہم شکریہ کے ساتھ یہ معلومات یہاں پیش کرتے ہیں:

۱۔ مصوری و نقاشی۔ اس کا حال ابھی لکھا جا چکا ہے۔

۲۔ بت تراشی۔ مصری اس ہنر میں بڑے استاد تھے۔ رخمارا کے مقبرے میں ایک مرقع ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ بت تراش، تھوتمس سوم کے دو بہت بڑے اسٹیچو تیار کر رہے ہیں۔ ایک میں فرعون کھڑا ہے۔ اور دوسرے میں بیٹھا ہے۔

تصویر میں آپ دیکھینگے کہ اسٹیچو اسطرح بنائے جا رہے ہیں کہ اُن کے گرد پاڑ بندھی ہوئی ہے اور صناع اس پاڑ پر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر آرام سے اپنا کام کر رہے ہیں۔

بت ہر قسم کے پتھروں سے بنائے جاتے تھے۔ آبنوس اور دوسری مضبوط لکڑیوں سے بھی یہ کام لیا جاتا تھا۔ لاجورد اور عقیق کا استعمال بھی عام تھا۔ مگر ان پتھروں سے چھوٹی مورتیاں ہی بناتے تھے۔

۳۔ پتھر کی کٹائی (الف) پتھر کے عظیم الشان ٹکڑے بلکہ چٹانیں تک اٹھانے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے کام میں پرانے مصری بہت ماہر تھے۔ پتھر پہاڑوں سے کاٹے جاتے تھے۔ پھر انہیں بڑی حکمت سے دریائے نیل تک لیجاتے تھے۔ یہاں کشتیوں پر انہیں لاد دیتے۔ اور اس جگہ اتار لیتے تھے جہاں اُتارنا چاہتے تھے۔ کبھی ایسا بھی

ہوتا تھا کہ پہاڑ سے پتھر کاٹ کر اُسی جگہ بُت، لاٹ، یا تابوت وغیرہ بنا لیتے تھے، اور پھر ان چیزوں کو بڑی ہشیاری سے اٹھا کر لے جاتے تھے۔

(ب) جب پتھر کے ٹکڑے وہاں پہنچ جاتے تھے، جہاں اُن سے کام لیا ہوتا تھا تو اُنہیں ناپتے تھے۔ پھر اُن پر نشان لگائے جاتے تھے، تاکہ کاریگروں کیلئے رہنما بنیں۔

(ج) پتھر سے قربانی کے لئے بڑی بڑی میزیں بناتے تھے۔

(د) پتھر کے ایک ہی ٹکڑے سے پورا چہار دروازہ بنا دیتے تھے۔

(ہ) پتھر اور لکڑی کی لاٹیں بناتے تھے، اور اُن پر پالش کر دیا کرتے تھے

(و) پتھر کے نہایت خوبصورت تابوت بنایا کرتے تھے۔ اور ان میں مردے دفن کیا کرتے تھے

(ز) مُردوں کی آنتیں وغیرہ رکھنے کے لئے پتھر کے صندوقچے بناتے تھے۔ اور یہ بھی بہت خوبصورت ہوتے تھے۔ فرعون توت آنخ آمن کی آنتوں کا صندوق، سنگ مرمر کا ہے۔ اور اُس میں کہیں جوڑ نہیں ہے۔ پتھر کے ایک ہی ٹکڑے سے بنایا گیا ہے!

۴۔ پتھر کے برتن — پتھر کے ٹکڑے گھڑ کر کے طرح طرح کے برتن اور دوسری چیزیں بناتے تھے۔ ایسی تمام چیزوں پر حسین ہیرو گلیفی خط میں تحریریں اور دلکش رنگین تصویریں ہوتی تھیں۔ اب تک جتنی چیزیں ملی ہیں، اُن میں سے اکثر حیرت انگیز حد تک خوبصورت ہیں۔ مثلاً توت آنخ آمن کے مقبرے میں جو چیزیں پائی گئی ہیں، وہ ہیں تو پتھر کی، مگر اس قدر شفاف کہ شیشے کی معلوم ہوتی ہیں۔ آدمی باہر سے بھی بآسانی دیکھ سکتا ہے کہ اُن کے اندر کیا ہے اسی مقبرے سے ایک قندیل ملی ہے۔ قندیل کے اندر تصویر ہے، جس میں فرعون بیٹھا ہے۔ اس کے سامنے ملکہ ہے۔ اور لاکھوں برس لمبی عمر کی علامت پیش کر رہی ہے۔ یہ تصویر باہر کی طرف سے بھی بالکل صاف دکھائی دیتی ہے!

۵۔ موتی وغیرہ میں چھید کرنا۔ مصر میں کنٹھے اور ہار پہننے کا رواج تھا، مگر ظاہر ہے جب تک موتیوں یا دانوں میں چھید نہ ہوں، کنٹھے اور ہار بننا ناممکن ہیں۔ اس فن میں بھی مصری، کامل ہو چکے تھے، جیسا کہ بے شمار یادگاروں سے ثابت ہے۔

۶۔ لاشوں کی ممی۔ یہ فن پرانے زمانے میں مصر کے سوا کہیں نہیں تھا۔ اور مصریوں نے

اس فن میں وہ کمال پیدا کیا تھا کہ آج تک دنیا عش عش کر رہی ہے۔ ممی کرنے کے تین طریقے ہم پچھلے صفحوں میں بیان کر آئے ہیں۔

۷۔ دھاتوں کی صنعت۔ دھاتوں کے صناعوں کی دوکانیں ہوتی تھیں جہاں وہ اپنا کام کرتے تھے۔ دھاتیں ڈھال کر مختلف چیزیں بناتے تھے، اور دھاتوں کو کوٹ کر بھی جو کچھ بنانا چاہتے تھے بنا لیتے تھے۔ چمکیلی دھاتوں سے جیسے تانبے، سونے، چاندی کی تیلی تیلی چادریں بنائی جاتی تھیں۔ اور آرائش کے لئے محلوں اور مندروں کی دیواروں پر چڑھا دی جاتی تھیں، اور وہ جھل مل جھل مل کرنے لگتی تھیں۔ سونے کی بڑی قدر تھی، اور سونے سے سجاوٹ پیدا کرنے کا عام رواج تھا۔ سونے کے تابوت بھی بنتے تھے۔ شاہی تخت پر بھی سونا منڈھا جاتا تھا۔ تسم تسم کے برتن اور آئینہ کے فریم بھی سونے کے ہوتے تھے۔ غرضکہ مصری اس فن میں بھی بڑے ماہر تھے۔

۸۔ سناری۔ دھاتوں کی صنعت میں سناری بھی آجاتی ہے۔ مگر یہاں مناسب ہے کہ سناری کا الگ ذکر کیا جائے۔ کیونکہ مصر میں زیوروں کی بڑی مانگ تھی۔ اور زیور بہت قسم کے ہوتے تھے۔ تصویروں میں ایسے منظر موجود ہیں کہ سنار، امیر آدمی کو طرح طرح کے زیور دکھا رہا ہے۔ اس کے پاس ہی آبنوس کا صندوق رکھا ہے، جس پر ہاتھی دانت کی پچیکاری ہے۔ ساتھ ہی سونے کا ایک برتن بھی موجود ہے۔

۹۔ زیور کے نمونے۔ بعض عجائب گھروں میں پرانے مصر کی ایک اور صنعت دکھائی دیتی ہے۔ لکڑی کی تختیوں پر مختلف قسم کے زیوروں اور تعویذوں کے نمونے جڑے ہوئے ہیں بعض سونے کے ہیں۔ بعض جڑاؤ ہیں۔ ایک ایسا ہی نمونہ برلن کے عجائب خانہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کا نمبر ۲۰۶۰۰ ہے۔

۱۰۔ جواہرات۔ مختلف ملکوں سے مصر میں جو خراج آتا تھا، اس میں دھاتوں کے علاوہ جواہرات بھی ہوتے تھے۔ فیروزہ، جزیرہ نما سینا سے آتا تھا۔ اور نیلا لاجورد ملک "مرتنو" (؟) اشوریا اور بابل سے۔ یشب سرخ، نوبیا کے سردار لاکر پیش کرتے تھے، اور عقیق سرخ، مشرقی صحرا سے جمع کیا جاتا تھا۔ ان جواہرات سے اور دوسرے جواہرات سے مصری اپنے زیوروں، تابوتوں، اور دوسری چیزوں کی پچیکاری کیا کرتے تھے۔

۱۱۔ ہاتھی دانت کی صنعت۔ ہاتھی دانت سے بنی ہوئی بعض چیزیں زمانۂ تاریخ سے
پہلے کی ملی ہیں۔ مگر پرانی سلطنت کے زمانے میں ہاتھی دانت کا استعمال بہت ہی کم ہو گیا
تھا۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ اس زمانے میں ہاتھیوں نے مصر میں رہنا چھوڑ دیا تھا۔ لیکن درمیانی
سلطنت اور بعد کے زمانوں میں پھر مصر میں ہاتھی دانت کا رواج ہو گیا تھا۔ ہاتھی دانت بھی
ان چیزوں میں سے تھا جو خراج کے طور پر دوسرے ملکوں سے آتی تھیں۔ مگر عجیب بات یہ ہے
کہ ہاتھی دانت کا خراج صرف نوبیا ہی نہیں دیتا تھا۔ بلکہ شام بھی۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے
کہ مصر چھوڑنے کے بہت بعد تک ہاتھی شام میں زندہ رہا۔ اور اب بھی مصر میں اسکا وجود نہیں ہے
ہاتھی دانت سے بہت سی چیزیں بنی تھیں، یا اُس سے بہت سی چیزوں میں پچیکاری
کی جاتی تھی۔ مثلاً لکڑی کے صندوق، خود ہاتھی دانت کے صندوق۔ جن پر سونے اور جواہرات
کی پچیکاری ہوتی تھی۔ ہاتھی دانت کی پچیکاری سے آراستہ کرسیاں ہاتھی دانت کے طرح طرح
کے برتن تیل نکالنے کے چمچے، سر کے نیچے رکھنے کے لکڑی کے تکیے جن پر ہاتھی دانت کا کام ہوتا
تھا۔ تعویذ، چھوٹی چھوٹی مورتیاں، کنگھے، آبنوس کے دستے چھڑیاں یا ان کے دستے، جن پر
ہاتھی دانت سے نقش بنائے جاتے تھے۔ کانوں میں پہننے کی بالیاں، شطرنج کی بساط اور مہرے
وغیرہ وغیرہ۔

۱۲۔ کچھوے کی ہڈی۔ مصر میں کچھوؤں کی کمی نہ تھی۔ مگر کچھوے کی ہڈی کو بہت پرانے
زمانے میں شاذ و نادر ہی کام میں لاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تھوڑی سی چوڑیوں کے سوا بہت
پرانے مصریوں نے کچھوے کی ہڈی کی اور کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ لیکن بارہویں خاندان کیساتھ
اس ہڈی کا استعمال بھی کثرت سے شروع ہو گیا۔ اس زمانے میں کچھوے کی ہڈی سے کنگھے
پلیٹیں، اور باجے عام طور پر بننے لگے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ پرانے مصری، کچھوا کھاتے نہیں تھے، البتہ دوا کے طور پر
اُسے استعمال کرتے تھے۔ خاص طور پر بال جھڑنے کے علاج کے لئے کچھوے کا گوشت کھایا
جاتا تھا۔ اُس سے کوئی دوا بنتی تھی۔ بہت بعد کے زمانے میں مذہبی تقریبوں میں فرعون اپنے
ہاتھ سے کچھوے کو مارا کرتے تھے۔ کیونکہ اس جانور کو شریر اور قحط کے دیوتا، سیت کا
مظہر مانا جاتا تھا۔

۱۳۔ نجاری ۔ نجاری بھی مصر میں بہت ترقی کر چکی تھی ۔ نجاری کی بڑی بڑی دوکانیں تھیں، اور ہر قسم کی چیزیں بنائی جاتی تھیں جیسے لکڑی کے کمرے جن میں تابوت اور رتھ رکھے جاتے تھے تابوت آتنیں رکھنے کے صندوقچے، دروازے، تخت، سر کے نیچے رکھنے کی لکڑیاں یا چوبی تکیے جھولے۔ کرسیاں، میزیں، صندوق، کھمبے، لاٹھیاں، چھڑیاں، پنکھے کے دستے، آرائش کی چیزیں، جیسے عطر دانیاں۔ تیل دانیاں، سرمہ دانیاں، کنگھیاں، اور دروازوں کی چوبی کنجیاں وغیرہ۔

جن چیزوں کے نام ہم نے گنوائے ہیں، ان میں سے بعض کی مزید تشریح نیچے کرتے ہیں:۔

(۱) تابوت اور رتھ رکھنے کے لئے لکڑی کے جو کمرے بنائے جاتے تھے، اُن کے کھمبے دیوتا وزیرس کی شکلوں میں سے کسی شکل کے ہوتے تھے۔ اس قسم کا ایک مکمل اور شاندار کمرہ، فرعون توت انخ آمن کے مقبرے سے نکلا ہے۔ اور مصری عجائب خانے میں محفوظ ہے۔ امنہوتپ اوّل کے نام کے کمرے کی تصویر، ایک مصری آرٹسٹ "آبوبی" کے مقبرے کی دیوار پر موجود ہے۔ اور قابلِ دید ہے۔ (تصویر نمبر ۲۲) اس تصویر میں دکھایا گیا ہے کہ کاریگر، کمرہ بنانے، اُسپر پالش کرنے اور اُس کے کھمبوں پر فرعون کے القاب لکھنے میں لگے ہوئے ہیں۔ بیچ میں ایک شکل ہے جو فرعون کو سجدہ کر رہی ہے۔ یہ مصر کے دونوں حصوں شمالی اور جنوبی کی علامت ہے فرعون کے دونوں طرف دو دیوتا کھڑے ہیں۔ شمال کا دیوتا حورس، اور جنوب کا دیوتا سیت سب سے نیچے کچھ تصویریں ہیں۔ اور اُن سے غرض یہ دکھانا ہے کہ تمام آدمی، فرعون مصر کی پرستش کرتے ہیں!

ب ۔ تابوت کئی شکلوں کے ہوتے تھے، اور فرعونوں کی لاشیں ایک نہیں، اوپر نیچے چار چار تابوتوں میں رکھی جاتی تھیں۔ مثلاً توت انخ آمن کی لاش پہلے کپڑے کی پٹیوں میں لپیٹی گئی تھی۔ پھر لاش کو سونے کی پٹیوں سے لپیٹا گیا تھا۔ جن پر ہیروگلیفی تحریریں ہیں اور فیروزے، عقیق وغیرہ کی پچیکاری ہے۔ پھر لاش کو خالص کندن کے صندوق میں رکھا گیا تھا، جس کی شکل آدمی کی سی ہے۔ اور وزن ایک سو دس کیلوگرام ہے۔ پھر یہ تابوت لکڑی کے تابوت میں رکھا گیا تھا، جو رنگین پتھروں اور سونے کی تختیوں سے سجا ہوا ہے۔ پھر یہ تابوت ایک اور ایسے ہی لکڑی کے آراستہ تابوت میں رکھا گیا تھا۔ پھر ان تینوں تابوتوں کو

پتھر کے ایک بہت بڑے تابوت میں بند کر دیا گیا تھا۔ جس کی شکل صندوق جیسی ہے۔
اس آخری تابوت کے چاروں پیروں پر جنازے کے چاروں دیوتاؤں۔ ایزسیس، نفتیس،
نیت، اور سلکت کی مورتیں کھڑی ہیں۔
ج۔ تخت۔ دو قسم کے ہوتے تھے:۔ ایک لاش اٹھانے کے لئے اور دوسرا سونے کے
لئے لاش والے تختوں کے سرہانے شیر نی کے دو سر لگا کر آراستہ کئے جاتے تھے اس غرض
کے لئے گائے یا دریائی گھوڑوں کے سروں سے بھی کام لیا جاتا تھا۔ ان تختوں کے پائے بھی
انہی جانوروں کے پیروں کی شکل کے بنائے جاتے تھے۔ توت انخ امن فرعون کے مقبرے سے ایک
ایسا مکمل تخت نکل آیا ہے۔ دوسرے پرانے مقبروں میں بھی ان کے اجزا ملتے ہیں۔
سونے کے لئے جو تخت ہوتے تھے وہ جنازے کے تختوں سے کم چوڑے ہوتے تھے۔ ان
کی بہت سی تصویریں دیواروں پر ملی ہیں۔ جن میں ہم دیکھتے ہیں کہ کاریگر لکڑیاں کاٹ رہے
ہیں۔ پھر انہیں جوڑ رہے ہیں۔ ان میں کیلیں ٹھونک رہے ہیں... ساتھ ہی تختوں کے نیچے
صندوق یا عطر دانیاں وغیرہ رکھی نظر آتی ہیں۔
سب سے زیادہ خوبصورت تخت، جو اب تک مصری عجائب خانے میں پہونچے ہیں، وہ
"یویا اور تویا" کے مقبرے سے اور توت انخ امن کے مقبرے سے نکلے ہیں یہ اس قدر حسین
ہیں کہ مصری نجاروں کے کمال کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ ان کے پائے، دیوتا بس، دیوی تخت،
اور تا اورت کی شکلوں پر بنائے گئے ہیں۔ اور تا بِ دیدہیں۔ تا اورت ایک دیوی کا نام ہے
جس کے بارے میں یقین کیا جاتا تھا کہ سونے والے آدمی کی حفاظت کرتی ہے توت انخ امن
کے بعض تخت، آبنوس کی لکڑی کے ہیں۔ جن پر سونے اور ہاتھی دانت کی پچیکاری ہے
کچھ ایسے تخت بھی ہیں جس کی دیواروں پر سونے کی موٹی موٹی چادریں چڑھی ہوئی ہیں اور
پورا تخت جگمگا رہا ہے۔ مگر ان مصری تختوں کو چارپائی بھی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان میں سونے
کی جگہ لکڑی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ مہین رسیوں کو بٹ کر ایک جنگلا سا بنا دیتے تھے۔
(د) تکیے۔ تکیے پتھر یا لکڑی کے ہوتے تھے۔ اور اس طرح بنائے جاتے تھے کہ سر رکھنے
کی جگہ اونچی رہتی تھی۔ اس جگہ کپڑے کی گدی رکھی جاتی تھی، تاکہ سر کو آرام ملے۔ اور
مورخوں میں اختلاف ہے کہ تکیہ، مصریوں کی ایجاد ہے۔ یا ملک نوبیا سے یہاں پہونچا

اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ نوبیا سے جو خراج آتا تھا اس میں تکیئے بھی ہوتے تھے، پھر یہ واقعہ ہے کہ نوبیا میں آج تک ایسے ہی تکیئے مستعمل ہیں جو ہم نہیں کہہ سکتے، اصلیت کیا ہے۔ مگر بہت ہی پرانے وقتوں میں بھی تکیئے مصر میں عام طور پر رائج تھے مصری عجائب گھر میں بہت سے تکیئے موجود ہیں۔ اور اکثر بہت قیمتی اور پر تکلف ہیں۔

ہ۔ کرسیاں۔ کرسیوں کی بے شمار تصویریں، پرانے مقبروں کی دیواروں پر موجود ہیں۔ انہیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ترین زمانے میں بھی مصری ہر قسم کی کرسیاں بناتے اور کام میں لاتے تھے، ہتھے والی کرسیاں بھی ہوتی تھیں اور بے ہتھوں کی بھی۔ آرام کرسیاں بھی بنائی جاتی تھیں بعض کرسیاں ایک نہیں دو آدمیوں کے بیٹھنے کے لئے بنائی جاتی تھیں۔ ایسی کرسیاں بھی تھیں جو سمیٹ یا تہ کرلی جاتی تھیں جیسے اس زمانے کی سفری کرسیاں ہوتی ہیں۔ امیروں کی کرسیاں بہت شاندار اور قیمتی ہوتی تھیں ان کے پائے شیر کے پیروں کی صورت کے بنائے جاتے تھے، اور انہیں ہر ممکن طریقے سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ امیروں کی کرسیوں پر موٹے نرم قیمتی گدّے رکھے رہتے تھے، اور عام کرسیاں ستلی سے بن دی جاتی تھیں۔ کرسیاں، آبنوس کی بھی ہوتی تھیں اور معمولی لکڑی کی بھی۔

و۔ پاؤں ٹیک۔ جس قیمت و شان کی کرسی ہوتی تھی، اسی قیمت و شان کی پاؤں ٹیک بھی بناتے تھے۔ فرعون کے پاؤں رکھنے کے لئے جو ٹیک بنائی جاتی تھی اس پر دشمنوں کی تصویریں ہوتی تھیں، اور غرض یہ ہوتی تھی کہ فرعون اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا اور انہیں روندڈالے گا۔ بعض ٹیکوں کو چمڑے سے منڈھ دیا جاتا تھا۔ لیکن اکثر خراد کر کے چپائی کی صورت کی بنا دی جاتی تھیں۔

ز۔ میزیں۔ میزیں بھی کئی قسم کی ہوتی تھیں: گول، چوکور، لمبی۔ گول میزیں کھانے کے وقت استعمال کی جاتی تھیں۔ میزیں۔ لکڑی کی بھی ہوتی تھیں، پتھر کی بھی اور دھاتوں کی بھی۔

ح۔ صندوق۔ صندوق مختلف قسم کی لکڑیوں سے بنائے جاتے تھے۔ وہ سادہ بھی ہوتے تھے۔ اور بہت سجے ہوئے بھی۔ امیروں کے صندوق عام طور پر نقشین ہوتے تھے۔ اور ہاتھی دانت کی ان پر پچیکاری ہوتی تھی۔ مصری صندوقوں کے نیچے پائے ہوتے تھے، اور ان سب ضرورتوں میں کام آتے تھے، جن کے لئے ہمارے زمانے میں استعمال ہوتے ہیں

۱۴۔ تیر کمان ۔ مصر کے کاریگر تیر کمان بنانے میں بھی بڑے استاد تھے ۔ فرعون تیراندازی میں کامل ہوتے تھے ۔ ہر فرعون اپنے لئے الگ کمانیں بنواتا تھا ۔ اور فخر کرتا تھا کہ خود اس کے سوا کوئی اور آدمی اس کی کمان کھینچ نہیں سکتا ۔ تیر کی انی ، برونز کی ہوتی تھی یا ہڈی کی یا پتھر کی ۔ مگر اس قدر مضبوط اور تیز ہوتی تھی کہ دھات کی موٹی موٹی تختیوں کو بھی توڑ کے پار ہو جاتی تھی ۔ توت انخ امن کے مقبرے سے کمانوں اور تیروں کا بڑا ذخیرہ نکلا ہے ۔

۱۵۔ کمہاری ۔ پرانے مصر کے کمہار بھی اسی طرح مٹی کے برتن بناتے تھے جس طرح ہمارے ملک میں رواج ہے ۔ جیسا کہ تصویر نمبر ۲۳ سے ظاہر ہے ۔ بہت قدیم زمانے میں برتن بنانے کی مٹی لال رنگ میں رنگ لی جاتی تھی ۔ اور پکنے کے بعد بہت گہرے رنگ کی ہو جاتی تھی ، مگر بعد میں یہ رواج اٹھ گیا اور مٹی کو پیلے رنگ سے رنگنے لگے ۔

۱۶۔ اینٹیں بنانا ۔ اینٹ بنانے کے فن میں مصری بہت زیادہ ماہر تھے ۔ آئندہ باب میں ہم کچھ تفصیل دینگے ۔

۱۷۔ رتھ ۔ دو پہیوں والی رتھیں جنہیں گھوڑے کھینچتے ہیں ، مصر میں اس وقت سے رائج ہوئیں جب فاتح اھکسوس آئے ۔ اور ان کا استعمال عام ہو گیا ۔ جب مصری فرعونوں نے شام کو فتح کر لیا ، جہاں ایسی رتھیں کثرت سے پائی جاتی تھیں جلد ہی مصر میں رتھوں کے کارخانے قائم ہو گئے ۔ اور ان کے سب حصے بننے لگے ۔ ہلکی رتھوں کے ساتھ بھاری رتھیں بھی استعمال کی جاتی تھیں ۔ مگر صرف شاہی جلوسوں ، جنگلوں ، اور شیر وغیرہ درندوں کے شکار میں بھاری رتھوں کا سب سے اچھا نمونہ توت انخ امن کے مقبرے سے نکلا ہے ، اور مصری عجائب گھر میں دیکھا جا سکتا ہے ۔

رتھ بان ، رتھ کو کھڑے ہو کر چلاتا تھا ۔ گھوڑوں کی باگیں اپنی کمر میں باندھ لیتا تھا ۔ تاکہ ہاتھ تیر اندازی کے لئے خالی رہیں ۔ شاہی رتھیں خوب سجائی جاتی تھیں ، اور ان کے گھوڑوں کو بھی نرم لمبے پر لگا کے دولہا بنا دیا جاتا تھا ۔ رتھوں کے اگلے حصے میں کمانیں اور ترکش لگانے کی جگہیں ضرور ہوتی تھیں ۔

۱۸۔ دباغت ۔ مصر میں کھال پکانے اور کمانے کا ہنر بہت ترقی کر چکا تھا ۔ کبھی کھال کو

کو پہلے تیل میں بھگو دیتے تھے۔ پھر لعبش اور مسالوں سے اُسے درست کرتے تھے۔ ولکنسن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ دباغت کے لئے مصری ایک گھاس سے کام لیتے تھے جو ریگستان میں پیدا ہوتی ہے۔ اور جسے کھال پر سے بال دور کرنے کے لئے بدو آج تک استعمال کرتے ہیں ولکنسن نے اس گھانس کا نام PERIPLOCA SECAMONE لکھا ہے۔ عربی میں اس گھانس کا نام نہیں ملتا۔

۱۹۔ جوتے بنانا۔ پُرانے مصری، جوتے نہیں چپل پہنا کرتے تھے۔ امیروں اور بادشاہوں کے چپل کا مدار ہوتے تھے۔ صرف تسموں والے چپل بھی رائج تھے اور اوپر سے بند چپل بھی تاکہ پیر، گرد سے محفوظ رہیں۔ چپل سب ہی لوگ پہنتے تھے۔ مگر جب اپنے سے بڑے آدمی کے ساتھ ہوتے تھے تو تعظیم کے خیال سے ننگے پاؤں چلتے تھے۔ فرعون کے چپلوں کے تلوؤں پر دشمنوں کی تصویریں بنائی جاتی تھیں۔ مطلب یہ تھا کہ فرعون اپنے دشمنوں کو روند رہا ہے! چمڑے کی اور بہت سی چیزیں بھی بنتی تھیں جیسے تسمے، تکیے، تھیلے وغیرہ اور چمڑا لال رنگ کا بہت پسند کیا جاتا تھا۔ تصویر نمبر ۲۴ میں مصری موچی چپل بنا رہے ہیں۔

۲۰۔ کھانا پکانا — مصریوں نے کھانا پکانے کے فن میں بھی ترقی کر لی تھی، مگر اُن کے کھانوں کا حال کہیں نہیں ملا۔ البتہ تصویروں میں روٹی پکانے کی کیفیت دکھائی دیتی ہے۔ مصری، موٹی موٹی روٹیاں تنوروں میں پکاتے تھے۔ بعض ماہرین مصریات کہتے ہیں کہ تنور پر توا رکھ کے پکاتے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں تنور کے اندر روٹی پکتی تھی۔

روٹی کے علاوہ روغنی ٹکیاں بھی عام تھیں۔ اور کئی قسموں اور طرح طرح کی شکلوں کی ہوتی تھیں۔ سب سے زیادہ مقبول وہ ٹکیاں تھیں جو شہد کی ہوتی تھیں۔ یہ اس طرح بنائی جاتی تھیں کہ شہد کو آگ پر چڑھا دیتے تھے۔ اور لکڑی کے ایک ٹکڑے سے برابر چلاتے جاتے تھے یہاں تک کہ شہد پگھل کر کھولنے لگے۔ اسی حالت میں گھی، شہد میں ملا دیتے تھے۔ اور جب دونوں مل کر ایک ہو جاتے تھے تو گرم گرم آٹے پر انڈیل دیتے تھے۔ اور آٹے کو لکڑی سے برابر ہلاتے رہتے تھے یہاں تک کہ خوب گندھ جاتا تھا۔ آٹا جب اتنا ٹھنڈا ہو جاتا کہ ہاتھ سہ سکے تو مختلف شکلوں کی ٹکیاں بنا لیتے تھے۔ ایک اور قسم کی ٹکیاں گھی میں تل کر بنائی جاتی تھیں اور ان کی شکلیں بھی مختلف ہوتی تھیں۔ کڑھائی کے نیچے تین پائے ہوتے تھے، اور اِنہی کے

بھیجے میں آگ جلا دی جاتی تھی تصویر نمبر ۲۵ میں ہم روٹی اور ٹکیاں پکانے کے مناظر پوری صفائی سے دیکھ سکتے ہیں۔

۲۱- خوشبودار تیل- یہ اس طرح بنائے جاتے تھے کہ روغنی پھلوں کو ایک بڑے ہاون میں رکھ کے کوٹتے تھے۔ دوسرے ہاون میں کوئی تیز خوشبو کی چیز کوٹتے تھے۔ جب دونوں الگ الگ خوب کٹ جاتے تو پہلے ہاون کا تیل اور دوسرے ہاون کی خوشبودار چیز، دونوں کو تیسرے ہاون میں خوب اچھی طرح گھونٹ کر ملا دیتے تھے۔ پھر کسی جانور کی چربی آگ پر پگھلا دیتے۔ اور اس چربی میں تیسرے ہاون کی سب چیزیں انڈیل کر ذرا ہلاتے، اور آگ پر سے ہٹا لیتے۔ اس طرح تیل تیار کرتے تھے مگر اسے تیل کے طور پر استعمال نہیں کرتے تھے۔ بلکہ پلاسٹر کے طور پر، کیونکہ تیل ٹھنڈا ہو کر گاڑھا ہو جاتا تھا۔ اور یہی گاڑھی چیز سر کے بالوں پر چپڑ دی جاتی تھی۔ تصویروں سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

۲۲- عطر- تصویروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصری عطر استعمال کرتے تھے۔ مگر قرع انبیق سے ناواقف تھے۔ وہ خوشبودار پھول ایک تھیلے میں بھر دیتے تھے۔ تھیلے میں دو کڑے لگے ہوتے تھے۔ ان میں دو لمبی لکڑیاں ڈال کر تھیلے کو دو مختلف سمتوں میں زور زور سے ہلاتے تھے۔ نیچے ایک برتن رکھا ہوتا تھا۔ اور پھولوں کا نچوڑ، تھیلے سے اس برتن میں گرتا رہتا تھا۔ اس طرح عطر تیار کرتے تھے کبھی اس عطر میں چربی بھی ملا دی جاتی تھی۔

۲۳- کپڑوں کی دھلائی۔ بہت پرانے زمانے میں مصری، میلے کپڑے اس طرح دھوتے تھے کہ پتھر پر بھیگے کپڑے رکھ کر لکڑی کی موگریوں سے کوٹتے تھے، لیکن جب تہذیب بڑھی تو یہ طریقہ ہو گیا کہ پہلے کپڑے، ٹھنڈے پانی میں بھگوئے جاتے تھے، پھر گرم پانی سے انہیں دھوتے تھے۔ مگر ایک جربی کے ساتھ، جو صابن کا کام دیتی تھی۔ پھر کپڑے دریا میں ڈال کر دھوئے جاتے تھے۔ اور انہیں نچوڑ کر ہوا میں پھیلا دیا جاتا تھا۔ مگر سوکھنے سے پہلے ایک لکڑی کے اوزار سے تمام شکنیں دور کر دی جاتی تھیں۔ یہ اوزار ہمارے زمانے کی استری کی جگہ پر تھا۔

۲۴- رسی بنانا- "ددرخما ہرا" نام کے ایک مصری کے مقبرے میں ایک تصویر ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ رسیاں کس طرح بٹی جاتی تھیں۔ اس تصویر میں ایک آدمی چھوٹی سی

چوکی پر بیٹھا ہے، جس کے تین پائے ہیں، اور رسّی کا ایک سرا اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہے۔ اسی کے مقابلے میں ایک اور آدمی کھڑا ہے، اور رسّی کا دوسرا سرا اسی کمر سے باندھے ہوئے ہے تاکہ اُس کے دونوں ہاتھ خالی رہیں اور اُس اوزار کو ہلا سکے، جس سے رسّی بٹی جارہی ہے وہ اوزار اس آدمی کے ہاتھ میں صاف نظر آرہا ہے۔ اصل میں رسّی یہی آدمی بٹ رہا ہے اور چوکی پر بیٹھا ہوا آدمی نئے ریشے، رسّی میں ملاتا جاتا ہے، اور یہ ریشے فوراً بٹ جاتے ہیں۔ تصویر میں دو تیار رسّیاں بھی دکھائی دے رہی ہیں۔ (تصویر نمبر ۲۶)

۲۵۔ رنگائی ۔ مصر میں سفید ہی نہیں رنگے ہوئے کپڑے بھی پہنے جاتے تھے۔ نیل، مصر میں چھٹے خاندان کے وقت سے عام طور پر مستعمل تھا، اور عجب نہیں، مصر ہی سے باقی دنیا میں پہنچا ہو۔ شاید اس رنگ کا نام "نیل" اس لئے ہوا کہ دریائے نیل کا پانی بھی نیلا سا معلوم ہوتا ہے۔

۲۶۔ بُننا ۔ مصر میں بہت ہی پرانے وقتوں سے کپڑا بُنا جاتا تھا۔ تصویروں سے یہ عجیب بات ظاہر ہوتی ہے کہ بہت قدیم زمانے میں بُننے کا کام صرف عورتیں کرتی تھیں، لیکن بعد میں یہ کام مردوں کے لئے خاص ہو گیا۔

۲۷۔ چٹائیاں ۔ مصر میں چٹائیوں کا استعمال عام تھا۔ کرسیوں کے نیچے چٹائیاں بچھاتے تھے، پورے کمرے میں بھی چٹائی کا فرش بچھا دیا جاتا تھا۔ چھتریاں بھی چٹائی سے بنتی تھیں۔ سفر کے لئے ایک خاص قسم کی چٹائی ہوتی تھی۔ یہ بہت نرم اور لچکیلی ہوتی تھی۔ مسافر اس میں اپنا اسباب باندھ لیتا تھا، اور رات کو اسے بچھا کر سو بھی جاتا تھا۔ یہ گویا موجودہ زمانے کا بستر بند تھا

۲۸۔ بیئر کی صنعت ۔ دوسری شرابوں کی طرح بیئر بھی مصری بڑے شوق سے بناتے تھے۔ اس کی ترکیب یہ تھی کہ جَو کے خوشے ایک دن تک پانی میں بھگوتے تھے۔ پھر ایک سوراخوں والے برتن میں خوشے رکھ کر دوبارہ بھگو دیتے اور چھوڑ دیتے۔ جب یہ سُوکھ جاتے تو اُن میں سے جَو نکال لیتے۔ پھر جَو کو کُوٹتے اور اُس میں خمیر ملا دیتے۔ پھر گوندھ کر روٹیاں بنا لیتے۔ روٹیاں پکائی جاتیں، مگر اس طرح کہ اندر کا گُودا کچّا ہی رہے۔ پھر ہر روٹی کاٹ کر چار ٹکڑے کر دیتے اور بڑے برتن میں میٹھے پانی کے ساتھ روٹیاں

چھوڑ دیتے، یہانتک کہ خمیر پیدا ہو جاتا۔ پھر روٹیاں ایک بڑی چھلنی میں ڈال دی جاتیں۔ چھلنی کے نیچے برتن ہوتا تھا۔ روٹیاں چھلنی میں زور زور سے ہلائی جاتی تھیں اور اُن کا رس نکل آتا تھا۔ رس کو ہانڈیوں مٹکوں میں بھر کر رکھ لیتے تھے اور جب چاہتے تھے پیتے تھے۔

۲۹۔ کشتی بنانا۔ مصر میں کشتی بنانے کا فن، زمانۂ تاریخ سے بھی بہت پہلے سے موجود تھا۔ کیونکہ غیر معلوم وقت کی تصویروں میں بھی کشتی دکھائی دیتی ہے خود مصر میں درخت کم تھے اور اب بھی کم ہیں اسلئے لکڑی باہر کے ملکوں خاص کر نوبیا اور شام سے حاصل کی جاتی تھیں۔ مصری حکومت اپنے مفتوح ملکوں سے جو خراج لیتی تھی اُس میں قیمتی لکڑی بھی ہوتی تھی۔ مصری اپنی کشتیاں بہت شاندار اور خوبصورت بناتے تھے۔ ہر قسم کی کشتیاں ہوتی تھیں سیر تفریح کی۔ نیل میں سفر کرنے کی۔ بوجھ اٹھانے کی۔ سمندر میں کام دینے کی۔ اور جنگی کشتیاں بھی۔ ایک کشتی تصویر نمبر ۲۷ میں دیکھئے۔

۳۰۔ چینی مٹی۔ مصری چینی مٹی بنانا اور اُس سے قسم قسم کی چیزیں تیار کرنی بھی جانتے تھے۔
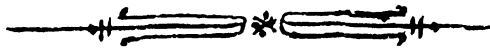
آٹھواں باب

مصری فن تعمیر

تمام فنون کی طرح فنِ تعمیر بھی ملک کی ضرورتوں اور ماحول کے مطابق ہوتا تھا۔ مصر کے دونوں طرف بھیانک ریگستان پھیلے ہوئے ہیں، جو خونخوار درندوں اور اُن سے بھی زیادہ خوفناک خانہ بدوش بدوؤں کے مسکن تھے۔ مصر ان ریگستانوں کے بیچ میں جنت کا نمونہ ہے۔ مصر کی زرخیزی دنیا بھر میں ضرب المثل ہے۔ سال میں چار چار فصلیں ہوتی ہیں اور بھرپور ہوتی ہیں۔ ریگستانی بدّو ہمیشہ اِسی فکر میں رہتے تھے کہ موقعہ پائیں اور مصر پر ٹوٹ پڑیں۔ مصری اپنی حفاظت کے لئے ہر وقت مجبور رہتے تھے۔ اِسی ماحول کا نتیجہ تھا کہ پُرانے زمانے کے فن تعمیر کی دو بنیادیں استوار ہوگئیں۔ زیادہ سے زیادہ عظیم الشان عمارت، زیادہ سے زیادہ مستحکم عمارت، اور زیادہ زیادہ آراستہ عمارت۔ عمارتوں کی عظمت و مضبوطی کا خیال۔ ریگستانی ماحول سے پیدا ہوا، اور آراستگی کا خیال خود مصر کی زرخیزی اور فطری خوشنمائی کا نتیجہ تھا۔

بہت سے یوربین مصنّفوں نے اعتراض کیا ہے کہ پُرانے مصری (اور آج کل کے مصری کسان اور غریب) اپنے گھروں میں کھڑکیاں نہیں رکھتے تھے۔ یہ اعتراض بے جا ہے۔ کیونکہ مصریوں کو اپنے گھروں میں زیادہ کھڑکیوں کی ضرورت ہی نہیں ہوتی تھی۔ مصر میں دھوپ تیز ہوتی ہے۔ ہمیشہ آسمان صاف رہتا ہے۔ کہیں برسوں میں برائے نام برسات ہوتی ہے۔ جس ملک کا موسم یہ ہو، وہاں گھروں میں بہت سی کھڑکیوں کی ضرورت نہیں ہوسکتی! دروازے ہی سے اتنی روشنی آجاتی ہے کہ گھر کی ہر چیز دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ پُرانے مصری، ہوا اور روشنی کے فائدوں سے ناواقف تھے، وہ اپنے گھر کے اُن کمروں میں، جو دروازے سے دور ہوتے ہوا اور روشنی کا سامان کرتے تھے۔ ایسے کمروں کی چھتوں میں کاٹ کر موکھے بنالیتے تھے

جن سے ہوا اور روشنی اندر آنے لگتی تھی۔
مصر کا موسم ایسا تھا کہ گھروں میں کم سے کم کھڑکیوں کی ضرورت ہوتی تھی۔
اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مصریوں نے اپنے گھروں کی دیواروں کو تصویروں سے سجانا شروع کر دیا۔
اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ہم اُن کے پُرانے تمدن سے بہت کچھ بے خبر رہتے۔ ہمیں پُرانے مصریوں کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اُنہوں نے اپنی دیواریں کھڑکیوں سے محروم رکھیں اور اُن پر ایسی تصویریں چھوڑ گئے، جن سے ہم انمول فائدے اٹھا رہے ہیں۔

مصری شہر

پُرانے مصر میں شہروں کی صورت و ترتیب کس طرح کی تھی؟ یہ بتانا مشکل ہے، کیونکہ اُس وقت کا کوئی شہر بھی اپنی اصلی حالت میں آج کل باقی نہیں ہے، پھر بھی ممفس کے کھنڈروں سے اور فرعون اخناتون کے نئے پایۂ تخت سے ہم مصری شہروں کا تصور کر سکتے ہیں۔ خوش قسمتی سے اخناتون کا پایۂ تخت جو برباد ہو چکا ہے ابتک ایسی حالت میں ہے کہ اُس کا نقشہ بتایا جا سکتا ہے۔
یہ تو ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ فرعون اخناتون نے پرانے مذہب سے بغاوت کی تھی، اور دیوتا امن کو چھوڑ کر دیوتا آتن کی پرستش کو رواج دیا تھا۔ مدتوں سے تھیبس مصر کا پایۂ تخت چلا آرہا تھا۔ اخناتون نے اسے بھی چھوڑ دیا۔ اور تل العمارنہ کے پاس اپنی نئی راجدھانی بنائی، جس کا نام "اَخت اَتون" تھا۔ مگر یہ شہر اخناتون کے مرتے ہی اُجڑ گیا۔ پھر کبھی یہاں آبادی نہیں ہوئی۔ اسی لئے اِس کے کھنڈروں میں تبدیلی نہیں ہوئی، اور وہ آج بھی اس حالت میں ہیں کہ اُس کی مدد سے شہر کا نقشہ بنا لیا جا سکتا ہے۔
"اَخت اتون" کی زیادہ تر عمارتیں، کچی اینٹوں کی تھیں۔ نیل کے مقابل ایک بڑی سڑک تھی اور ۱۲۰ فٹ چوڑی تھی۔ اِس سے اور کئی سڑکیں اور گلیاں پھوٹتی تھیں۔ بعض کشادہ تھیں اور بعض اتنی تنگ کہ دو گاڑیاں ایک ساتھ گزر نہیں سکتی تھیں شہر کا سب سے بڑا محلہ، شمالی حصے میں دیوتا رَا (سورج) کی ہیکل کے پڑوس میں تھا،

کیونکہ اسی حصے میں بڑی بڑی عمارتوں کے کھنڈر دکھائی دیتے ہیں۔ بڑی سڑک کے پورب میں خاص بادشاہ کے لئے ایک عمارت تھی اور پچھم میں بادشاہ کا سرکاری محل، دریا کے کنارے کھڑا تھا۔ پہلی عمارت کے پیچھے کتب خانہ یا توشہ خانہ تھا۔ اسی جگہ سے وہ تحریریں نکلی ہیں جو "تل العمارنہ کی دستاویزوں" کے نام سے مشہور ہو چکی ہیں۔ اس سے قریب ہی یونیورسٹی تھی۔ مصری زبان میں یونیورسٹی کو "زندگی کا گھر" کہتے تھے۔ اس نام سے ظاہر ہے کہ پرانے مصری، علم و حکمت کے کس قدر دلدادہ تھے، اور اُسے کتنی اہمیت دیتے تھے۔ یونیورسٹی کے پیچھے پولیس اور فوج کی بارگیں تھیں۔ شہر کے جنوبی محلے میں غریب غربا رہتے تھے، کیونکہ یہاں کے کھنڈر بتا رہے ہیں کہ گھر چھوٹے چھوٹے اور پاس پاس بنے ہوئے ہوتے تھے۔ (تصویر نمبر۱)

مصری گھر

نیل کا دریا ہر سال جب بڑھتا ہے، تو اپنے ساتھ کالی مٹی بھی لاتا ہے، اور یہ مٹی اُس کے دونوں طرف دُور تک جمتی رہتی ہے۔ ہمیشہ سے مصری کسان اِسی مٹی سے اپنے گھر بناتے آئے ہیں۔ پُرانے مصری کسانوں کے گھر اصل میں جھونپڑے ہوتے تھے۔ بہت معمولی اور بالکل بے رونق۔ مصری جھونپڑا عام طور پر آٹھ سے دس فٹ تک چوڑا، اور سولہ سے اٹھارہ فٹ تک لمبا ہوتا تھا۔ جھونپڑے کی دیواریں، کھجور کی شاخیں زمین میں گاڑ کر بنائی جاتی تھیں، اور شاخوں کے پتے اوپر کی طرف رہنے دیے جاتے تھے، تاکہ جھونپڑے کی سجاوٹ کا کام دیں۔ مصری جب متمدن ہوئے تو اُنہوں نے اس آرائش کی نقل اپنی بڑی بڑی عمارتوں میں کی، جیسا کہ تصویروں سے ظاہر ہے۔ کھجور کی یہ شاخیں یونہی رہنے نہیں دی جاتی تھیں بلکہ اُن پر مٹی کی لپائی کر دی جاتی تھی، اور دیواریں چار انچ سے ایک فٹ تک موٹی ہو جاتی تھیں۔ جھونپڑے کی چھت بھی کھجور کی شاخوں سے پاٹتے تھے اور اُس پر لپائی کر دیتے تھے۔ چھتیں بہت نیچی ہوتی تھیں۔ اتنی نیچی کہ آدمی سیدھا ہو کر کھڑا ہو، تو سر چھت سے ٹکرا جائے۔ کھڑکیاں نہیں ہوتی تھیں، البتہ بعض جھونپڑوں میں چھت پر ایک سوراخ چھوڑ دیا جاتا تھا، تاکہ دُھواں باہر نکلتا رہے

بعض جھونپڑے، کھجور کی شاخوں سے نہیں بلکہ بُردی پیڑ کے تنوں سے بنائے جاتے تھے۔ بُردی کے اوپری سروں پر گھنے ریشے ہوتے تھے، اور ہر سرے کے ریشے ایک خاص وضع سے باندھ کر اوپر چھوڑ دیے جاتے تھے، اور ان کے نیچے چھت ہوتی تھی۔ یہ کارروائی بھی آرائش کے خیال سے کی جاتی تھی۔ متمدن مصریوں نے اپنے کسانوں کی یہ آرائش بھی لے لی، اور اپنے محلوں اور عمارتوں میں اس سے بہت رونق پیدا کر دی (تصاویر نمبر ۲)

شہروں میں گھر زیادہ تر کچی اینٹوں کے بنتے تھے۔ اینٹیں اسی طرح قالبوں سے بنائی جاتی تھیں، جس طرح آج کل بنائی جاتی ہیں۔ ہمارے ملک کا ہوشیار مزدور دن بھر میں بارہ پندرہ سَو سے اٹھارہ سَو تک اینٹیں پاتھتا ہے۔ مصری مزدور کے کام کی رفتار بھی یہی تھی (تصویر نمبر ۳)

عام طور پر اینٹوں کی لمبائی، چوڑائی، مٹائی ۸ء۷×۳ء۴×۵ء۵ - انچ ہوتی تھی۔ اور بڑی اینٹیں ۱۵×۷ء۱×۵ء۵ - انچ ہوتی تھیں۔ فرعونی کارخانوں کی اینٹوں پر شاہی نشان ہوتا تھا۔ اور بڑے بڑے نجی کارخانے بھی ہر اینٹ پر سرخ رنگ میں اپنا نام ثبت کر دیا کرتے تھے۔ پکائی ہوئی اینٹوں کا رواج پرانے مصر میں نہیں تھا۔ مصر کی زمین میں سیلن بہت ہے، اسی لئے گھر بنانے کے لئے گہری زمین کھودی نہیں جا سکتی تھی۔ ۲ فٹ سے چار فٹ ہی تک گہری نیو ہوتی تھی۔ مگر اس پر بھی گھر بہت مضبوط رہتے تھے، کیونکہ اول تو مصر میں برسات گویا ہوتی ہی نہیں۔ پھر نیل کی لائی ہوئی مٹی کی اینٹیں بہت دیرپا ہوتی تھیں۔

نئے گھر جب پرانے گھروں کی بنیادوں پر بنائے جاتے تھے، تو بنیادیں کھودی نہیں جاتی تھیں۔ زمین کو برابر کر کے پرانی بنیادوں ہی پر نئی دیواریں کھڑی کر دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پرانے مصری شہر زمین کی سطح سے ساٹھ بلکہ اسّی فٹ تک اونچائی پر آباد تھے۔ کیونکہ اپنے سے پہلے کے شہروں کے کھنڈروں اور بنیادوں پر آباد ہوتے چلے گئے تھے۔ بعض مورخوں کا خیال ہے کہ مصریوں نے یہ کارروائی جان بوجھ کر کی تھی اور مصلحت یہ تھی کہ اُن کے شہر، دریائے نیل کی سطح سے زیادہ سے زیادہ اونچے رہیں تاکہ دریا کا

بڑھاؤ اُنھیں نقصان نہ پہنچا سکے۔
اونچی عمارتوں کی دیواریں، تین یا چار فٹ تک موٹی ہوتی تھیں۔ اور دیواروں کو مضبوط کرنے کے خیال سے اُن کے اندر بڑی بڑی لکڑیاں رکھدی جاتی تھیں تاکہ آپس میں ملی رہیں۔ موجودہ زمانے میں زلزلوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تعمیر کا جو طریقہ رائج ہوا ہے، کہا جاسکتا ہے اس کی ایجاد پُرانے مصری کر چکے تھے۔ بڑی عمارتوں کی دیواروں کا نچلا حصہ، عموماً پتھر کا ہوتا تھا، اور اوپر کا حصہ کچی اینٹوں کا۔
شہروں کے غریب لوگ زیادہ تر کھلی ہوا میں رہتے تھے، جیساکہ تمام گرم ملکوں کے غریب رہتے ہیں، لیکن امیروں کے گھر اس وضع سے بنائے جاتے تھے کہ گرمی میں ہوا خوب آتی رہے۔ مصری گھر عام طور پر کچی اینٹوں ہی کے ہوتے تھے، جیساکہ ہم بتا چکے ہیں، مگر امیروں کے گھروں پر چونے کی قلعی ہوتی تھی، اور انہیں سجانے میں معمار اپنا پورا کمال دکھا دیتے تھے۔ گھر کے دروازے یا پھاٹک پر کبھی لکھا جاتا تھا "حسین عمارت" کبھی اُس فرعون کا نام لکھا ہوتا تھا، جس کا نوکر، گھر کا مالک ہوتا تھا۔ ساتھ ہی نظر کو، حسد کو، اور شگون بد کو روکنے اور دور کرنے کی علامتیں بنادی جاتی تھیں۔ مندروں کی زیارت بڑے ثواب کا سبب سمجھی جاتی تھی۔ اسی لئے دروازے پر اس زیارت کی تصویریں بھی ضرور ہوتی تھیں۔
امیر اپنے گھر اپنے ذوق و پسند کے مطابق بنواتے تھے۔ اُن کے گھر عام طور پر دو منزلہ ہوتے تھے۔ بعض پُرانے مورخوں نے لکھا ہے کہ تھیبس میں تین، چار، بلکہ پانچ منزل کی عمارتیں بھی تھیں، مگر یہ قول بہت مشتبہ ہے۔ کیونکہ تصویروں سے ثابت ہے کہ تھیبس میں بھی سہ منزلہ عمارتیں تھوڑی ہی سی تھیں، اور چار منزل کی شاید ایک دو سے زیادہ عمارتیں نہ تھیں۔
عورتیں دن کو چھتوں پر بیٹھتی تھیں۔ نچلی منزل سے گودام کا کام لیا جاتا تھا۔ اس منزل کے کسی ایک کمرے میں دربان رہتا تھا، اور ایک دو کمرے ملاقات کرنے کے لئے خاص کر دیے جاتے تھے۔ اوپر کی منزل میں گھر والے ہی رہتے اور کام کرتے تھے۔ امیروں کے گھر شاہراہوں پر ہوتے تھے، یا اُن سے بالکل قریب۔ بعض گھروں میں آنے

جانے کے لئے کئی کئی دروازے ہوتے تھے۔ گھر کے دروازوں کے آگے برساتی ہوتی تھی۔ یا سایہ بان۔ جو دو کھمبوں پر کھڑا ہوتا تھا، اور اِن کھمبوں پر جھنڈے لہرا یا کرتے تھے۔ ہر امیر گھر کے ساتھ ایک باغ بھی ضرور ہوتا تھا۔ ایک مصری گھر کی تصویر ملاحظہ کیجئے۔ (تصویر ۴۷)

مصری گھروں کے دروازوں میں کبھی ایک ہی پٹ ہوتا اور کبھی دو ہوتے تھے، مصری قفل کا استعمال بھی جانتے تھے۔ مگر اُن کے قفل لکڑی کے ہوتے تھے۔ اگرچہ کنجیاں، لکڑی کے علاوہ لوہے اور دوسری دھاتوں کی بھی ہوتی تھیں۔ بعض کنجیاں ایسی بھی ملی ہیں، جو موجودہ زمانے کی کنجیوں کی طرح ہیں۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مصری قفل بنانے کی صنعت میں بھی بہت ترقی کر چکے تھے۔

مصری امیروں کے گھر ویسے ہی شاندار، آرام دہ، اور عیش و عشرت کے مقام تھے، جیسے ہمارے زمانے میں اکثر امیروں کے گھر ہیں (تصویر نمبر ۸ میں ایک مصری امیر کا محل آپ دیکھ سکتے ہیں)

فرعون کا محل

مصری امیروں کے گھروں سے فرعون کا محل کچھ مختلف ہوتا تھا۔ ہم فرعونی محل کا حال تفصیل سے لکھنا چاہتے ہیں:-

مدتوں یورپ کے ماہرینِ مصر اس وہم میں پھنسے رہے کہ جیسے سر بفلک اہرام ہیں، ویسے ہی فرعونوں کے رہنے کے محل بھی ہوں گے۔ اسی وہم کی وجہ سے اُنھوں نے ہر شاندار عمارت کے کھنڈر کو فرعون کا محل سمجھ لیا اور خیالی نقشے بنانے لگے۔ اس وہم سے اُنھوں نے اَقصر، کرنک، حابو، قرنہ کے مندروں کو بھی فرعونی محل یقین کر لیا۔ اور اسی سبب سے نپولین کے ساتھ آنے والے فرانسیسی اہل علم نے اَقصر کا نام ایجاد کیا، جو اُن کے خیال میں قصر (محل)، کی جمع تھا۔

ثابت ہو چکا ہے کہ فرعونوں کے محل بہت شاندار نہیں ہوتے تھے، اگرچہ ہر قسم کی دلچسپیاں اور عشرتوں کے سامان اپنے اندر رکھتے تھے۔ شاندار نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ فرعون کسی اور کے بنائے ہوئے محل میں رہنا اپنی بے عزتی سمجھتے تھے۔ ہر فرعون اپنے لئے خود محل بنواتا

تھا اور اپنے باپ کے محل میں رہنا بھی پسند نہ کرتا تھا۔ تخت نشین ہوتے ہی فرعون اپنے محل کے لئے نیل پر یا نیل کی کسی نہر پر زمین منتخب کرتا تھا اور جلد سے جلد محل تیار کرنے کا حکم دیدیتا تھا۔ سب سے پہلے باغ اور چمن لگائے جاتے۔ پھر اینٹیں پاتھی جاتیں اور انہی سے محل بننا شروع ہوجاتا تھا۔ فرعون کے محل میں پتھر کا استعمال کم ہوتا تھا، کیونکہ پتھر کاٹنے، اور ڈھو کر لانے میں دیر لگتی تھی اور فرعون کو اپنے محل کی جلدی ہوتی تھی۔ عام طور پر ایک سال میں محل بن جاتا تھا، اور فرعون اُس میں اُٹھ آتا تھا۔ بعد میں آہستہ آہستہ اُس کی آرائش مکمل کردی جاتی تھی۔

فرعون کے محل کی عمر بھی فرعون کی عمر کے برابر ہوتی تھی۔ فرعون کے مرتے ہی یا تو وہ اُجڑ جاتا تھا، یا اپنی رونق کھو بیٹھتا تھا، کیونکہ بعد کا کوئی فرعون اُس میں رہنا گوارا نہ کرتا تھا۔ لیکن اس پر بھی ہر فرعون کا محل بہت وسیع ہوتا تھا، بلکہ اُسے ایک چھوٹا سا شہر کہنا چاہئے، جس سے ملے ہوئے بہت سے گھر ہوتے تھے۔ اِن گھروں میں فرعون کے شاہزادے، شاہزادیاں، اور عملے کے لوگ رہتے تھے۔ فرعون کو پوری آزادی تھی کہ جتنی چاہے شادیاں کرے۔ اسی لئے اکثر فرعونوں کی اولاد بہت ہوتی تھی۔ فرعون رامسیس دوم کے تو ایک سو ستر بچے تھے۔ جن میں اُنسٹھ لڑکے تھے!

فرعونی محل کے ساتھ اُس کے خاندان، عملے اور سنتریوں ہی کے گھر نہیں ہوتے تھے، بلکہ غلہ بھرنے کی کوٹھیاں بھی بڑی تعداد میں ہوتی تھیں۔ مصر کا مالی نظام ویسا نہ تھا، جیسا آج کے زمانے میں ہے۔ مالگزاری، نقد کی صورت میں نہیں بلکہ پیداوار کی صورت میں وصول کیجاتی تھی، اور پیداوار کا بڑا حصّہ، فرعون کے محل میں چلا آتا تھا، کیونکہ یہاں کھانے والے بہت ہوتے تھے۔ اسی لئے ہر فرعونی محل کے ساتھ گداموں اور کوٹھیوں کی بھی قطاریں کھڑی رہتی تھیں

فرعون کے محل میں اُس کی خدمت کے لئے نوکروں اور غلاموں کی ایک پوری فوج ہوتی تھی۔ ایک گروہ کے لوگ "ہاتھ والے" کہے جاتے تھے۔ ان کا کام یہ ہوتا تھا کہ فرعون کے ہاتھوں کو صاف رکھیں۔ اُن کی ہر ممکن طریقے سے حفاظت کریں۔ ناخن کاٹیں!

ایک گروہ "عطاروں کا ہوتا تھا۔ اس کا کام یہ تھا کہ فرعون کے عطر کی دیکھ بھال اور حفاظت کریں۔ ساتھ ہی فرعون کے جسم پر خوشبو ملیں۔

ایک گروہ، فرعون کے تاجوں کی حفاظت پر مقرر ہوتا تھا۔ اس کا کام یہ بھی ہوتا تھا کہ ہر تقریب پر فرعون کے لئے وہ تاج ٹھیک کر دے، جو اُس تقریب میں پہنا جاتا تھا!

ایک گروہ کے ذمے توشہ خانہ تھا۔ اس گروہ میں بہت آدمی ہوتے تھے۔ کچھ کا کام یہ ہوتا تھا کپڑے کے اُن تھانوں کا انتظام رکھیں، جن سے شاہی لباس بنتا تھا۔ کچھ شاہی لباس کاٹتے اور سیتے تھے۔ کچھ شاہی کپڑے دھوتے اور اُن کی رکھوالی کرتے تھے۔

ساحروں کا بھی ایک گروہ شاہی محل میں ضرور رہتا تھا۔ اس کے علاوہ موسیقی اور ناچ کے طائفے ہوتے تھے۔ مصاحبوں کا گروہ بھی ہوتا تھا اور بادشاہ کو قصے سنانے والے بھی رہتے تھے۔

فرعون کا محل شاندار تو نہیں ہوتا تھا، مگر اُس میں دلچسپی اور عیش کی ہر چیز موجود رہتی تھی۔ کیونکہ جس طرح عام مصری، زندہ دلی اور شادمانی کے ساتھ رہتے تھے، اُسی طرح فرعون بھی زندگی کا پُورا پُورا لُطف اٹھانا چاہتے تھے۔ پُرانے مصری مقبروں پر اب تک ایسی تصویریں باقی ہیں، جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ فرعون اپنے محلوں میں فرصت کے اوقات کس طرح گزارتے تھے۔ ان متفرق تصویروں کو ملا کر نمبر (۶) کی تصویر بنائی گئی ہے اور دیکھنے کے لائق ہے۔

گڑھیاں اور قلعے

پُرانے مصریوں نے اپنے اکثر شہروں، قصبوں گاؤں کو مضبوط چار دیواریوں سے گھیر رکھا تھا۔ یہ اس لئے کہ اندرونی شورشوں کے علاوہ صحرا کے بدوؤں سے بچاؤ کا بندوبست کرنا ضروری تھا۔ بدو ہمیشہ تاک میں لگے رہتے تھے کہ موقعہ پائیں اور کسی نہ کسی مصری آبادی پر ٹوٹ پڑیں۔

اب تک جتنے قلعوں کا پتہ چلا ہے، اُن میں سب سے زیادہ پُرانے قلعے وہ خیال کئے جاتے ہیں جن کے کھنڈر ابی دوس اور کاب میں موجود ہیں۔ ابی دوس، نخلستانوں کی شاہراہ پر واقع تھا۔ یہاں ازیرس کا مندر بھی تھا۔ جغرافی موقعہ اور مندر کی وجہ سے یہ مقام بہت آباد و خوش حال ہو گیا تھا۔ اور ریگستان کے بدو بار بار اسے لُوٹ لیجاتے تھے

اِسی لیئے ضرورت پڑی کہ یہاں ایک مضبوط قلعہ بنایا جائے۔
یہ قلعہ بھی کچی اینٹوں کا تھا۔ ایک سو ستر میٹر لمبا اور پچھتر میٹر چوڑا تھا۔ شمال اور جنوب میں لمبائی تھی اور مشرق و مغرب میں چوڑائی شمالی مغربی گوشے کے قریب اصل پھاٹک تھا اور چھوٹے دروازے بھی تھے:۔ ایک جنوبی دیوار میں، دوسرا مشرقی دیوار میں۔ دیواریں آٹھ سے بارہ میٹر تک اونچی، اور دو میٹر تک چوڑی تھیں۔
دیواریں ایک خاص طریقے سے بنائی گئی ہیں، جس سے فنِ تعمیر میں مصریوں کی ترقی کا ثبوت ملتا ہے۔ ہر دیوار میں اینٹیں کئی طرح لگائی گئی ہیں۔ کہیں سیدھی ہیں، کہیں کھڑی ہیں، کہیں بینڈی ہیں، اور کہیں اُن سے ڈاٹیں بنا دی گئی ہیں۔ یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا گیا تھا کہ بنیادوں پر زیادہ بوجھ نہ پڑے، اور دیواریں زلزلوں کا مقابلہ کر سکیں۔
پانچویں خاندان کے زمانے میں اِس قلعے پر ابی دوس کے نوابوں نے قبضہ کر لیا اور اُسے قبرستان بنا دیا۔ اس طرح اس کی جنگی پوزیشن ختم ہوگئی۔ اس قلعہ کا آج کل نام "کُوم السُّلطان" ہے۔
یہیں ابی دوس میں "کُوم السّلطان" سے تھوڑے فاصلے پر ایک اور قلعے کے کھنڈر موجود ہیں، اور "شُونَۃُ الزبیب" کے نام سے پُکارے جاتے ہیں۔ یہ قلعہ بارہویں خاندان کے زمانے میں تعمیر کیا گیا تھا تاکہ پہلے قلعے کا قائم مقام ہو، مگر یہ بھی بربادی سے بچ نہ سکا۔ اگر رامسس فرعونوں کے زمانے میں ابی دوس خود اُجڑ نہ جاتا تو یہ قلعہ بھی قبرستان بن جاتا اور اس کی صورت بھی پہچانی نہ جاتی۔
پُرانے مصریوں کے پاس ایسے اوزار نہیں تھے کہ قلعے کی دیواریں ڈھا سکیں۔ زیادہ سے زیادہ اُن کے بس میں یہ تھا کہ دیواروں میں نقب لگائیں یا دروازے توڑ کر اندر گھس جائیں یا پھر سیڑھیاں لگا کر قلعے کے اندر اُتریں۔ "شونۃ الزبیب" قلعے کے بنانے والوں نے اِن سب کارروائیوں کو روکنے کا پورا پورا بندوبست کیا تھا۔ اس قلعے کی دیواریں انھوں نے پورب پچھم میں ایک سو چالیس میٹر لمبی رکھی تھیں، اور اُتر دکھن میں پچاسی میٹر۔ دیواروں کی اونچائی پندرہ میٹر تھی۔ اس وقت بارہ میٹر باقی ہیں

یہ دیواریں اپنی بنیادوں کے پاس سات میٹر سے زیادہ موٹی تھیں۔
پُرانے مصری خندقیں کھود کر قلعے کو مضبوط کرنا بھی نہیں جانتے تھے، لیکن اس کمزوری کا اُنھوں نے یہ تدارک کر دیا تھا کہ قلعے کی اصلی دیواروں کے آگے کئی اور دیواریں بنا دیتے تھے، تاکہ دشمن آسانی سے قلعے تک نہ پہنچ سکے۔ یہ بیرونی دیواریں عام طور پر چھ میٹر اونچی ہوتی تھیں، اور قلعے کی اصلی دیواروں سے تین میٹر دور ہوتی تھیں۔
لیکن اس احتیاط پر بھی قلعے کا پھاٹک پوری طور پر محفوظ نہ تھا۔ اسی لیے وہ سیدھے اور نقلی بہت سے دروازے قلعے کی دیوار کی محافظ دیواروں میں بناتے تھے۔ ایسے دروازے بھی بناتے تھے، جو اصلی نہیں ہوتے تھے بلکہ دشمن کو دھوکہ دینے اور جال میں پھانسنے کے لئے بنا دیئے جاتے تھے۔
سَمنَہ اور قُمنہ میں بھی دو گڑھیاں بنائی گئی تھیں۔ اور یہ گڑھیاں، مصری انجنیروں کے کمال کا بہت اچھا نمونہ ہیں۔ سَمنَہ اور قُمنہ نوبیا میں نیل کے دوسرے شلال کی چٹانوں کے پاس دو مقام تھے۔ فرعون سَنوسَرت سوم نے نیل پر قبضہ مضبوط کرنے اور جنوب سے آنے والے زنگیوں کی کشتیوں پر اقتدار قائم رکھنے کے لئے ان دونوں مقاموں میں گڑھیاں اور چار دیواریاں تعمیر کرائی تھیں۔ سمنہ کی شاندار گڑھی کے کھنڈر ابھی تک موجود ہیں۔ اُنہی کی مدد سے تصویر نمبر (۷) بنائی گئی ہے تصویر دیکھئے اور مصری انجنیروں کو داد دیجئے۔
اٹھارویں خاندان اور بعد کے زمانے میں مصریوں نے جب ایشیائی علاقوں پر دھاوے کئے تو دیکھا کہ ملک شام کے قلعے، مصری قلعوں سے مختلف ہیں اور زیادہ مُفید ہیں، چنانچہ شامی قلعوں کی وضع کے قلعے مصر میں بھی تعمیر ہونے لگے۔ اِن قلعوں کی دیواروں پر بُرج ہوتے تھے، اور دیواروں کا اوپری حصہ، ٹھوس پتھروں کا ہوتا تھا۔ تصویر نمبر (۸) میں ایک ایسا ہی قلعہ دکھایا گیا ہے۔
اُنیسویں خاندان کے وقت سے ہم دیکھتے ہیں کہ نیل کے دلتا کے مشرقی علاقے کے گرد بُرجوں والی چار دیواری کھڑی کر دی گئی تھی۔ یہ اس لئے کہ ایشیائی حملہ آوروں سے مصر کو بچانا تھا۔ ساتھ ہی مصریوں نے ایشیائی قوموں سے قلعوں کی وہ وضع

بھی لے لی جو "ماگا دیلو" کہلاتی تھی، اور مصر میں اس کا نام "ماکا تیلو" ہوگیا۔ اگر رامسس سوم ایشیائی قوموں پر اپنی فتوحات کی یادگار قائم کرنے کا خیال نہ کرتا تو اس وضع کے قلعوں سے ہم بالکل ناواقف رہ جاتے۔ رامسس سوم نے اسی طرز کا قلعہ شہر جابو میں تعمیر کیا تھا۔ دیکھئے تصویر نمبر (۹) ایک اور تصویر میں مصری قلعہ بھی موجود ہے اور اُس کے نیچے مصری فوجیں قواعد کر رہی ہیں (تصویر نمبر ۱۰)

مندر

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مصر کے باشندے بُت پرست تھے۔ اور ہر گاؤں کا اپنا الگ دیوتا ہوتا تھا۔ مگر آہستہ آہستہ بعض مقامات کے دیوتا زیادہ مشہور ہو گئے۔ ظاہر ہے اِن مشہور و مقبول دیوتاؤں کی پوجا کے لئے مندر بھی بنائے گئے ہوں گے۔ مگر زمانۂ تاریخ سے پہلے کے تمام مندر مٹ چکے ہیں، کیونکہ لکڑی یا پھونس کے ہوتے تھے۔ مورخوں کا خیال ہے کہ ہیلو پولیس، ممفس، ابی دوس، اور تھیبس میں دیوتاؤں کی پرستش دس ہزار برس پہلے سے ہوتی تھی۔

پھر تاریخی زمانے کے بھی اکثر مندر غائب ہو چکے ہیں۔ اس وقت جو مندر موجود ہیں وہ بطلیموسی زمانے کے ہیں، یا اُس سے کچھ پہلے کے۔ پُرانے مندروں میں سب سے زیادہ قابل ذکر مندر وہ ہے، جو پانچویں خاندان کے ایک فرعون نی اوسر رانے دیوتا را (سورج) کی پوجا کے لئے مشہور مقام ابوصیر کے قریب، ابوجراب میں تعمیر کیا تھا۔ اس مندر میں بہت کشادہ کھلا ہوا آنگن تھا، جس کے پچھلے حصے میں ایک چبوترا سا بنا یا گیا تھا، اور اس چبوترے پر دیوتا را کے نشان کے طور پر ایک لاٹ کھڑی کر دی گئی تھی۔ یہ لاٹ اب باقی نہیں ہے۔ لاٹ سے مندر کے دروازے تک راستے اور کمرے تھے۔ سب کے سب چھت والے تھے، اور صحن کے جنوب میں واقع تھے۔ لاٹ کے سامنے سنگ مرمر کی پانچ چٹانوں سے بنی ہوئی عظیم الشان قربان گاہ تھی۔ لاٹ کے شمال میں ایک اور قربان گاہ بھی تھی۔ شاید پہلی قربان گاہ دیوتا را کے لئے تھی، اور دوسری، دیوی ہاتور (گائے) کے لئے۔ دیکھئے تصویر (نمبر ۱۱)

اس مندر سے بھی زیادہ پُرانے مندر وہ ہیں جو اہراموں کے اطراف میں دریافت کئے گئے ہیں۔ یہ اہرامی مندر، تیسرے اور چوتھے خاندانوں کے وقت کے ہیں۔

بعد کے زمانوں میں جو مندر تعمیر ہوئے اور جن کے کھنڈر آج تک باقی ہیں، وہ بہت شاندار تھے۔ اقصر میں ایک مشہور مندر ہے اور اس پر ہم سرسری نگاہ ڈالنا چاہتے ہیں:۔

رامسیس دوم نے یہ عظیم الشان عمارت، دیوتا آمن کے نام پر بنائی تھی۔ عمارت کے آگے اس فرعون کے چھ اسٹیچو کھڑے تھے۔ دو میں اُسے بیٹھا ہوا دکھایا گیا ہے، اور چار میں کھڑا۔ ان میں سے اب دو ہی اسٹیچو باقی ہیں، جن میں فرعون بیٹھا ہے۔ ہر اسٹیچو پندرہ فٹ لمبا ہے (ان دونوں اسٹیچوؤں کے سامنے قیمتی پتھروں کی دو لاٹیں تھیں، ایک باقی ہے، اور دوسری پیرس کے ایک میدان کی زینت بن گئی ہے۔)

عمارت کے دونوں برجوں پر رامسیس دوم کی اُس جنگ کے مناظر نقش کر دیے گئے تھے جو اُس نے حیتیون کے بادشاہ سے شام میں کی تھی۔ اکثر نقش مٹ چکے ہیں۔ پھر بھی بہت کچھ باقی ہیں۔ داہنے (مغربی) بُرج پر فرعون کو اس حال میں دکھایا گیا ہے کہ وہ اپنے جنرل اسٹاف کی صدارت کر رہا ہے اور سپہ سالار اُس کے سامنے بیٹھے ہیں۔ فرعونی فوج کا پڑاؤ بھی دکھایا گیا ہے جس میں سپاہیوں کے ذرعے (لوہے کے کرتے) ایک قطار میں پاس پاس رکھے ہیں۔ یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ حیتیون کی فوج پڑاؤ پر حملہ کر رہی ہے، اور فرعون اپنی رتھ پر سوار لڑنے جا رہا ہے۔ بائیں (مشرقی) برج پر اصلی لڑائی دکھائی گئی ہے، فرعون دشمنوں پر تیر برسا رہے ہیں جو نیزے تانے اُسے گھیر لینا چاہتے ہیں۔ (تصویر نمبر ۱۲)

اس کے بعد میدان میں مُردوں اور زخمیوں کے ڈھیر نظر آتے ہیں۔ حیتیون کی فوج بھاگ کر قادشس کے قلعے میں جا رہی ہے، اور قلعے سے دُور حیتیون کا بادشاہ اپنی رتھ پر دکھائی دیتا ہے۔ اُسے اس کا باڈی گارڈ گھیرے ہوئے ہے اور بادشاہ "اعلیٰ حضرت فرعون کے ڈر سے کانپ رہا ہے!"

بُرجوں پر جھنڈے لگانے کی جگہیں بھی موجود ہیں۔ بُرجوں کے بیچ کا دروازہ گر چکا ہے۔ دروازے کے اندر وسیع میدان ہے، اور میدان کے چاروں طرف غلام گردشیں ہیں اور بڑی شکل کے

کھمبوں پر کھڑی ہیں۔ رامسیس دوم کا یہ مندر اپنی اصلی حالت میں کیسا تھا؟ تصویر نمبر ۱۳ میں دیکھئے۔

چینی اور بُدھ مذہب والوں کی طرح پُرانے مصری بھی پہاڑ کی چٹانیں کاٹ کر اپنے مندر بناتے تھے، لیکن اب تک ایسے جتنے مندر دریافت ہوئے ہیں، اٹھارہویں خاندان کے زمانے کے ہیں یا اور بعد کے۔ اس سے پہلے کا ایسا کوئی مندر ابھی تک ظاہر نہیں ہوا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگلے زمانوں میں ایسے مندر نہیں ہوتے تھے۔ ممکن ہے آئندہ بہت پرانے وقتوں کے بھی ایسے مندر نکل آئیں۔

پہاڑ کاٹ کر جو مندر بنائے گئے ہیں، اُن میں سے ایک اہم مندر، ملک نوبیا میں ہے اور دیوی ہاتور کے لئے بنایا گیا تھا۔ آج کل اس مندر کا نام "ابوسمبل" کا مندر ہے۔ یہ مندر بھی رامسیس دوم نے بنوایا تھا۔ اس مندر کی دو تصویریں ملاحظہ کیجئے (تصویر نمبر ۱۴۔ اور تصویر نمبر ۱۵ و ۱۶)

مقبرے

دُنیا کی کسی قوم نے اپنے مُردوں کا ویسا اہتمام نہیں کیا، جیسا اہتمام پُرانے مصریوں کو اپنے مُردوں کا تھا۔ ہم بتا چکے ہیں کہ مصری، روح کے دائمی بقا کے قائل تھے، بشرطیکہ مُردے کی لاش محفوظ رہے، اور وہ سب سامان بھی مہیا ہوتا رہے، جو اُن کے خیال میں روح کے لئے ضروری تھا۔ اپنے اسی عقیدے کی وجہ سے اُنہوں نے لاش کو ممی کرنے کا طریقہ ایجاد کیا، اور اسی عقیدے کی وجہ سے نہایت ہی مضبوط و مستحکم مقبرے بنانے کا اُن میں خیال پیدا ہوا۔

زمانۂ تاریخ سے بہت پہلے بھی جب غالباً مصری متمدن نہیں ہوئے تھے، اپنے مُردے دفن کرتے تھے، مگر اُس زمانے میں قبریں بہت سادہ ہوتی تھیں، محض بیضاوی یا گول گڑھے ہوتے تھے، جن میں مُردوں کو گاڑ دیا جاتا تھا یہ گڑھے عام طور پر دو میٹر گہرے ہوتے تھے۔ مُردوں کو اندر رکھ کر اوپر سے ریت ڈال دیتے تھے۔ شروع شروع اِن قبروں یا گڑھوں پر کوئی عمارت نہیں بنائی جاتی تھی، لیکن پہلا شاہی خاندان شروع

ہونے سے پہلے ہی قبروں پر کچی اینٹوں کی معمولی عمارتیں بنائی جانے لگی تھیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ہوا کہ لاش پر پہلے گیلی مٹی چڑھا دیتے تھے۔ پھر اوپر سے قبر میں ریت بھر دیتے تھے، گڑھے تنگ ہوتے تھے، اس لئے مُردے کو اکڑوں بٹھا کر بائیں پہلو پر لٹا دیتے تھے۔ اور اُس کا سر اُتر یا دکھن کی طرف موڑ دیتے تھے۔ یہ دفن کی سب سے پُرانی شکل تھی، لیکن ایک قبر میں ہڈیاں بکھری ہوئی بھی ملی ہیں۔ (تصویر نمبر ۱۷)

بعض اوقات لاش کو ہرن کی کھال میں لپیٹ کر دفن کرتے تھے، یا ایک ایسی چیز میں جو چٹائی کی صورت کی ہوتی تھیں۔ ایسی قبریں بھی دریافت ہوئی ہیں جن میں لاش کی ہڈیاں الگ الگ ہوگئی ہیں۔ مگر یہ ہڈیاں مٹی کی بڑی ہانڈی میں بند تھیں، جس کے نیچے پائے تھے، اور جس کے اوپر چھوٹا سا سوراخ کھلا ہوا تھا۔ بعض قبروں سے مٹی کے لمبے صندوق نکلے ہیں جن میں ہڈیاں بند تھیں۔ زمانۂ تاریخ سے بھی پہلے کی اِن مصری قبروں میں مٹی کے برتن ملتے ہیں، جن میں روح کے لئے کھانا رکھا گیا تھا۔ اِس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مصری بہت ہی قدیم زمانے سے روح کی بقاء کے قائل تھے، مگر یہ عجیب بات ہے کہ تمدن کی ترقی کے ساتھ اُن کے مذہب نے ترقی نہیں کی، جیسا کہ اُس باب سے صاف ظاہر ہے، جس میں ہم نے مصری مذہب پر گفتگو کی ہے۔

شاہی خاندان شروع ہونے سے پہلے طینہ کے سرداروں نے اپنے دفن کے لئے وہ ریتیلی زمین منتخب کی تھی، جو ایک پہاڑ کے نیچے واقع ہے اور ہمارے زمانے میں آبودوس کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں کی قبریں، بڑے بڑے لمبے گڑھے ہیں۔ ان کی لمبائی پانچ میٹر، چوڑائی سات میٹر، اور گہرائی تین میٹر کے قریب ہے۔ ان قبروں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ریت سے لاش کو بچانے کے لئے قبر کے اندر کچی اینٹوں کی دیواریں بنائی گئی ہیں۔ دیواروں پر لکڑیاں چُن دی گئی ہیں اور اوپر سے مٹی ڈال کر قبروں کو بالکل چھپا دیا گیا ہے۔

'بودوس کے بڑے سرداروں یا "بادشاہوں" کی قبریں، عام قبروں سے ممتاز ہیں۔ اِن میں صرف دیواریں ہی نہیں ہیں، بلکہ قبر کی زمین پر فرش بھی بچھایا گیا ہے۔ اِسی قدر نہیں، قبر میں اُترنے کے لئے زینہ بھی بنایا گیا ہے، اور قریب میں کئی چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں ہیں، جن میں کھانے، اناج، میوے اور شرابیں وغیرہ رکھی جاتی تھیں۔

چبوترے

ممفس میں جب بادشاہی قائم ہوئی، تو مصری تمدن بڑھا اور قبروں کی شکل بھی بدل گئی۔ ممفس کا قبرستان اتنا بڑا تھا کہ دنیا میں اُس سے بڑا کوئی قبرستان نہیں ہوا۔ یہ پندرہ میل سے زیادہ لمبا اور دو سے ڈھائی میل تک چوڑا تھا۔ اس میں صرف ممفس کے کے، جو اُس وقت مصر کا سب سے بڑا شہر تھا، اور اُس کے مضافات کے مُردے دفن ہوتے تھے۔ ایسے عظیم الشان قبرستان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خود پایۂ تخت ممفس کتنا بڑا ہوگا۔

ممفس کی قبریں، چبوتروں کی شکل پر ہوتی تھیں۔ اب تک بہت سی باقی ہیں اور دیکھی جا سکتی ہیں۔

یہ چبوترے ایک ہی قد و قامت کے نہیں ہوتے تھے۔ بعض کی اونچائی دس سے تیرہ میٹر تک ہوتی تھی، اور لمبائی پچاس میٹر اور چوڑائی سترہ میٹر، اور بعض صرف تین میٹر اونچے اور آٹھ میٹر لمبے ہوتے تھے۔

چبوترے، کچی اینٹوں کے بھی ہوتے تھے اور پتھر کے بھی، اینٹیں ایک قسم کی نہیں ہوتی تھیں۔ بعض کا رنگ پیلا ہوتا تھا۔ اور مٹی، کنکر اور ریت کو ملا کر بنائی جاتی تھیں۔ ایسی اینٹیں چھوٹی ہوتی تھیں۔ بڑی اینٹیں مٹی اور بھس کو ملا کر بنائی جاتی تھیں۔ پتھر بھی مختلف قسم کے استعمال کیے جاتے تھے۔

ہر چبوترے کے لئے ضروری تھا کہ اُس کی دیواریں، چاروں سمتوں کی طرف ہوں، اور اُس کا اصلی محور، شمال سے جنوب کی طرف جائے، لیکن اُس زمانے کے معماروں نے پوری توجہ سے کام نہیں لیا، اسی لئے چبوتروں کا چاروں سمتوں کی طرف رُخ نامکمل رہ گیا ہے۔

شہر جیزہ میں جو چبوترے موجود ہیں، وہ بڑے قاعدے و ترتیب سے بنائے گئے ہیں، قطار در قطار ہیں، اور ہر دو قطاروں کے بیچ میں سیدھی سڑکیں ہیں (تصویر نمبر ۱۸)

لیکن سقارہ، ابی صیر، اور دہشور کے چبوترے بغیر کسی ترتیب کے ہیں، مگر ایک بات سب چبوتروں میں مشترک ہے، یعنی اُن کے دروازے شمال کی طرف ہیں یا جنوب کی

طرف، اور یہ اس لیے کہ مصری اپنے مقبروں کے دروازے مغرب کی طرف کبھی نہیں بناتے تھے۔

چبوترے کے نیچے بہت سے کمرے یا کوٹھریاں ہوتی تھیں۔ سب سے زیادہ گہرائی پر، جسے کنواں کہنا چاہئے، وہ کوٹھری، یا یوں کہئے کہ قبر ہوتی تھی، جس میں لاش رہتی تھی۔ دوسری کوٹھریاں، روح کی ضرورتیں رکھنے کے لئے بنائی جاتیں تھیں۔ ایک کوٹھری یا کمرہ اس غرض سے ہوتا تھا کہ مردے کے رشتہ دار اور مذہبی پیشوا اس میں آکر بیٹھیں، اور مردے کے لئے مذہبی رسمیں ادا کریں۔ چبوترے میں دو دروازے ہوتے تھے:۔ ایک مُردے کی رُوح کے لئے۔ دوسرا زندوں کے لئے پہلا دروازہ اصل میں ایک بڑا سوراخ سا ہوتا تھا، جس کی لمبائی چوڑائی سے زیادہ ہوتی تھی۔ دوسرا دروازہ البتہ اتنا بڑا ہوتا تھا کہ آدمی، چبوترے کے نیچے کے کمروں میں جا سکے۔ قبر کی کوٹھری تک پہنچانے والے راستے یا سُرنگ کو بڑی ہشیاری سے بند کردیا جاتا تھا تاکہ دشمن یا چور اندر نہ جا سکے۔ اس سُرنگ میں بڑی کثرت سے مورتیاں رکھدی جاتی تھیں، اور اس کی دیواروں پر طرح طرح کی تصویریں بنائی جاتی تھیں۔ یہ تصویریں اور مورتیاں کس لئے ضروری سمجھی گئی تھیں؟ یہ ہم پہلے ایک باب میں بیان کرچکے ہیں۔

اہرام

یہ چبوترے ہی اصل میں مصر کے شہرۂ آفاق اہراموں کے جدامجد ہیں، اور اب ہم چبوتروں کو چھوڑ کر خود اہراموں پر ایک نظر ڈالتے ہیں:۔

مصر میں قبروں پر چبوترے بنانے کا رواج عام ہوچکا تھا۔ اتفاق سے تیسرے خاندان کے ایک فرعون، زوسر کو خیال پیدا ہوا کہ قبر کے ایک چبوترے پر کئی چبوترے بنائے جائیں، اور اوپر کا ہر چبوترہ اپنے نیچے کے چبوترے سے چھوٹا رہے۔ اس خیال نے مصر کے فن تعمیر میں انقلاب پیدا کر دیا، اور سب سے پہلے سقارہ کا مشہور ہرم. سورج نے دیکھا، جسے ہم اصلی اہرام اور چبوتروں کے بیچ کی کڑی کہہ سکتے ہیں۔ اہرام کی مکمل شکل

سب سے پہلے دھشور کے ایک ہرم میں دکھائی دیتی ہے، جسے فرعون سَن فُرو نے بنوایا تھا۔
ہَرَم یا اہرام کا نام کہاں سے آیا؟ مورخوں کا اختلاف ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ اس وضع کی عمارت کا نام اصل میں قبطی زبان کا لفظ "بی راما" ہے۔ جس کے معنی اونچائی کے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں، اس کا اصلی نام، پُرانی مصری زبان کا لفظ "بر۔ام، اوس" ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ایسی عمارت جس کے پہلو نیچے کی طرف جاتے ہیں، یونانیوں نے یہی پُرانا مصری لفظ لے لیا اور ہرم کو "براہیس" کہنے لگے اور اُس کی جمع کے لئے "برامیدس" کا لفظ بولنے لگے۔ یہی یونانی لفظ یورپین زبانوں میں کچھ تحریف کے ساتھ رائج ہوگیا۔ چنانچہ انگریزی میں PYRAMIDS کہتے ہیں، اور فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں PYRAMIDE کہتے ہیں۔ عربی نام کی وجہ تسمیہ معلوم نہیں۔ لیکن خیال ہوتا ہے کہ عربوں نے جب بڑا اہرام دیکھا، تو اُس کا نام "ہَرَم" دیا، جس کے معنی بہت ہی زیادہ بُڑھاپے کے ہیں۔ پھر اس لفظ کی جمع اہرام ہوگئی اور جمع الجمع اہرامات بن گئی۔

دریائے نیل کے مغربی کنارے پر اور صحرا لیبیا کے مُنہ پر کسی قدر بلند ایک میدان پچیس میل کا لمبا پھیلا ہوا ہے۔ اسی میدان پر، ابورواش، جیزہ، زاویۃ العُریان، ابوصیر، سقارہ، لشت، اور دھشور کے اہرام کھڑے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اہرام، لاہون اور ہوارہ (فیوم) میں بھی پائے جاتے ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور اور سب سے بڑے اہرام تین ہیں، اور جیزے میں موجود ہیں۔ ان تینوں میں زیادہ عظیم الشان وہ ہرم ہے، جسے فرعون خوفو نے بنایا تھا، اور جو دنیا کے سات عجائبات میں شمار کیا جاتا ہے۔

اہرام کیوں بنائے گئے؟

تاریخ کے باوا آدم یعنی مورخ ہیرودت کے وقت سے تمام مورخ یہی کہتے چلے آئے ہیں کہ مصر کے اہرام حقیقت میں عظیم الشان مقبرے ہیں، اور یہ کہ ان کے اندر لاشیں پائی گئی تھیں، جب پہلے پہل اُنھیں کھولا گیا تھا، لُوٹ اور چوری کے لئے ہو یا تحقیقات کے لئے مشہور عرب مورخ، ابومحمد بن عبدالرحیم، خوفو کے ہرم کے اندر داخل ہوا تھا، وہ اپنی کتاب "تحفۃُ الالباب" میں لکھتا ہے:۔

"مامون (الرشید) نے وہ بڑا ہرم کھولا تھا، جو فسطاط (قدیم عربی پایۂ تخت) کے مقابل موجود ہے۔ میں اس ہرم کے اندر داخل ہوا۔ میں نے ایک قبہ دیکھا جو نیچے تو مربع تھا مگر اوپر گول تھا۔ یہ قبہ بڑا ہے۔ اس کے بیچ میں ایک کنواں ہے، اور یہ کنواں بھی مربع ہے۔ آدمی جب نیچے اُترتا ہے تو اس مُربع کنوئیں کے ہر طرف ایک دروازہ دیکھتا ہے۔ ہر دروازہ ایک بڑے کمرے میں پہنچاتا ہے، جہاں آدمیوں کے مُردے رکھے ہیں اور اُن میں سے ہر ایک بہت سے کفنوں میں لپٹا ہوا ہے۔ ہر مُردے پر سَو تھانوں سے زیادہ لپٹے ہوئے ہیں۔ (ضرور ممی کے کپڑے مُراد ہیں) یہ سب زمانے کی درازی سے سڑ کر کالے پڑ گئے ہیں یا پھر یہ اس لئے کالے ہو گئے ہیں کہ اِن پر کوئی مسالا لگا دیا گیا ہے۔ مُردوں کے جسم ہمارے جسموں ہی جیسے ہیں۔ ہم سے زیادہ لمبے نہیں ہیں۔ آدمی ان لاشوں کو غور سے دیکھے، تو اِن میں ذرا خرابی نہ پائے گا۔ بالکل اصلی حالت میں ہیں۔ بال تک نہیں گرے ہیں۔ ان لاشوں میں کسی بوڑھے کی لاش نہیں ہے۔ سب جوان ہیں۔ سب کے بال کالے ہیں۔ سب کے جسم طاقتور معلوم ہوتے ہیں۔ اگرچہ پرانے ہو جانے کی وجہ سے اِنھیں راکھ کا ڈھیر سمجھنا چاہیئے۔"

ایک اور عرب مورخ لکھتا ہے:۔

"جب مامون ناقابلِ بیان مشقتوں کے بعد بڑے ہرم کے کھولنے میں کامیاب ہو گیا، تو اس کے اندر خوفناک سُرنگیں اور زینے دکھائی دیئے۔ جن میں جانا اور جن پر چڑھنا بہت ہی مشکل تھا۔ اندر ایک گھر دکھائی دیا (فرعون کے تابُوت کا کمرہ مراد ہے) اس گھر کے بیچ میں رُخام کا زبردست تابُوت بنا۔ تابُوت کا ڈھکنا کھولا گیا، تو اندر ایک سڑی گلی لاش دکھائی دی۔ اس پر مامون نے اور زیادہ کھدائی روک دی۔"

عرب مورخ بھی اہراموں کو مقبرے مانتے تھے، اور واقعہ بھی یہی ہے۔ لیکن اس پر بھی بعض یورپین علماءِ مصریات، مثلاً کلاب، گومر، ٹایلر، اور پروفیسر اسمتھ نے یہ عقیدہ بنا لیا ہے کہ بڑا ہرم مقبرہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک حیرت انگیز مٹرولوجی (مقیاسی) یادگار ہے۔ یہ محترم علماء کہتے ہیں کہ "بڑا ہرم، چالیس صدی پہلے اس لئے بنایا گیا تھا کہ اس کے اندر ایسی چیزیں محفوظ رہیں، جن کے ذریعے انسان ہمیشہ لمبائی، بوجھ، وزن، اور

مقاومت کا اندازہ کر سکیں ۔۔!" اسی قدر نہیں، بلکہ یہ علماء، بڑے ہرم کو وحیِ الٰہی کی پیداوار سمجھتے ہیں۔

بڑے ہرم کے شاہی کمرے یا قبر کے کمرے میں جو سنگی تابوت موجود ہے، اُس کے بارے میں تایلر اور سمتھ کہتے ہیں کہ وہ گھڑ کر وہاں اس لئے رکھا گیا ہے کہ دنیا بھر کے لئے پیمائش کا کام دے، اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ قدیم اسرائیلی، یونانی، رومن، اور موجودہ یورپین قوموں کی پیمائش کے اصول اسی تابوت سے لیے گئے ہیں! ساتھ ہی اِن کا دعویٰ ہے کہ بڑے ہرم کی بنیاد ایسے طول کی ناپ ہے، جس کا تعلق براہ راست زمین کے محور سے ہے!

لیکن پروفیسر پروکٹر کی ایک اور ہی اپچ ہے۔ یہ حضرت فرماتے ہیں کہ سب اہرام علم ہیئت کے اصول پر بنائے گئے ہیں، اور ان کی تعمیر سے غرض، فلکیات سے تعلق رکھتی ہے!

بعض ماہرینِ مصریات کا خیال ہے کہ سب اہرام اس لئے بنائے گئے تھے کہ شمسی گھنٹوں کا کام دیں، اور اُن کے ذریعے فصلیں مقرر کی جا سکیں۔

کچھ اور ماہرین کا ارشاد ہے کہ اہرام اس لئے بنائے گئے تھے کہ ستاروں کی رفتار کا ان پر سے معائنہ کیا جائے۔ یعنی یہ مقبرے نہیں۔ رصد خانے تھے!

فرانسیسی ماہر، مسو برسینی سب پر بازی لے گیا ہے۔ اس کا نظریہ ہے کہ اہرام اس لئے بنائے گئے تھے کہ دریائے نیل کو ریت کے طوفانوں سے بچایا جائے!

یہ سب اقوال سراسر بے معنی ہیں، اور کسی حال میں بھی ثابت نہیں کئے جا سکتے۔ اِن کی تردید میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے، مگر تردید کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اہراموں کے اندر جانے سے اور ہیروگلیفی تحریریں پڑھنے سے بغیر کسی شک شبہہ کے معلوم ہو جاتا ہے کہ اہرام اِس کے سوا کچھ نہیں کہ مقبرے ہیں، اور اسی غرض سے بنائے بھی گئے تھے۔ پھر پُرانے مورخ، ہیرودوت، دیودورس، اور استرابون وغیرہ بالاتفاق کہتے ہیں:-

"اہرام، عظیم الشان مُہر شدہ مقبرے ہیں۔ اُن میں جانے کے تمام راستے بڑی مضبوطی سے بند کر دیے گئے ہیں۔ یہ ایسے مقبرے ہیں، جن میں نہ کوئی دروازہ ہے، نہ کھڑکی،

نہ روشن دان، نہ سوراخ۔ یہ سربفلک عمارتیں ہیں، جن میں مُردے پڑے سو رہے ہیں، اِن کی عظمت دیکھ کر لوگوں کو موقعہ مل گیا کہ اُن کے مقاصد اپنی اپنی رائے کے مطابق قرار دے لیں، لیکن لوگوں کی بکواس بالکل بے حقیقت ہے۔ سب اہرام ایک ہی قد وقامت کے نہیں ہیں، اور بعض کی اونچائی تو صرف بیس ہی فٹ ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تمام اہرام، قبرستانوں میں واقع ہیں، اور یہ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ خود اہرام بھی مقبرے ہی ہیں۔" (ماریٹ کی گائڈ۔ صفحہ ۹۶ و ۹۷)

اہرام مقبرے ہیں۔ اس واقعہ کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اہراموں کے اندر لاشوں کے تابوت پائے گئے ہیں، اکثر تابوت خالی ہیں، کیونکہ پُرانے وقتوں میں چور اندر پہنچ گئے تھے، اُنہوں نے قیمتی چیزیں ہی نہیں چُرائیں بلکہ لاشیں بھی چُرا کر لے گئے جو یورپ والوں کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ لیکن بعض تابوت محفوظ رہ گئے جیسا کہ ہم منقرع کے ہرم میں آج بھی دیکھ سکتے ہیں۔

اہراموں کے اندر جانے کے تمام راستے اور دروازے بڑی حکمت سے بند کر دیئے گئے تھے، کیونکہ پُرانے مصریوں کا دستور ہی یہ تھا کہ اپنے مقبرے چوری اور لُوٹ سے بچانے کے لئے ایسے بناتے تھے کہ اصلی قبر تک کوئی پہنچ ہی نہ سکے۔ مامون الرشید کو اسی وجہ سے بڑا ہرم کھولنے میں نہایت ہی سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا کہیں کوئی ایسا نشان موجود نہ تھا، جس سے معلوم ہو سکے کہ اصلی دروازہ کس جگہ ہے۔ مامون نے ہرم میں جو سوراخ کرایا، وہ اصلی دروازے سے دُور محض اتفاق سے ایک سُرنگ پر پھُوٹ پڑا۔ مامون نے شمال ہی کی طرف ہرم میں سوراخ کیوں کیا؟ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ عرب سُن چکے تھے کہ پُرانے مصری اپنے مقبروں کے دروازے، شمال کی طرف رکھتے تھے، مؤرخ اسٹرابون بھی اِس حقیقت سے واقف تھا جیسا کہ اُس کی کتاب سے صاف ظاہر ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مامون الرشید اور اُس کے انجینیروں کو پچھلے زمانوں میں بڑے ہرم کے کھولنے کی کوششوں سے کچھ رہنمائی حاصل ہوئی ہو، کیونکہ خیال کیا جاتا ہے، یہ ہرم بیسویں خاندان کے زمانے میں بھی کھولا گیا تھا اور پھر بند کر دیا گیا تھا اس کے بعد چھبیسویں اور چھبیسویں خاندانوں کے

زمانے میں اِس کے اندر کے بعض حصّوں کی مرمّت کی گئی تھی۔ پھر ایرانی اور رومانی زمانوں میں بھی اسے کھولنے کی کوششیں ہوئیں، کیونکہ یہ عام چرچا تھا کہ اہراموں کے اندر بہت بڑے خزانے رکھے ہوئے ہیں!

خوفو کا ہرم

شہر جیزہ میں تین ہرم موجود ہیں۔ ان میں سب سے بڑے کو ۲۸۰۰ ق م میں چوتھے خاندان کے پہلے فرعون، خوفو نے تعمیر کیا تھا۔ مورخ ہیرودت نے اس بادشاہ کا نام کیوپس لکھا ہے۔ دیودور اسے شمیس یا خمیس بتاتا ہے۔ ایک مصری کاہن، مانیتون نے اپنی تاریخ مصر میں اس کا نام، سوفیس بتایا ہے، مگر کرنل ہواڈرا اور پروفیسر ہیرنگ کی تحقیق میں اصل نام، خوفو ہے، اور یہی صحیح بھی ہے، کیونکہ خود ہرم کے اندر یہ نام لکھا ہوا ہے۔

اس ہرم کے ہر پہلو کی لمبائی ۲۳۰،۳۵ میٹر ہے۔ ہرم کی اونچائی ۱۴۶،۵۹ میٹر تھی (اب ۱۳۷،۱۸ میٹر رہ گئی ہے) اور پوری عمارت پچیس لاکھ اکیس ہزار میٹر مکعب ہے۔ مسٹر پیٹری کا اندازہ ہے کہ ہرم کی پوری عمارت میں تقریباً تیئیس ۲۳ لاکھ چٹانیں لگی ہوئی ہیں اور ہر چٹان ۱،۱۰ میٹر مکعب ہے۔ کچھ چٹانیں خود صحرا سے حاصل کی گئی تھیں، لیکن زیادہ تر چٹانیں، طرہ کے پہاڑ سے کاٹ کر لائی گئی تھیں، جو دریائے نیل کے دوسرے کنارے پر واقع ہے۔ لیکن وہ نفیس پتھر جن سے فرعون کا تابوت اور قبر کا کمرہ بنایا گیا تھا وہ اسوان کے پہاڑوں سے لائے گئے تھے۔

ہرم میں داخل ہونے کا دروازہ، زمین سے پندرہ میٹر اونچا ہے۔ دروازے سے ملی ہوئی ایک سُرنگ ہے، جو نیچے جا کر اس راستے سے مل گئی ہے جس کی لمبائی ۳۸ میٹر ہے اور جو فرعون کے کمرے سے مل جاتا ہے۔ یہ کمرہ عمارت کے ٹھیک بیچ میں ہے۔ سرنگ کے دوسری طرف بھی ایک راستہ یا ایوان ہے جس کی لمبائی ۴۸ میٹر ہے۔ اور اونچائی ۸،۵۰ میٹر ہے۔ یہ ایوان پالش کئے ہوئے پتھروں سے اس کمال کے ساتھ بنایا گیا ہے کہ بقول مورخ عبداللطیف کے اس کے پتھروں کے بیچ میں نہ سوئی جا سکتی ہے نہ بال ہی جانے کی کہیں جگہ ہے:

اس ایوان سے آدمی ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچتا ہے۔ پہلے اس کمرے میں پانچ چٹانیں تھیں اور آگے بڑھنے کا راستہ روکتی تھیں۔ اس کمرے سے گزر کر آدمی اُس کمرے میں پہنچتا ہے جس میں آج بھی فرعون کا تابوت رکھا ہے۔ یہ کمرہ ۳۴ء۱۰ میٹر لمبا، ۲۰ء۵ میٹر چوڑا، اور ۸۱ء۵ میٹر اونچا ہے۔ چھت نو چٹانوں سے بنائی گئی ہے، جن میں سے ہر چٹان ۴۴ء۵ میٹر لمبی ہے۔ اس کمرے پر سے عظیم الشان عمارت کا ناقابل تصور بوجھ کم کرنے کے لئے یہ کیا گیا ہے کہ اس کمرے کے اوپر پانچ چھوٹے چھوٹے کمرے بنا دیے گئے ہیں، جو ایک پر ایک بنے چلے گئے ہیں۔ اور سب سے اونچے کمرے کی چھت اس طرح بنائی گئی ہے کہ بوجھ دونوں طرف بٹ جائے۔ (تصویر نمبر ۱۹)

ہرم کے اندر سے دو سوراخ شروع ہوتے ہیں اور باہر تک چلے آتے ہیں۔ ان سوراخوں سے غرض یہ ہے کہ فرعون کی روح اپنی قبر کے اندر جب چاہے چلی جائے۔ اور جب چاہے باہر نکل جائے۔ مصریوں کے عقیدے کے مطابق ہر مقبرے میں روح کے آنے جانے کا راستہ رکھنا ضروری تھا۔

اس ہرم کے بارے میں بہت پرانے مورخوں نے جو کچھ لکھا ہے اُسے بھی دیکھنا ضروری ہے۔ یونانی مورخ ہیرودوت نے تقریباً ۴۵۰ ق م میں مصر کا سفر کیا تھا۔ اپنی کتاب میں لکھتا ہے:۔

"کاہنوں نے بیان کیا کہ فرعون، رامپسینت کے زمانے تک مصر میں انصاف اور خوشحالی کا دور دورہ رہا۔ لیکن اس فرعون کے جانشین، کیوپس (خوفو) نے بُرائیوں پر کمر باندھ لی۔ سب سے پہلے اس نے مندر بند کر دیے۔ قربانیاں روک دیں۔ پھر تمام مصریوں سے بے گار میں کام لینے لگا۔ اُس نے اُنھیں پتھر کاٹنے اور ڈھونے کے کام میں لگا دیا۔ ہر تین مہینے میں ایک لاکھ آدمی یہ بے گار کرتے تھے۔ سب سے پہلے پتھر ڈھونے کے لئے ایک سڑک بنائی گئی تھی، اور اس کی تیاری میں دس برس لگ گئے تھے۔ یہ سڑک بھی اپنی عظمت میں ہرم سے کم نہ تھی۔ ۹۲۵ میٹر لمبی تھی۔ ۱۹ میٹر چوڑی تھی۔ اور زیادہ سے زیادہ ۱۵ میٹر اونچی تھی۔ پوری سڑک پالش کئے ہوئے پتھروں سے بنی تھی، اور اسے جانوروں کی تصویروں سے سجادیا گیا تھا!

خود ہرم کے بنانے میں بیس برس لگے تھے۔ ہرم کی شکل مربع ہے۔ اُس کی ہر سمت ۲۵۰ میٹر چوڑی ہے۔ زیادہ تر عمارت، ہم وضع چٹانوں سے بنی ہے، اور سب چٹانیں بہت مضبوطی سے جُڑی ہوئی ہیں۔ ہر چٹان کی لمبائی، ۳۰ فٹ سے کم نہیں ہے۔

"... خود ہرم پر مصری زبان میں لکھا ہے کہ اُس کے بنانے والے مزدوروں کو مولی، پیاز، اور لہسن کا جو راشن ملتا تھا، اُس پر کتنی رقم خرچ ہوئی ہے۔ مترجم نے مجھ سے بیان کیا، اور مجھے اُس کی بات خوب یاد ہے، کہ صرف مولی، پیاز، اور لہسن پر ایک ہزار چھ سو چاندی کے سکے خرچ ہوئے تھے (یعنی تین لاکھ بیس ہزار مصری پونڈ — (اور مصری پونڈ، انگریزی پونڈ سے زیادہ قیمت کا ہوتا ہے) اگر یہ بیان ٹھیک ہے، تو سوچنا چاہیے کہ پورے ہرم کی تعمیر پر کتنا بے شمار روپیہ خرچ ہوا ہوگا ... "

مورخ دیودور لکھتا ہے:۔

"ممفس کے آٹھویں بادشاہ، خمیس (خوفو) نے جو پچاس برس فرعونی کرتا رہا۔ سب سے بڑا ہرم بنایا ہے۔ اور یہ ہرم دنیا کے سات عجائبات میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ ہرم، لیبیا کی طرف واقع ہے۔ ممفس سے ایک سو بیس فرسخ کے فاصلے پر اور نیل سے پینتالیس فرسخ کی دوری پر ہے۔ یہ ہرم اور اس کے ساتھی ہرم، واقعی حیرت انگیز ہیں۔ بڑا ہرم اپنی بنیاد پر سات سو فٹ لمبا ہے، اور اُس کی اونچائی چھ سو فٹ سے بھی زیادہ ہے۔ یہ ہرم ایسے ٹھوس پتھروں سے بنایا گیا ہے کہ ہزار برس گزر جانے کے بعد بھی — اور بہت لوگ تو تین چار ہزار برس بتاتے ہیں — سب پتھر آپس میں پُوری طرح جُڑے ہوئے ہیں، اور عمارت ایسی معلوم ہوتی ہے، جیسے ابھی ابھی بنی ہے! ...

سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے، کہ ہرم ریتیلی زمین پر کھڑا ہے، اور اس زمین پر کوئی ایسی علامت نہیں، جس سے سمجھا جا سکے کہ یہ ٹھوس زمین ہے۔ پھر کوئی ایسی چیز بھی موجود نہیں جس سے سمجھا جا سکے کہ چٹانیں اسی جگہ سے کاٹی گئیں اور اسی جگہ سے چھیل چھال کے ٹھیک کی گئی تھیں۔ بس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ پورا پہاڑ اٹھا کر اس ریتیلی زمین پر کسی دیوتا نے اپنی قدرت سے کھڑا کر دیا ہے، نہ کہ آدمی کے ہاتھوں نے آہستہ آہستہ بنایا ہے! کہا جاتا ہے کہ یہ ہرم تین لاکھ ساٹھ ہزار مزدوروں کی محنت سے بنا ہے۔

اور اس کی تیاری پر بیس برس لگ گئے تھے!"
پلینی، اسٹرابون، اور عرب مورخوں، خصوصاً عبداللطیف، مسعودی، ابوالفدا؛ اور مقریزی نے اس ہرم پر بہت کچھ لکھا ہے۔ مقریزی کی تحریر سب سے زیادہ محققانہ ہے۔ (دیکھو" الخطط والآثار جلد اول) شام کے مسیحی مورخوں نے بھی بڑے ہرم کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے۔ ان میں سے ایک مورخ [illegible] جو نویں صدی عیسوی میں زندہ تھا، اپنے سفرنامے میں لکھتا ہے" ہم نے مصر کے اہرام دیکھے، جن کے تراشنے، لاہوتی گانے ہیں۔ مگر یہ عمارتیں، حضرت یوسفؑ کی وہ کوٹھیاں نہیں ہیں، جن میں انھوں نے قحط سے بچاؤ کے لئے اناج بھرا تھا، بلکہ یہ پرانے فرعونوں کے عظیم الشان مقبرے ہیں۔"
لیکن ایک اہم بات پرانے مورخوں نے بیان نہیں کی، اور وہ بات یہ ہے کہ جیزہ کے تینوں ہرموں کے الگ الگ نام تھے، اور خوفو کے بڑے ہرم کا نام " اخت " تھا۔ معلوم ہوتا ہے قدیم ترین زمانے میں جیزے کے قبرستان ہی میں شاہی خاندان کے افراد اور درباری دفن کئے جاتے تھے، کیونکہ جس قطعۂ زمین پر اہرام ہیں، وہاں بے شمار قبریں اب تک موجود ہیں۔

خفرا کا ہرم

جیزہ میں دوسرا ہرم، فرعون خفرا یا خفرع نے ۲۸۶۹ ق م میں بنایا تھا اور اس کا نام " اور" رکھا تھا۔ دور سے یہ ہرم، خوفو کے ہرم سے اونچا دکھائی دیتا ہے، مگر حقیقت میں اونچا نہیں ہے۔ اونچا اس لئے دکھائی دیتا ہے کہ پہلے ہرم کی زمین سے اونچی زمین پر بنایا گیا ہے۔
خفرا کے ہرم کی موجودہ اونچائی ۱۳۶٫۴۰ میٹر ہے (پہلے ۱۴۳٫۵۰ میٹر تھی) پہلو کی لمبائی ۲۱۰٫۴۶ میٹر ہے (پہلے ۲۱۵٫۲۵ میٹر تھی) اس ہرم کی تعمیر میں انجینیری کا وہ کمال دکھائی نہیں دیتا جو خوفو کے ہرم میں صاف ظاہر ہے۔ خفرع کا ہرم بھی اندر سے تقریباً ویسا ہی ہے جیسا خوفو کا۔ لیکن پروفیسر بلزونی نے جب اسے ۱۸۱۸ء میں کھولا

اور اندر گیا تو فرعون کے تابوت میں مٹی کے سوا کچھ نہ پایا۔ لاش غائب تھی۔ اس ہرم کی چوٹی پر ابھی تک چونے کی مضبوط لپائی موجود ہے۔ نیچے کی لپائی گر چکی ہے یا گرادی گئی ہے

منق را کا ہرم

جیزہ کا تیسرا ہرم، فرعون منق را، یا منقرع نے بنایا تھا۔ اس ہرم کا نام "حر" تھا۔ سنہ ۱۸۳۷ء میں HOWARD VYSE اس ہرم کے اندر اُترا۔ اور وہاں دو تابوت دیکھے۔ ایک لکڑی کا تھا۔ دوسرا قیمتی پتھر کا۔ لکڑی کا، برطانی عجائب خانے میں محفوظ ہے۔ لیکن پتھر والا تابوت جب یورپ لے جانے لگے تو اسپین کے ساحلوں کے قریب سمندر میں ڈوب گیا۔

یہ ہرم اپنے دونوں ساتھی ہرموں سے چھوٹا ہے، مگر اسے آراستہ کرنے کی زیادہ کوشش کی گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، ہرم کا بانی فرعون جلد ہی مر گیا تھا، اسی لئے ہرم کی آرائش پوری نہ ہو سکی۔ اس ہرم کی بلندی ۶۲ میٹر ہے (اصل میں ۶۶،۴۰ میٹر تھی) اور پہلو کی لمبائی ۱۰۸،۴ میٹر ہے۔ فرعون کے دونوں تابوت۔ یہ اور سنگی ابھی تک موجود ہیں۔ سنگی تابوت میں ایک لاش بھی ہے، اور غالباً اسی فرعون کی ہے۔

حفف را، اور منق را کے ہرموں کے ساتھ مندر بھی تھے۔ آج تک اِن کے کھنڈر باقی ہیں۔ اِن مندروں سے غرض یہ تھی کہ مذہبی پیشوا، مرے ہوئے فرعونوں کے لئے مناجاتیں اور دعائیں کرتے رہیں۔ مندروں کی بناوٹ کی تفصیل سے پڑھنے والوں کو دلچسپی نہ ہوگی، اسی لئے ہم اِسے چھوڑے دیتے ہیں۔

ابوصیر کے ہرم

جیزے کے تینوں ہرموں کے علاوہ اور ہرم بھی ہیں۔ یہ مقام ابوصیر میں واقع ہیں اور پانچویں خاندان کے بنوائے ہوئے ہیں۔ اِن میں سے اب صرف تین ہی ہرم ایسی حالت میں باقی ہیں کہ اُن کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے۔

پہلا ہرم، فرعون سحورا نے بنایا تھا، جو پانچویں خاندان کا دوسرا بادشاہ تھا۔ اُس نے

اپنے ہرم کا نام "خع با سحورا" رکھا تھا۔ پہلے اس کی اونچائی ۰۷، ۴۹ میٹر تھی۔ اب ۴۵ میٹر رہ گئی ہے۔ پہلے بنیاد کے پاس پہلو کی لمبائی ۳۲، ۷۸ میٹر تھی۔ اب ۴۳، ۵ باقی ہے (تصویر نمبر ۲۱)
ابو صیر میں دوسرا ہرم، سحورا کے بیٹے، نفرارکارا نے بنایا تھا اور اس کا نام رکھا تھا، آنفراِرکارا، یعنی فرعون نفرارکارا کی روح۔ اس ہرم کی تعمیر "تی" کی نگرانی میں ہوئی تھی، جس کا مشہور چبوترہ (مقبرہ) سقارہ میں آج تک موجود ہے۔
اس ہرم کی اونچائی ۳۴، ۹۶ میٹر تھی۔ اب صرف پچاس میٹر باقی ہے۔ پہلو کی لمبائی ۶۵، ۱۰۹ میٹر تھی۔ اب ۹۹ میٹر ہے۔ ابو صیر کے ہرموں میں صرف اسی ہرم پر قیمتی پتھروں کی پچیکاری تھی یہ ہرم اپنی تعمیر کے وقت ضرور بہت شاندار دکھائی دیتا ہوگا، کیونکہ جس ٹیلے پر کھڑا ہے، وہ پہلے زمانے میں وادی نیل کی سطح سے ۳۴ میٹر اونچا تھا، اور خود ہرم کی اونچائی ستر میٹر کے قریب تھی۔ اسی طرح یہ ہرم نیچے کی زمین سے دیکھنے والوں کو سو میٹر سے بھی زیادہ بلند دکھائی دیتا ہوگا۔
ابو صیر میں سب سے چھوٹا ہرم، فرعون نِی اُوسررا کا ہے۔ یہ پہلے دونوں ہرموں کے بیچ میں ہے۔ اب ہرم کی اونچائی صرف تیس میٹر ہے۔ اس کا نام "مَن اَسُوت نِی اوسررا" تھا۔ یہ نام سقارہ کے کئی چبوتروں پر بھی لکھا ملتا ہے خصوصاً "تی" اور "اَخت حَتَب" کے چبوتروں (مقبروں) پر یہ دونوں شخص اس ہرم کے مہنت تھے۔ اس ہرم کے اوپر بھی ہر طرف سے لپائی کی ہوئی تھی۔ اب باقی نہیں ہے۔ تینوں ہرموں کے ساتھ مندر بھی تھے۔
لیکن ایک زمانے کے بعد اہراموں کی شکل بدل گئی، جیسا کہ تصویر نمبر ۲۱ سے ظاہر ہے۔ ساتھ ہی دفن کے ایک اور طریقے کا زیادہ رواج ہوگیا تھا، مُردوں کے لئے پہاڑوں میں قبریں بنانے لگے تھے۔ چٹانوں کو کاٹ کر اُن میں لاشیں دفن کرتے تھے۔ اس قسم کے مقبروں کو یونانی زبان میں سپیوس ΣΠΕΟΣ کہتے ہیں، اور اِن کے سب سے خوبصورت نمونے، بنی حسن اور اسیوط میں موجود ہیں۔
اس قسم کے سب سے پُرانے مقبرے نما لبادہ ہیں، جو جیزہ میں چوتھے خاندان کے چبوتروں کے درمیان پائے گئے ہیں۔ یہ مقبرے پتھر کاٹ کر اندر بنائے گئے ہیں۔

بہت سادہ ہیں۔ تصویروں اور نقوش سے بڑی حد تک خالی ہیں، لیکن چھٹے خاندان کے وقت سے اِن مقبروں کو بڑی ترقی ہوئی، اور انہیں آراستہ کیا جانے لگا جیسا کہ برشہ، شیخ سعید، دندرہ، نقادہ، اور رفنتین (اسوان) کے مقبروں سے ظاہر ہے۔ بنی حسن کے ایک مشہور مقبرے کی تصویر ملاحظہ ہو (تصویر نمبر ۲۲)

مدتوں کے بعد اٹھارویں شاہی خاندان نے اپنا پایۂ تخت، تھیبس کو قرار دیا۔ اب قبرستان کی ضرورت پیش آئی تو فرعون نے اس غرض کے لئے تھیبس (جسے اب اقصر کہتے ہیں) کے مغرب میں دریائے نیل کے کنارے وہ پہاڑی زمین منتخب کی، جو لیبیا کے پہاڑوں کا حصہ ہے اور آج کل اس کا نام "بِیبَانُ اُلمُلوک" ہے۔

اِس زمانے کے فرعونوں نے اس زمین کو کیوں منتخب کیا؟ اگلی سطروں میں ہم جواب دیتے ہیں:۔

اوپر بتایا جاچکا ہے کہ مصری اپنی لاشیں محفوظ رکھنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرتے تھے، کیونکہ اُن کے عقیدے میں لاش جب تک باقی رہیگی روح بھی باقی رہیگی اسی قدر نہیں، بلکہ بہت پرانے زمانے کی مصری یقین کرتے تھے کہ روح، لاش ہی کے ساتھ رہتی ہے۔ اسی لئے بہت مضبوط مقبرے بناتے تھے، اور اسی لئے اہرام جیسے پہاڑ کھڑے کر گئے ہیں۔

لیکن اٹھارویں خاندان تک زمانہ آگے بڑھ چکا تھا۔ اس خاندان کے فرعون نے دیکھا کہ بڑے بڑے مقبرے اور اہرام بنانے کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ چوروں کو بے ڈھونڈے قبریں مل گئیں اور اُنھوں نے قبریں اُکھیڑ کر لوٹ لیں یعنی وہ مقصد ہی غائب ہو گیا جس کے لئے یہ عمارتیں اور اہرام بنائے گئے تھے۔ لہذا اِن فرعونوں نے ضروری سمجھا کہ چوروں کی دست برد سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ قبریں سب کی آنکھوں سے اوجھل رہیں اور کوئی ایسی علامت نہ چھوڑی جائے، جس سے معلوم ہو سکے کہ قبر یہاں موجود ہے۔ ممفس کی طرح تھیبس کے اطراف میں کوئی اونچی جگہ نہ تھی جہاں قبرستان بنایا جاتا اور دریائے نیل کی طغیانی سے بھی محفوظ رہتا، اسی لئے اُنہوں نے بیبان الملوک کی اُجاڑ، سنسان پہاڑی زمین، قبرستان کے لئے منتخب کرلی، اور دفن کا وہی طریقہ رکھا۔ جو ایک مدت سے رائج تھا

یعنی چٹانیں کاٹ کر قبریں بنانا۔
لیکن ایک مشکل اب بھی باقی تھی۔ مقبروں کے ساتھ خصوصًا فرعونوں کے مقبروں کے ساتھ مندر ضرور ہوتے تھے، تاکہ مرے ہوئے فرعونوں کے لئے قربانیاں اور دعائیں ہوسکیں پہاڑسی زمین میں مندروں کی شرط پوری کرنی آسان نہ تھی۔ بہت سوچ بچار کے بعد اٹھارویں خاندان کے عقلمند فرعونوں نے یہ کیا کہ مذہبی عقیدے ہی میں تبدیلی کردی۔ پہلے روح، لاش کے ساتھ رہتی تھی۔ انھوں نے یہ عقیدہ پھیلا دیا کہ روح آزاد ہوتی ہے، اور جب چاہتی ہے جنتوں میں رہتی ہے اور جب چاہتی ہے اپنی لاش سے تعلق پیدا کرلیتی ہے۔ لہذا ضروری نہیں ہے کہ مندر، مقبرے ہی کے ساتھ ہوں، مندر دُور بھی ہوسکتے ہیں؛ اور اس دوری کی وجہ سے روح کو ذرا بھی تکلیف نہیں ہوسکتی، کیونکہ وہ آزاد ہے، اور مندر کتنے ہی دُور ہوں، اُن میں پہنچ سکتی ہے!
چنانچہ اسی نئے عقیدے کے مطابق ان فرعونوں نے اپنے مقبروں کی ضرورتیں پورے کرنے والے مندر، دریا کے دوسرے کنارے پر بنوائے۔ ان مندروں میں رامسیس دوم کا مندر، جو "رمسیوم" کہلاتا ہے۔ ملکہ ہت شپ سُت کا مندر، جو دیر بحری کہلاتا ہے۔ شہر ہابو میں رامسیس سوم کا مندر، اور قرنہ میں سیتی اول کا مندر، زیادہ مشہور ہیں۔ لیکن رامسیس دوم کا مقبرہ سب سے زیادہ اہم ہے، کیونکہ اس کی تمام دیواروں اور چھتوں پر اُن لڑائیوں کے مناظر موجود ہیں، جو اس زبردست فرعون نے لڑی تھیں۔ (تصویر نمبر ۲۳)
ایک بات یاد رکھنا ضروری ہے۔ خود تھیبس میں جو مندر ہیں، وہ دیوتاؤں کے لئے ہیں، اور اُن کی تعمیر میں کئی کئی فرعون شریک ہیں، لیکن جن مندروں کا ہم ابھی ذکر کرچکے ہیں، وہ فرعونوں کی روحوں کے لئے ہیں، اور اُن میں سے ہر مندر ایک ہی فرعون نے خاص اپنے لئے بنایا ہے۔

نواں باب

فرعونوں کی لاشیں

ہم بتا چکے ہیں کہ بیسویں شاہی خاندان کے زمانے میں تھیبس کی پولیس کو حکم دیا گیا تھا کہ فرعونوں اور دوسرے لوگوں کی قبروں کی حفاظت کریں، کیونکہ چور ان قبروں کو کھسوٹتے تھے۔ لاشیں خراب کر ڈالتے تھے، اور اندر کی تمام قیمتی چیزیں چرا کر لے جاتے تھے۔ بہت سی چوریاں پکڑی بھی گئیں۔ بہت سے چوروں نے مار کھانے کے بعد اپنے جرم کا اقبال بھی کر لیا اسی قدر نہیں یہ بھی ثابت ہو گیا کہ امن دیوتا کے مندر کے بہت سے ہمنت اور پجاری بھی چوروں سے ملے ہوئے ہیں اور چوریاں کراتے ہیں۔ تھیبس کی پولیس نے بہت کوشش کی، مگر چوروں کا خاتمہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ بڑے بڑے فرعونوں کی قبریں بھی لٹتی رہیں۔ یہ دیکھکر حکومت مجبور ہوئی کہ فرعونوں کی، اُن کے بڑے بڑے درباریوں کی اور مشہور مہنتوں کی لاشیں ان کی قبروں سے نکال کر تھیبس کے قبرستان میں خفیہ طور پر دفن کر دے۔ اور اس طرح چوروں کی تُرک تازیوں سے انہیں بچا لے۔

تھیبس کی حکومت کی یہ تدبیر کامیاب ہوئی۔ اور اس طرح خفیہ طور پر دفن کی ہوئی لاشیں صدیوں زمین کے نیچے محفوظ رہیں۔ یہاں تک کہ ۱۸۷۵ء میں ایک شخص کو مقام "شیخ عبد القرنہ" میں ایک ایسے مقبرے کا کسی طرح پتہ چل گیا۔ یہاں بہت سی قیمتی چیزیں موجود ملیں، مگر یہ شخص سب چیزیں لوٹ نہ سکا، جتنی لے جا سکتا تھا، اپنے گھر اٹھا کر لے گیا۔

۱۸۷۶ء میں انگریز سپہ سالار، کیمبل نے پروفیسر ماسپرو کو مُردوں کی کتاب کا ایک ورق دکھایا۔ جو ہمنت اکبر، "پنتو زم" کے نام سے ہیروطیقی خط میں لکھا ہوا تھا۔ ۱۸۷۸ء میں ایک اور ورق کا آخری حصہ، ملکہ نزمیت کے نام کا ملا، جو مصری قصر کی ماں تھی۔ جلد ہی

اس ورق کا پہلا حصہ بھی مل گیا۔ اور یہ پورا ورق انگلینڈ چلا گیا۔ اسی زمانے میں ملکہ نیو ہا تور
حتونوی کے نام دو کاغذ، سویز میں بکے۔ پھر جلد ہی ہنت ہنیوزم کی کئی مورتیاں بازار میں
بکنے کے لئے آگئیں۔ ان سب چیزوں کے بیچنے والے دو آدمی تھے۔ عبد الرسول احمد جو شیخ
عبد القرنہ" ہی کا رہنے والا تھا۔ اور مصطفیٰ آغا عیاد، جو انگلستان اور بلجیم کے قونصل خانوں
کا نائب تھا۔ مصطفیٰ آغا تو اپنی سیاسی پوزیشن کی وجہ سے بچ گیا۔ مگر عبد الرسول احمد
کو پکڑ لیا گیا۔

لیکن عبد الرسول احمد بڑا چالاک تھا۔ اس نے صاف انکار کر دیا کہ میں نے
نہیں بیچی ہے۔ اور اپنی طرف سے گواہی میں بہت سے یورپین سیاحوں کو پیش کیا۔ اسی قدر
نہیں اس کی طرف سے شیخ عبد القرنہ کے تمام معزز آدمیوں نے گواہی دی کہ یہ شخص اپنے
گاؤں میں کوئی بھی پرانی مصری چیز نہیں لایا ہے! چھوٹی سی چیز بھی لاتا تو گاؤں بھر کو خبر ہو جاتی
پھر کیسے ممکن ہے کہ خود گاؤں کے اندر عظیم الشان فرعونی مقبرہ لوٹ لے اور کسی کو کان
کان خبر نہ ہو۔

اس صفائی کے سامنے حکومت مجبور رہوئی کہ عبد الرسول احمد کو چھوڑ دے، مگر اس
سے غافل نہ رہی۔ اتفاق سے اس زمانے میں عبد الرسول احمد کی اپنے چاروں بھائیوں سے
لڑائی ہوگئی۔ ایک مہینے تک آپس میں تکرار ہوتی رہی۔ آخر اس کے ایک بھائی محمد احمد عبد الرسول
نے خفیہ طور پر قنا کے کمشنر سے ملاقات کی۔ اور بھانڈا پھوڑ دیا! کمشنر نے وزیر داخلیہ
کو خبر دی۔ وزیر نے، خدیو توفیق پاشا مرحوم کو خبر پہنچائی، اور خدیو نے فرمان جاری کیا کہ
تھیبس ایک کمیشن جائے اور معاملے کی جانچ کرے۔

مخبر نے دفینہ کی جگہ دکھائی تو سب کو تعجب ہوگیا۔ کیونکہ ایسی جگہ تھی جہاں کسی کو بھی
شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ زمین کے نیچے ایسی بیش بہا تاریخی چیزیں چھپی ہوئی ہیں یہاں
پرانے مصریوں نے ایک کنواں کھودا تھا، جس کی گہرائی ۱۱٫۵۰ میٹر اور چوڑائی ۲٫۰۰ میٹر
ہے۔ اس کنوئیں کے نیچے ایک بہت ہی پر پیچ سرنگ بنائی گئی تھی۔ جو گھومتی اور بل کھاتی ہوئی
ایک بڑے تہہ خانے پر ختم ہوتی ہے! جس کی لمبائی، آٹھ میٹر ہے۔

اس تہہ خانے میں جب مصری محکمہ آثار قدیمہ کے لوگ داخل ہوئے تو سب سے پہلے

ایک صندوق دکھائی دیا۔ جس پر سفید اور نیلے رنگ چڑھے ہوئے تھے اور صندوق پر "سیمنن" کا لفظ لکھا تھا۔ اس کے قریب ہی ایک اور صندوق رکھا تھا جس کی شکل سترھویں خاندان کے لاشوں والے صندوقوں سے ملتی جلتی تھی۔ اس کے بعد ملکہ نیوتھا تحوتھینیاوی اور فرعون ستی اول کے صندوق تھے۔ تہ خانہ چھوٹے چھوٹے ڈبوں سے، جن پر مورتیاں رکھی جاتی تھیں۔ اور بے شمار برتنوں سے بھرا ہوا تھا، جو بغیر کسی ترتیب کے اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے۔

تہہ خانے سے ایک اور سرنگ پھوٹی ہوئی دکھائی دی۔ یہ بہت ہی تنگ تھی۔ اور اس میں بیٹھ کے بل رینگ کر ہی جایا جا سکتا تھا۔ یہاں شمع کی روشنی میں صندوق اور ممیاں دکھائی دیں، جن پر بعض فرعونوں کے نام لکھے تھے جیسے امنوتس اول، تحوتمس دوم سرنگ سے ملی ہوئی ایک کوٹھری سی تھی۔ اس میں فرعون احمس کی، اس کے بیٹے سیامنو کی ساتھ ہی سقنونزی کی ملکہ احعحتپ کی، اور ملکہ نفرتاری وغیرہ کی لاشیں ملیں۔

بڑی ہی سخت محنت مشقت سے یہ سب چیزیں نکالی گئیں، اور ایک جہاز میں لاد کر قاہرہ بھیجدی گئیں۔ فرعونوں کی لاشیں لئے ہوئے جب یہ جہاز چلا تو تھیبس اور اطراف کی کسان عورتیں، نیل کے کنارے جمع ہوگئیں۔ دھاڑیں مار مار کر روئیں، اور ایسے بین کئے جیسے خود اُن کے اپنے عزیز پیاروں کی لاشیں جا رہی ہیں۔ مصری عورتوں کا یہ ماتم اس قدر دردناک تھا کہ جہاز پر جتنے آدمی تھے حتیٰ کہ یورپین بھی متاثر ہوگئے۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے!

اس کے بعد اور فرعونوں کی لاشیں ملیں۔ اس میں سب سے زیادہ اہم فرعون موسیٰ کی لاش ہے۔ مصری عجائب گھر میں اس وقت حسب ذیل فرعونوں کی لاشیں موجود ہیں۔

(۱) فرعون سقنونزی تیوا قن۔ اس کی ممی ۸۵ ر امیٹر لمبی ہے۔ یہ سترھویں خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ اسکی ممی کے معائنہ سے معلوم ہوا کہ فرعون، قدرتی موت نہیں مرا بلکہ قتل کیا گیا ہے۔ اِس کے چہرے اور سر پر کئی زخم ابھی تک کھلے دکھائی دیتے ہیں۔

(۲) فرعون احمس اوّل۔

(۳) فرعون امنوتس ولد فرعون احمس۔ اس کی ماں ملکہ نفرتاری تھی۔ امنوتس کی لاش میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک پھولوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔ اور پھولوں پر ابھی تک ایک بھڑ (بِر) اپنی اصلی صورت میں موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پھولوں کی کشش سے بھڑ آ گئی تھی۔ اور لاش کے ساتھ صندوق میں بند ہو گئی۔ پرانے مصر کی کسی بھڑ کی لاش اس بھڑ کی لاش کے سوا نہیں ملی ہے۔

(۴) فرعون تھوتمس دوم۔ اس کی لاش ۷۷ ۔ ۱ انچ لمبی ہے۔ ممی پر سفید کپڑا لپٹا ہوا ہے اور سینے پر اس مضمون کی تحریر ہے کہ موسم بیریت (۹) کے تیسرے مہینے کے ساتویں دن آمن را کے سب سے بڑے پہنت نے اس مقام کی اور سامان کی مرمت کرائی جس میں بادشاہ اغنری دفن ہے۔ مگر لکھنے والے نے نام غلط لکھا ہے۔ اس فرعون کا اصلی نام اغنری نہیں آخیر پیری تھوتمس جیسا کہ ثابت ہے

(۵) فرعون تھوتمس سوم۔ اس فرعون کی ممی ایک خوبصورت صندوق میں رکھی ہے۔ جس کے اوپر سونے کا کام ہے۔ لیکن اندر ابیا رنگ کر دیا گیا ہے کہ تحریریں چھپ گئی ہیں۔ قدیم زمانے میں یہ صندوق چوروں نے کھولا تھا۔ اور اسے بُری طرح خراب کر ڈالا تھا فرعون کی لاش ۰ ۔ ۲ انچ لمبی تھی، مگر موجودہ زمانے میں عربوں نے بھی اس صندوق کو کھولا۔ اور لاش توڑ ڈالی یہ بھی ممکن ہے کہ لاش پرانے چوروں ہی نے توڑی ہو۔ کیونکہ ٹوٹی ہوئی لاش پر جو کپڑا ملا ہے وہ پرانے ہی زمانے کا ہے۔ مگر عرب چوروں نے بھی کچھ کارستانی ضرور کی ہے۔ فرعون کی ممی تاریخی لحاظ سے بہت اہم ہے۔ لاش کے کرتے پر جو تحریر موجود ہے اُسی نے یہ اہمیت پیدا کر دی ہے۔ کرتے پر لکھا ہے کہ اس مقدس کرتے کو فرعون امنوتس دوم نے اپنے باپ تھوتمس سوم کے لئے تیار کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ تھوتمس کی ماں ایک کنیز تھی۔ اس تحریر سے ہماری اُس تحقیق کی تائید ہو جاتی ہے۔ جو اس فرعون کے بارے میں ہم پچھلے صفحوں میں لکھ آئے ہیں۔

(۶) فرعون سیتی اوّل اس فرعون کی لاش بھی چوروں کے ڈر سے ایک مقبرے سے دوسرے مقبرے میں اور دوسرے سے تیسرے میں جاتی رہی۔ جیسا کہ اس صندوق کی تحریر سے ثابت ہے۔

(۷) فرعون رامسیس دوم۔ اس جلیل القدر فرعون کی لاش، معمولی صندوق میں رکھی ہے۔ اور صندوق پر یہ لفظ لکھے ہیں۔ "اوسرماری۔ سٹیٹنری۔ رامسیس دوم میاموں" پھر اور تحریریں بھی ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس فرعون کی لاش بھی چوروں کے اندیشے سے ایک جگہ سے دوسری جگہ چھپائی جاتی رہی ہے! کیسی عبرت کا مقام ہے یہ فرعون بہت ہی مغرور اور مختار تھا۔ اس نے عظیم الشان فتوحات بھی حاصل کی تھیں۔ اپنے آپ کو آدمی نہیں دیوتا سمجھتا تھا۔ لیکن مرنے کے بعد ذلیل چوروں سے بھی اپنی حفاظت نہ کرسکا، اور اس کی لاش یہاں سے وہاں رواں دواں ہی جس صندوق میں اس کی لاش رکھی گئی تھی اب وہ باقی نہیں ہے۔ غالباً چوروں نے اُسے توڑ ڈالا تھا۔ موجودہ صندوق، اُس زمانے کا ہے، جب مصر کے فرعون ختم ہوچکے تھے، اور حکومت ہنتوں کے ہاتھ میں آگئی تھی اس جلیل القدر فرعون کی ممی جب کھولی گئی، تو خود مصر کے خدیو، محمد توفیق پادشا بھی موجود تھے، اور یہ فرعون مستحق بھی اسی کا تھا۔ کہ ایک پادشاہ کے سامنے اس کا کفن اتارا جائے، گو یہ پادشاہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو!

(۸) فرعون رامسیس سوم۔ اس فرعون کا کفن بھی بہت پیبوزم کی حکومت کے زمانے میں بدلا گیا تھا۔ اور شاید اس وجہ سے کہ چوروں کی رسائی اس کی لاش تک ہوگئی تھی۔

(۹) فرعون منفتاح۔ ہم بتا چکے ہیں کہ فرعون موسیٰ، منفتاح بن رامسیس دوم ہی تھا۔ خدائی کا دعویدار تھا۔ اس فرعون کی لاش بھی مصری عجائب گھر میں موجود ہے۔ اور ہر آنکھ اُسے دیکھ سکتی ہے۔ یہ لاش ۵، ۲ امیٹر لمبی ہے۔ پہلے خیال کیا گیا تھا کہ یہ لاش، فرعون خونیاتنو کی ہے۔ جو اٹھارویں خاندان کا ایک پادشاہ تھا۔ اور مصری دین سے مرتد ہوگیا تھا، لیکن جب لاش کے سینے پر نام غور سے پڑھا گیا تو ثابت ہوگیا کہ یہ منفتاح ہی کی لاش ہے۔ جس کے زمانے میں حضرت موسیٰ ظاہر ہوئے تھے، اور جس نے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا تھا۔ مگر اسرائیلی، مصر سے سینا میں پہنچ گئے، اور یہ فرعون اپنے خاندان اور فوج کے ساتھ بحر احمر میں غرق ہوگیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب یہ ضدی اور سرکش فرعون ڈوبنے لگا، تو چلا اٹھا "ایمان لایا میں موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر!" اس پر خدا کی آواز نے جواب دیا "آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ"

فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَۃً ط (اب تو ایمان لاتا ہے، جبکہ ایمان لانے کا وقت جا چکا ہے۔ حالانکہ تو پہلے نافرمانیوں میں مبتلا رہا ہے! اچھا تو ہم تیرے بدن کو مٹ جانے سے بچائے دیتے ہیں۔ تاکہ تو اپنے بدن (لاش) کے ساتھ بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے ایک نشانی اور عبرت بن کر رہ جائے!) پہلے اس آیت شریفہ کا مطلب لوگ پوری طرح نہیں سمجھتے تھے، اور طرح طرح کی تاویلیں کیا کرتے تھے، لیکن اب مطلب صاف ہو چکا ہے۔ اس متکبر فرعون کی لاش، انتہائی بے لبسی کی حالت میں قاہرہ کے عجائب خانے میں موجود ہے۔ اور دنیا کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی دعوت دے رہی ہے!

(۱۰) فرعون پتاح منفتاح۔ اس کی لاش ۱،۶۳ میٹر لمبی ہے۔ معلوم نہیں کیوں پرانے مصریوں نے اس فرعون کا نام اس کے صندوق پر سے مٹانے کی کوشش کی تھی۔ پہنتوں نے اپنی حکومت کے زمانے میں کفن کی تجدید کی اور فرعون کا پورا نام اس پر لکھدیا۔

(۱۱) فرعون امنوفس سوم۔ یہ فرعون، اٹھارویں خاندان کا ہے۔ اس کی لاش ۱،۶۵ میٹر لمبی ہے۔ اس کی ممی ابھی تک پرانے کپڑوں میں ہی لپٹی ہوئی ہے۔

(۱۲) فرعون رامسیس چہارم۔ یہ مشہور فاتح فرعون رامسیس سوم کا بیٹا اور جانشین ہے۔ اس کی لاش ۱،۶۰ میٹر لمبی ہے۔ مگر ٹوٹی پھوٹی ہے۔ چوروں کے ہاتھ سے اسے بہت نقصان پہونچ چکا ہے۔

(۱۳) فرعون تھوتمس چہارم۔ اس فرعون کی لاش بہت اچھی حالت میں ہے۔ اس کی لمبائی ۱،۶۰ میٹر ہے۔ اور کفن پر فرعون کا پورا نام لکھا ہوا ہے۔ لاش ابھی تک اپنے پرانے کفن ہی میں لپٹی ہوئی ہے۔

فرعونوں کی لاشوں کے علاوہ اُن کی بعض ملکاؤں، شاہزادوں، اور شاہزادیوں کی لاشیں بھی مصری عجائب گھر میں موجود ہیں۔ اور دنیا کی بے ثباتی کا دنیا کو سبق دے رہی ہیں۔ رامسیس خاندان کے زوال پر مصر کی حکومت پر دیوتا امن کے پہنتوں نے قبضہ کر لیا تھا جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ ان پہنت پادشاہوں کی بھی کئی لاشیں مل گئی ہیں۔ اور عجائب گھر میں رکھی ہیں۔

فرعونوں کے بہت سے تابوت، کفن اور دوسری چیزیں بھی عجائب خانے میں جمع ہیں ان میں سب سے اہم، رامسیس دوم کا کفن ہے۔ اس کفن پر سیاہ روشنائی سے فرعون کی تصویر بنائی گئی ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ کفن دھوبیوں کے سردار کی طرف سے فرعون کی لاش کو ہدیہ ہے۔ اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر فرعون کے مرنے پر، شاہی خاندان کی طرف سے، شاہی عہدہ داروں کی طرف سے، شاہی درباریوں کی طرف سے۔ اور مذہبی پیشواؤں کی طرف سے کفن، ہدیہ کے طور پر پیش کئے جاتے تھے۔ ممکن ہے کم درجے کے مردوں کے ساتھ بھی اسی قسم کے سلوک اُن کے رشتہ دار اور دوست کرتے ہوں۔

شاہی ممیوں کے علاوہ یونانی زمانے کی بھی بہت سی ممیاں موجود ہیں۔ ان میں ایک ممی ایسی ہے جس کی کوئی مثال، دنیا بھر میں موجود نہیں ہے یہ ایک عورت کی ممی ہے۔ اور ۳۵ را میٹر لمبی ہے۔ سقارہ میں پائی گئی تھی۔ اس ممی میں ایک خاص بات یہ ہے کہ پہلے کپڑے میں لپیٹی گئی ہے۔ پھر اوپر سے چمڑا منڈھ دیا گیا ہے۔ چمڑا خوب مضبوط سلا ہوا تھا چمڑے پر مہریں بھی لگی ہوئی تھیں اور ٹوٹی نہ تھیں۔ ساتھ ہی چمڑے پر عورت کی تصویر بھی بنی ہوئی ہے۔ عورت کے کپڑے جوتے، اور زیور ٹھیک ویسے ہی ہیں جیسے اٹلی کے ایک شہر رآون کے باشندے اس زمانے میں پہنا کرتے تھے۔ ممی کی یہ دوسری خصوصیت ہے کہ کسی مصری کی نہیں بلکہ ایک یورپین عورت کی ہے۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ مسیحی زمانے کی ہے یعنی چوتھی یا پانچویں عیسوی صدی کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں ممی کرنے کا رواج ظہورِ اسلام سے دو ڈھائی سو برس پہلے تک باقی تھا!

فرعون کی لعنت

فرعون ترس فامن کا مقبرہ نومبر ۱۹۲۲ء میں دریافت کیا گیا۔ لیکن جس کمرے میں فرعون کی لاش دفن تھی، وہ ۱۶ فروری ۱۹۲۳ء میں کھولا گیا۔ اس واقعہ کے بعد کچھ ایسی باتیں پیش آئیں کہ یورپ اور امریکہ میں وہم پھیل گیا۔ کہ فرعون توتن خامن کی اور تمام پرانے مقبروں کی جن کی قبریں کھولی گئیں ہیں لعنت پڑتی ہے۔ اور وہ لوگ مرجاتے ہیں یا سخت

نقصان اٹھاتے ہیں، جو اس ''جرم'' کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اس سلسلے میں پہلا واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک بلبل کی بہت عجیب طریقے سے موت ہوئی۔ فرعون کے مقبرے میں جو لوگ گھسے تھے اُن میں ایک مسٹر ہوارڈ کارٹر بھی تھے، اور انہوں نے اپنے گھر میں ایک بلبل پال رکھی تھی، جو خوب چہچہاتی تھی۔ جس دن مسٹر کارٹر مقبرے میں گئے اُسی دن ایک کوبرا سانپ بھی اُن کے گھر میں پہونچ گیا۔ اور بلبل کو مار کر کھا گیا! کوبرا سانپ فرعون کا خاص نشان تھا۔ وہ اس کی مورتی یا شکل اپنی پیشانی پر رکھتے تھے اور یہ تاج سے ملی رہتی تھی۔ مصری دستاویزوں میں لکھا ہے کہ جو کوئی فرعون کا بڑا چاہے گا، کوبرا اُسے اپنی آگ اُگل کر جلا ڈالیگا! مسٹر کارٹر کی بلبل کو جب سانپ نے مار ڈالا، تو بہتوں نے یقین کر لیا کہ ہو نہ ہو، یہ فرعون کا قہر ہے، اور فرعون کے محافظ سانپ نے بلبل مار کر اس شخص سے بدلہ لیا ہے۔ جس نے شاہی مقبرے میں جا کر فرعون کی نیند خراب کی اور اُسے غصہ دلایا تھا!

اس کے بعد ایک اور بہت بڑا واقعہ پیش آیا۔

لارڈ کارنارون نے فرعون توتن خامن کا مقبرہ کھولنے کا ٹھیکہ لیا تھا۔ اور انہی کے ہاتھ میں کھدائی وغیرہ کا انتظام تھا۔ یعنی یہی فرعون کا مقبرہ کھولنے کا اصلی ذمہ دار تھا، اور فروری ۱۹۲۳ء کو جب قبر کے کمرے میں داخل ہونے کا وقت آیا، تو لارڈ نے لوگوں سے ہنستے ہوئے کہا۔ یہ تو لازمی ہے کہ ہم فرعون کے کمرے میں جا کر رات کر جشن منائینگے!''

اس مذاق کو چھ ہفتے بھی نہیں گذرے تھے کہ لارڈ کی لاش بچھونے پر پڑی ہوئی ملی۔ عجیب تر بات یہ ہوئی کہ انہیں بھی کوبرا سانپ ہی ڈس گیا تھا۔ اس واقعے نے لوگوں کو ''فرعون کی لعنت کا اور بھی معتقد بنا دیا!

اس کے بعد ایک اور موت ہوئی یہ پروفیسر برلیسٹڈ کی تھی۔ اور امریکہ میں پیش آئی۔ یہ موصوف تاریخ مصر کے بہت بڑے عالم تھے، اور فرعون توتن خامن کے مقبرے میں داخل ہوئے تھے مرنے سے پہلے بالکل اچھے تھے۔ دفعتاً فوت ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے ہر چند کوشش کی، مگر موت کا سبب نہ بتا سکے۔ اس پر لوگوں کو ''فرعون کی لعنت کا اور زیادہ یقین ہو گیا!

اس کے بعد یہ ہوا کہ مصری عجائب خانے کو دنیا کے مختلف ملکوں سے خط آنے شروع

ہو گئے۔ جن کا حال، عجائب گھر کے نائب مہتمم نے اس طرح بیان کیا ہے:۔
"اپریل ۱۹۲۶ء میں ہمیں انگلستان سے چلا ہوا ایک خط ملا۔ جس پر کسی کے دستخط نہ تھے خط کے ساتھ ایک ممی کے کپڑوں کا ایک ٹکڑا بھی تھا، اور لکھا تھا کہ اس کپڑے کی وجہ سے انگلینڈ کے ایک بہت ہی معزز اور امیر خاندان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹتے چلے جا رہے ہیں۔ لہذا درخواست ہے کہ اس کپڑے کو مصر کی زمین ہی میں دفن کر دیا جائے! عجائب گھر نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اور کپڑا ایک فرعونی مقبرے میں دفن کر دیا!
"فروری ۱۹۲۷ء میں انگلستان سے ایک اور خط آیا جس کے ساتھ ایک مصری مورتی بھی تھی۔ خط لکھنے والے نے ظاہر کیا تھا کہ ہندوستان سے واپس ہوتے ہوئے پورٹ سعید میں اس نے یہ مورتی مول لی تھی، مگر اس کی بیوی کو یقین ہو چکا ہے کہ مورتی منحوس ہے کیونکہ جب سے آئی ہے ہم پریشانیوں میں پڑ گئے ہیں۔ میری بیوی کی تندرستی خراب ہو گئی ہے۔ اور خود میں فالج کا شکار بن گیا ہوں۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ مورتی مصر کو لوٹا دی جائے!
اکتوبر ۱۹۳۳ء میں ایک شخص نے عجائب گھر میں کچھ کوڑیاں بھیجیں۔ اور لکھا کہ پرانے زمانوں کے مصری کوڑیاں ہیں، ایک دوست کے پاس تھیں، وہ ان کوڑیوں کی نحوست سے برباد ہو گیا۔ دوست نے مجھے دیدیں، تو میں بھی تباہیوں کا شکار ہونے لگا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ خط لکھنے والے نے اپنے نام کے بجائے لکھا ہے "ایک شخص جو سمجھتا ہے کہ خرافات پر یقین نہیں کرنا چاہیئے"!
۲۰ نومبر ۱۹۳۵ء کو انگلستان سے ایک مصری مورتی آئی۔ اس کے ساتھ خط بھی تھا جس میں لکھا تھا کہ یہ مورتی جب سے میرے قبضہ میں آئی ہے، نحوست میں پڑ گیا ہوں۔ میں نحوست کا قائل نہ تھا۔ لیکن بار بار ایسے واقعات پیش آئے کہ قائل ہو جانا پڑا۔ میں مورتی سے دستبردار ہوتا ہوا اسے مصری عجائب گھر کو ہبہ کرتا ہوں!
۳۰ دسمبر ۱۹۳۵ء کو انگلستان سے ایک خط آیا خط کے ساتھ ایک پتھر بھی تھا۔ خط میں لکھا تھا کہ یہ پتھر مجھے تحفۃً ملا تھا مگر ہے بڑا منحوس جن جن لوگوں کے پاس رہا نہایت پریشان ہوئے اور برباد ہو گئے۔ جب سے میرے پاس آیا ہے، میں بھی تباہی کے بھنور میں پھنس گیا ہوں۔ پتھر مصر سے آیا تھا، اسی لئے مصر کو واپس کئے دیتا ہوں۔

"منحوس ممی"

برطانی عجائب گھر میں ایک چیز ہے، جسے عام لوگ، منحوس ممی کہتے ہیں۔ مگر یہ حقیقت میں ممی نہیں ہے۔ بلکہ ایک مصری تابوت کا ڈھکنا ہے۔ جس پر مردے کا منہ بنا دیا گیا ہے۔ لکڑی کے اس معمولی ڈھکنے کی وجہ سے لندن میں اور پورے انگلینڈ میں عجیب عجیب باتیں مشہور ہو چکی ہیں۔

یہ مصری ڈھکنا، اصل میں مسٹر ڈگلس موری نے مول لیا تھا۔ مگر اس کے دو ہی چار روز بعد مسٹر موری کا ہاتھ خود انہی کی بندوق سے زخمی ہو گیا اور پورے ہاتھ کو کٹوانا پڑا! عجیب بات یہ ہے کہ جس جہاز پر یہ ڈھکنا، انگلینڈ گیا تھا، وہ غرق ہو گیا۔ اگرچہ خود ڈھکنا بچ گیا۔ پھر وہ گاڑی ٹوٹ کر پاش پاش ہو گئی جو ڈھکنے کو بندرگاہ سے لئے جا رہی تھی۔ مگر ڈھکنے کو ذرا نقصان نہ پہونچا۔ پھر یہ ہوا کہ جس گھر میں ڈھکنا رکھا گیا تھا وہ جل کر راکھ ہو گیا۔ لیکن ڈھکنے پر آنچ نہ آئی۔ پھر ایک مشہور مصور بلایا گیا کہ ڈھکنے کا فوٹو لے۔ وہ فوٹو لے کر چلا گیا۔ مگر تین ہی چار دن بعد اُس نے خود کشی کر لی!

جس خاتون کو نذرئے مس یہ ڈھکنا ملا تھا، اُس نے اس کی "نحوست" کے بہت سے واقعات بیان کئے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جب ڈھکنا آیا تو اس کا شوہر مر گیا۔ پھر خاندان کے کئی اور آدمی چل بسے۔ یہ غم بھولنے کے لئے وہ سفر کے لئے نکل کھڑی ہوئی۔ مگر بیچ سمندر میں اس کا جہاز ڈوب گیا۔ اور وہ رات بھر ایک چٹان سے چمٹی رہی، یہاں تک کہ صبح اُسے بچا لیا گیا۔

معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہو گیا بلکہ خاتون کو جب یقین ہو گیا کہ یہ ڈھکنا ہی اس کی تمام مصیبتوں کی جڑ ہے تو اس نے ڈھکنا برطانی عجائب گھر میں بھیج دیا اور ڈھکنے کے جاتے ہی خاتون کی حالت بالکل ٹھیک ہو گئی۔ لیکن ایک دن وہ عجائب گھر میں گئی اور اس ڈھکنے کو بھی دیکھا دیکھا ہی نہیں بلکہ اِس کی برائی بھی کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ واپس ہوتے ہوئے عجائب گھر کی سیڑھیوں سے پاؤں پھسل گیا۔ گر پڑی اور ایک پیر ٹوٹ گیا!

اور سنئے ۔ ایک اخباری نامہ نگار نے اُس ڈھکنے کے بارے میں مضمون لکھا۔ اس کی برائی بھی کی اور مذاق بھی کیا۔ مگر دو ہی چار روز بعد مر بھی گیا!

ایک اور مصری ہڈی کا عجیب قصہ سنئے، جو واقعہ نہیں افسانہ معلوم ہوتا ہے مگر اس قصے سے انگلینڈ کے اخبار پورے دو مہینے (مارچ اور اپریل ۱۹۳۷ء) بھرے رہے ۔

قصہ یہ ہے کہ سر الگزنڈر سٹین کی بیگم ۱۹۳۶ء میں مصر آئیں۔ اسی زمانے میں ایک پرانا مصری مقبرہ شہر جیزہ میں نکلا تھا۔ لیڈی الیگزنڈر، مقبرے کا معائنہ کرنے گئیں، اور انہوں نے رہنما سے کہا کہ ایک لاش کی ہڈی ان کے لئے اٹھا لائے اور وہ اسے انعام دیں گی۔ لیڈی نے یہ اسلئے کہا تھا کہ سن چکی تھیں، مصر میں آثارِ قدیمہ بھی بیچے جاتے ہیں۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ جب لیڈی اُس مصری ہڈی کو لے کر اپنے وطن پہنچیں، تو ایسی بیمار پڑیں کہ بچنے کی امید نہ رہی۔ پھر ان کے شوہر دو دفعہ بیمار ہوئے اور دونوں دفعہ اُن پر خطرناک آپریشن کئے گئے۔ اس کے بعد لیڈی کے گھر میں آگ لگ گئی۔ مگر اس طرح کہ کوئی بھی آگ لگنے کا سبب نہ جان سکا!

پھر یہ ہوا کہ الماری میں شیشے کا ایک بڑا برتن رکھا تھا، وہ خود بخود ٹوٹ کر چور چور ہو گیا۔ دوسرے دن یہ دیکھ کر سب دنگ رہ گئے کہ شیشے کے جس صندوقچے میں ہڈی رکھی تھی، وہ میز پر سے گر پڑا۔ اور ٹوٹ گیا، مگر خود ہڈی کو ذرا صدمہ نہ پہونچا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ میز کے پاس کوئی نہ تھا۔ صندوق اپنے آپ گر پڑا تھا۔

پھر گھر میں رات کو پرچھائیاں دکھائی دینے لگیں۔ اور نوکروں نے گھر میں رہنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ مارے ڈر کے رات بھر سو ہی نہیں سکتے تھے۔

سر الگزنڈر سے یہ حالات سُنکر اسی آدمیوں نے ہڈی مانگی، مگر انہوں نے کسی کو نہیں دی، کیونکہ ایک دفعہ ایک ڈاکٹر کو ہڈی دی تھی، تو اسی رات کو ڈاکٹر کی ماما کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ ماما نے اصل میں کوئی پرچھائیں دیکھی تھی۔ ڈر کر بھاگی تو گر پڑی اور پاؤں کھو بیٹھی!

"ڈیلی ایکسپریس" نے اپنی ۷۔ اپریل ۱۹۳۷ء کی اشاعت میں اپنے نامہ نگار مقیم ایڈنبرہ کا ایک مضمون شائع کیا تھا۔ الگزنڈر کا مکان، ایڈنبرا ہی میں ہے۔ نامہ نگار نے لکھا کہ سر الگزنڈر کے گھر میں ایک گلدستہ رکھا تھا دفعتہً گر پڑا اور اس سے خون بہنا شروع ہو گیا!

سر انگز نڈر نے اس نامہ نگار کو بتایا کہ جس دن گلدستے کا واقعہ پیش آیا ہے اس سے پہلی رات کو اُن کے گھر میں ایک خاتون مہمان تھی گلدستے ہی والے کمرے میں وہ بیٹھی تھی اور اسکے ہاتھ میں گلاس تھا۔ گلاس دفعتہً ہاتھ سے نکل کر چھت تک اڑتا چلا گیا، پھر زور سے نیچے کی طرف آیا۔ اور زمین پر گر کے پاش پاش ہوگیا۔

سر موصوف کی بیوی نے ان تمام واقعات کے بعد نامہ نگاروں سے کہا۔

"میں پھر کبھی مصر سے کوئی ہڈی نہیں لاؤں گی، کیونکہ اب مجھے یقین ہوگیا ہے کہ "فرعون کی لعنت" محض وہم نہیں، بلکہ حقیقت ہے۔ میں یہ ہڈی بھی مصر واپس کر رہی ہوں!"

دسواں باب

مصری عجائب گھر کی سیر

مصری عجائب گھر پر ایک نظر

مصر کا عجائب گھر دنیا کے تمام عجائب گھروں سے اس لئے سب ممتاز اور فیمتی ہے کہ اس میں مصر کے جتنے پرانے آثار جمع ہیں، کسی اور عجائب گھر میں نہیں ہیں مصری عجائب گھر بہت بڑا ہے۔ اس میں تقریباً چار ہزار آثار موجود ہیں۔ مصری عجائب گھر کی گائڈ بھی تقریباً آٹھ سو صفحے کی موٹی کتاب ہے۔ ظاہر ہے ہم اپنی اس کتاب میں مصری عجائب گھر کی سب چیزیں دکھا نہیں سکتے، لیکن ایک سرسری نگاہ اس پر بھی ڈال لینی ضروری ہے۔ یہاں ہم انہی چیزوں کو لیں گے، جن کا تذکرہ پچھلے صفحوں میں نہیں ہوا ہے۔ ہر بیان کے آخر میں جو نمبر ہے وہ عجائب کی گائڈ کا مراجعہ کرنے کے لئے ہے۔

اسٹیچو

۱۔ پانچویں خاندان کے ایک مہنت، غُنساخا کا یہ اسٹیچو ہے۔ اور اس میں مہنت کو بالکل ننگا دکھایا گیا ہے ۱۱ر امیٹر اونچا ہے، اور اس لحاظ سے بے نظیر سمجھا جاتا ہے کہ مہنت ننگا بھی ہے۔ اور اسٹیچو مختون بھی ہے۔ ممکن ہے قدرتی طور پر یہ مختون ہی پیدا ہوا ہو مصری ختنہ نہیں کرتے تھے۔ شاید اسی وجہ سے مختون مہنت نے اپنا برہنہ اسٹیچو بنوایا ہو۔ تاکہ اپنے اس امتیازِ خصوصیت کو ظاہر کرے۔ (۸۸)

۲۔ یہ بہت دلچسپ اسٹیچو ہے۔ ۰۰ر۷ سینٹی میٹر اونچا اور ۵۰ر۰ میٹر چوڑا ہے۔ اس میں دکھایا

گیا ہے کہ ایک آدمی، ایک بندر لئے جا رہا ہے ایک اور آدمی نے بندر کو ستایا ہے تو بندر نے بھر کر دانت نکال دیے ہیں۔ اور ستانے والے کی ٹانگ کاٹ لینی چاہتا ہے۔ اس پر بندر والا تمسخر سے ہنس رہا ہے۔ بندر والے کے ہاتھ میں ایک اور رسی بھی ہے۔ جس سے ایک بندریا بھی بندھی ہوئی ہے اور بندریا کے پیٹ پر اس کا بچہ چمٹا ہوا ہے۔ یہ اسٹیچو مصری آرٹ کا بہت اچھا نمونہ ہے۔

۳۔ پانچویں خاندان کے زمانے میں ممفس کے دیوتا، پتاح کے مہنت، رانفر کا یہ اسٹیچو ہے۔ ۷، ۳ را میٹر اونچا ہے۔ اس کے سر پر لمبے گھنے مصنوعی بال ہیں جو منہ کے سادھوؤں کے جٹاؤں سے ملتے جلتے ہیں جسم پر فقط ایک لنگوٹی ہے۔ اس اسٹیچو کو مصری آرٹ کا ایک بہترین نمونہ تسلیم کیا گیا ہے۔ (۱۶۵)

۴۔ یہ اسٹیچو خاص اہمیت رکھتا ہے۔ تاریخی اہمیت بھی اور فنی اہمیت بھی اس اسٹیچو سے معلوم ہوتا ہے کہ ممفس کے فرعونوں میں ایک فرعون کا نام، پی پی تھا۔ اور یہ کہ چھٹے خاندان میں اس نام کا پہلا فرعون یہی ہے۔ اس اسٹیچو کی فنی اہمیت یہ ہے کہ تانبے کا ہے اور اس کے بعض حصے ڈھالے گئے ہیں اور بعض گھسرڑے گئے ہیں۔ یعنی یہ دوہری صنعت کا نمونہ ہے خیال کیا جاتا ہے کہ یہ اسٹیچو، سونے چاندی اور جواہرات سے خوب سجا ہوا تھا مگر اب یہ چیزیں باقی نہیں ہیں (۱۶۷)

۵۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مصریوں نے جب ہکسوس فاتحوں سے آزادی حاصل کی تو اُن کے تمام آثار بھی مٹا ڈالے، لیکن مصری عجائب گھر کو اس پر بھی ان فاتحوں کے زمانے کے کچھ آثار مل گئے ہیں۔ انہی میں دو اسٹیچو ہیں، جو ایک ہی چوکی پر بنائے گئے ہیں۔ ان کے سر پر لمبے لمبے مصنوعی بال اس طرح بکھرے ہوئے ہیں کہ سر بالکل ڈھک گئے ہیں۔ ان کے خط و خال بہت ہی بھدے ہیں۔ اور شکلیں، ابوالہول سے بہت ملتی جلتی ہیں۔ اور ان کے چہروں پر گھنی بڑی بڑی گھونگر والی ڈاڑھیاں ہیں۔ اسٹیچو، خود بتا رہے ہیں کہ مصری فن سے نہیں بلکہ ایشیائی فن سے تعلق رکھتے ہیں۔ ممکن ہے کسی ہکسوس بادشاہ نے مصری صناعوں کو حکم دیا ہو کہ ایسی ہی صورت کا اسٹیچو بنائیں۔ اور انہوں نے بنا دیئے ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس بادشاہ کی شکل ہی ایسی ہو۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بادشاہ نے اپنے یہ بھیانک اسٹیچو

اس لئے بنوائے ہوں کہ مفتوح مصریوں کو مرعوب کرے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اکیسویں خاندان کے ایک فرعون، پیسوسخ عنٓ نے دونوں اسٹیچوؤں پر اپنا طغرا نقش کرا دیا ہے۔ تاکہ سمجھا جائے کہ اسٹیچو خود اُسی کے ہیں! (۲۰۰)

۶۔ اٹھارہویں خاندان کے زمانے کے دو اسٹیچو ہیں۔ اور دلچسپ ہیں پہلے اسٹیچو میں ایک درباری، پوامیت کی بیوی کو دکھایا گیا، جو اس قدر موٹی ہے کہ شاید دنیا میں ایسا موٹا آدمی کبھی نہیں ہوا ہوگا۔ دوسرے اسٹیچو میں ایک گدھا دکھایا گیا ہے جو اس سومن کی لاش کو لادے جا رہا تھا۔ حالانکہ بیچارہ گدھا، دُبلا پتلا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی صناع نے درباری کی ہنسی اڑانے کے لئے یہ اسٹیچو بنائے تھے! (۳۰۹)

۷۔ قرنہ کے ایک برباد مقبرے سے یہ اسٹیچو نکلا ہے۔ اور رکھومتس دوم کی ماں، ملکہ مُوتْ نفرتْ کا اسٹیچو ہے۔ ملکہ بیٹھی ہے، اور ایک سفید باریک کپڑا اوڑھے ہوئے ہے جس سے اس کے جسم کی بناوٹ صاف دکھائی دے رہی ہے۔ مصری فن کا ایک بہت ہی اچھا نمونہ ہے ناک ٹوٹ چکی ہے، مگر چہرے سے ظاہر ہے کہ ملکہ بہت ہنس مکھ تھی (۳۱۹)

۸۔ یہ پہلے ھرم کے بانی اور چوتھے خاندان کے فرعون خوفو کا اسٹیچو ہے۔ خالص ہاتھی دانت کا ہے۔ اور ۱۲ر، میٹر اونچا ہے۔ فرعون بیٹھا ہوا ہے۔ اور ایسے کپڑے پہنے ہوئے ہے جو دیوتا ازورسیں کے لباس سے مشابہ ہیں۔ ہزاروں برس سیلی زمین میں دفن رہنے پر بھی یہ مصری فن کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے (۱۰۰)

پتھر کی تختیاں

۱۔ سقارہ کے کھنڈروں سے قبر کی ایک تختی نکلی ہے، ۴۹ر ۲ میٹر اونچی، اور ۴۸ر ۱ میٹر چوڑی ہے۔ اس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ شاہزادہ پتاح حتیپ کی تختی ہے۔ یہ شخص پانچویں خاندان میں گذرا ہے۔ بڑا عقلمند اور فلسفی تھا۔ اس کے دانائی اور حکمت کے مقولے اور دل نشین نصیحتیں ایک بردی کاغذ پر لکھی ہوئی مل گئی ہیں اس کاغذ سے پرانا کاغذ دنیا میں کوئی کاغذ نہیں ہے (۱۸)

۲۔ یہ تختی تاریخی لحاظ سے بہت اہم ہے۔ ۱۵ء۱ میٹر اونچی اور ۴۵ء۲ میٹر چوڑی ہے اس کی تاریخی اہمیت یہ ہے کہ ایک بڑے آدمی کی اس پر تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ یہ آدمی جس کا نام "رُنی" تھا۔ چھٹے خاندان میں گذرا ہے۔ شروع میں چھٹے خاندان کے بانی فرعون تی تی کے محل میں خدمتگاری کرتا تھا۔ پھر اپنی قابلیت کی بدولت فرعون پی پی اول کا وزیر ہو گیا۔ اور ملک نوبیا کے فاتح، فرعون مرن را انتسوفیس اوّل کے زمانے تک اپنے اس عہدے پر برقرار رہا۔ بعد میں جزیرۂ اسوان اور منف کے درمیانی ملک کا وائسرائے بنا۔ (۱۵۵)

۳۔ یہ تختی نہیں ہے تختی کا ایک ٹکڑا ہے۔ ۱۸ء۰ میٹر اونچا اور ۲۰ء۱ میٹر چوڑا ہے۔ اس کے نقوش سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرعون امنوتس دوم نے شام پر چڑھائی کر کے وہاں کے سات سرداروں کو گرفتار کر لیا۔ چھ کو تھیبس کی شہر پناہ کے باہر پھانسی پر لٹکا دیا، اور ساتویں سردار کو، نوبیا کے پایۂ تخت نپتا میں بھیجدیا، تاکہ وہاں قتل کیا جائے۔ اور حبشی رعایا مرعوب ہو جائے۔ یہ تختی پرانے زمانے ہی میں ٹوٹ گئی تھی۔ اس کا ایک حصہ آرچ ڈیوک روڈلف ۱۸۸۱ء میں وائنا لے گیا تھا جہاں وہ عجائب خانے میں محفوظ ہے، اور اس تختی کی ایک نقل، نوبیا کے شہر اَمادا کے عبادت خانے میں ابھی تک رکھی ہے (۲۸۸)

۴۔ نہایت خوبصورت تختی ہے۔ اور منفتاح کے مندر سے نکالی گئی ہے۔ ۰۵ء۲ میٹر اونچی ہے۔ اور ۰۱ء۱ میٹر لمبی ہے۔ اس پر فرعون امنوتس سوم کو دو شکلوں میں دکھایا گیا ہے۔ پہلی شکل میں وہ انصاف کی علامت پیش کر رہا ہے۔ دوسری شکل میں وہ شراب کے دو جام، دیوتا امن کے سامنے رکھ رہا ہے۔ مرتد فرعون، اخناتون نے اس تختی پر سے دیوتا امن کی صورت کو اور فرعون امنوتس کے نام کو مٹا ڈالا تھا، لیکن فرعون ستی اوّل کی جب حکومت ہوئی تو اس نے یہ دونوں چیزیں اصلی حالت پر کردیں اسی تختی کے دوسرے حصہ میں فرعون اپنی جنگی رتھ پر دکھائی دیتا ہے۔ اور مقتول و مجروح دشمنوں کو روندتا چلا جا رہا ہے۔ رتھ کے آگے شام اور نوبیا کے قیدی بندھے نظر آتے ہیں۔ تختی پر فرعون کی ان فتوحات کا بھی حال لکھا ہے جو اس نے موصل میں حاصل کی تھیں

موصل کو پرانے مصر میں نہار بنا کہتے تھے۔ جس کا ذکر مصری افسانوں کے سلسلے میں ہم پہلے کر چکے ہیں۔ (۲۹۳)

۵۔ یہ تختی نمایاں تاریخی اہمیت رکھتی ہے۔ اور اس سے مصریوں کے دفن کے متعلق عقیدوں پر بھی ایک نئی روشنی پڑتی ہے۔ تختی کی اونچائی ۲۲ر۲ میٹر ہے اور چوڑائی ۰۶ر۱ میٹر۔ اس کے نقوش بتاتے ہیں کہ اٹھارویں خاندان کے اوائل میں ایک دن فرعون اموزیس اور اس کی ملکہ نفرت اری ملاقات کے ایوان میں بیٹھے تھے کہ دونوں کو خیال آیا، اپنے پرانے بزرگوں کی تعظیم کا سامان کریں۔ پھر فرعون کو اپنی پیاری ملکہ کی ایک بہت پرانی دادی یاد آگئی۔ جس کا نام ملکہ تی شرا" تھا۔ اور پانچ پشت پہلے سترھویں خاندان میں گذر چکی تھی۔ فرعون نے فیصلہ کیا کہ اپنی ملکہ نفرت اری کی اس سگڑدادی کی یادگار قائم کردی جائے۔ اس سگڑدادی ملکہ تتی شرا کی اصلی قبر تو تھیبس میں تھی۔ اور دو مصنوعی قبریں عرابہ میں تھیں ساتھ ہی اسی جگہ اس کی قبر کا ایک مصنوعی تعویذ بھی موجود تھا، مگر یہ دونوں قبریں بری حالت میں ہوگئی تھیں۔ اور "دادی" کے لئے وہ سب بھی نہیں ہو رہا تھا، جو ہونا چاہئے تھا۔ لہذا فرعون نے اپنی ملکہ کو خوش کرنے کے لئے حکم دے دیا کہ خود اس کی، یعنی فرعون کی اپنی یادگار کے پہلو میں "دادی" کے نام کا ایک اہرام کھڑا کیا جائے۔ اہرام کے گرد احاطہ بھی ہو۔ اور احاطے کے اندر حوض بھی بنایا جائے۔ جب سب کچھ تیار ہوگیا تو فرعون نے یہ تختی بنوائی اور اس پر "دادی" کی تصویر اس طرح بنوائی جیسے فرعون کے ہاتھ سے قربانیاں قبول کر رہی ہے۔ اس تختی سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اونچے درجے کے مصریوں کی اصل قبر کے علاوہ اور کئی جگہ مصنوعی قبریں بھی ہوتی تھیں یہ واقعہ کسی اور ذریعہ سے اب تک معلوم نہیں ہوا تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ آج بھی مصر میں ولیوں کی قبریں کئی کئی جگہ بناتے ہیں۔ سید احمد بدوی اور سیدی ابراہیم دسوقی اور بعض دوسرے بزرگوں میں سے ہر ایک کی کئی کئی قبریں مختلف مقامات میں موجود ہیں اور ہر مقام کے لوگ اپنے ہاں کی قبر ہی کو اصلی اور سب سے زیادہ متبرک یقین کرتے ہیں (۲۹۸)

۶۔ یہ تختی بے نظیر ہے۔ ۳۰ر۱ میٹر اونچی اور ۵۰ر۰ چوڑی ہے۔ تختی پر "مرتد" فرعون اخناتون کو دکھایا ہے، جو جگمگاتے ہوئے سورج دیوتا کی پوجا بڑے ہی خشوع و

خضوع سے کر رہا ہے۔ اس فرعون کے بارے میں بتایا جا چکا ہے کہ مصر کے سب سے زیادہ مقبول دیوتا "را" یعنی چمکتے ہوئے سورج کی پرستش جاری کی تھی۔ امن کے تمام آثار مٹا ڈالے تھے۔ حتیٰ کہ تھیبس کو چھوڑ کر اپنی راج دھانی بھی الگ بنالی تھی۔ کیونکہ "امن" تھیبس ہی کا دیوتا تھا۔ مگر فرعون کے مرتے ہی اس کی راج دھانی بھی تباہ ہو گئی۔ اور اس کا نیا مذہب بھی۔ تھیبس کو جو عروج پہلے تھا وہی پھر ہو گیا! (۳۴۴)

۷۔ یہ بہت ہی مشہور اور اہم تختی ہے سنہ ۱۸۶۰ء میں سقارہ کے پرانے مقبروں میں ملی تھی۔ اس کی اونچائی ۲۸ء۱ میٹر اور چوڑائی ۲۵ء۳ میٹر ہے۔ اس تختی پر مصر کے بہت سے فرعونوں کے نام موجود ہیں لکھنے والا "تونا ری" نام کا ایک شخص ہے، جو رامسیس دوم کے زمانے میں موجود تھا۔ تختی پر پہلے دوسرے، تیسرے، چوتھے، پانچویں، چھٹے، گیارہویں، بارہویں، اور انیسویں خاندانوں کے فرعونوں کے نام لکھے ہوئے ہیں، لیکن اس فہرست میں پہلے خاندان کے فرعون، مینا، یا مناس کا نام موجود نہیں ہے، جسے مصر کا پہلا بادشاہ ابھی چند سال پہلے تک یقین کیا جاتا تھا۔ لیکن ہم پچھلے مضمون میں تازہ ترین تحقیق کی روشنی میں لکھ چکے ہیں کہ مصر کا سب سے پہلا بادشاہ کون تھا۔ معلوم ہوتا ہے "تونا ری" نے اپنی تختی پر انہی فرعونوں کے نام لکھے ہیں۔ جن کی کوئی یادگار موجود تھی، یا جن کے نام کی عبادت انیسویں خاندان تک جاری تھی (۳۴۸)

۸۔ یہ نیلے پتھر کی ایک بہت بڑی تختی بلکہ چٹان ہے، اور بے حساب اہمیت کی مالک ہے۔ یہ تختی یا چٹان، تھیبس کے اس حصے سے برآمد ہوئی ہے، جو فرعون موسیٰ، اور منفتاح کے لئے خاص تھا، لیکن اصل میں یہ یادگار، امنوفس سوم کی ہے۔ اور آج تک، اس فرعون کا نام اس پر پڑھا جا سکتا ہے۔ مگر اس فرعون کے دو سو برس بعد فرعون منفتاح نے اس یادگار پر قبضہ کر لیا۔ اور اس پر بڑے مبالغے سے اپنی شاندار فتوحات کا حال لکھوا دیا۔ تختی پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ منفتاح کے زمانے میں مصر کی حالت کیسی ابتر تھی۔ اور فرعون نے کس طرح سب کچھ ٹھیک کر کے مصر کے تمام دشمنوں کو شکست دیدی! تحریر بہت زیادہ فصیح و بلیغ ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منفتاح کے زمانے میں مصری انشاء پردازی بہت ترقی کر چکی تھی۔ اس یادگار میں جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے وہ قوم

اسرائیل کا تذکرہ ہے۔ پرانے مصر کی کسی موجودہ یادگار میں بھی اسرائیلیوں کا کہیں نام نہیں ملتا۔ اسی لئے یورپ اور امریکہ کے ملحدوں نے طے کر لیا تھا کہ اسرائیلیوں کا پورا قصہ بالکل بے بنیاد ہے۔ لیکن اس تختی نے ان ملحدوں کا منہ توڑ دیا ہے۔ منفتاح فرعون موسیٰ ہے۔ اور اس نے اس تختی پر جو عبارت لکھوائی ہے۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ "لیبا رٹا ابیس المغرب) والے مغلوب ہو گئے۔ ملک خیتا ٹھنڈا کر دیا گیا۔ کنعان کی سرزمین میں جتنا فساد تھا، جڑ سے اکھاڑ دیا گیا۔ عسقلان کے رہنے والے اندھے ہو کر آگئے جزیروں کے رہنے والے بھی گرفتار کر لئے گئے۔ یونام (؟) کے لوگوں کا کہیں نشان نہ رہا۔ قوم اسرائیل فنا کر ڈالی گئی۔ اور اس کی نسل میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا۔ ملک شام دب گیا جیسے مصر کی بیوائیں، اور تمام سلطنت میں امن و امان عام ہو گیا"

یہ پہلی مصری یادگار ہے، جس پر بنی اسرائیل کا تذکرہ کیا گیا ہے، اور یہ تذکرہ ان نقوش کی صورت میں ہے:۔ (نقش نمبر ۱) صفحہ ۲۱۰)

اس یادگار کو دیکھکر بعض لوگ اس وہم میں پڑ گئے ہیں کہ بنی اسرائیل یا تو مصر میں سرے سے تھے ہی نہیں اور یا پھر منفتاح سے بہت پہلے مصر سے نکل کر کنعان میں آباد ہو چکے تھے۔ یہ دونوں وہم بالکل بے بنیاد ہیں۔ بنی اسرائیل کے بعض قبیلے اس وقت بھی کنعان میں آباد تھے، جب بنی اسرائیل، مصر میں رہتے تھے منفتاح نے انہی اسرائیلیوں کا اس تختی پر ذکر کیا ہے، نہ کہ مصر والے اسرائیلیوں کا کیونکہ ان کے خروج کے ساتھ ہی فرعون غرق ہو چکا تھا جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں (۳۵۸)

۹۔ یہ تختی ۰۰ء۲ میٹر لمبی اور ۹۶ء۰ میٹر چوڑی ہے۔ اس میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ بیسویں خاندان کے فرعون رامسیس چہارم نے اپنے لئے بنوائی تھی اور اس پر یہ دعا کھی تھی کہ رامسیس دوم کی جیسی لمبی عمر مجھے بھی ملے۔ مگر قدرت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ چار ہی برس حکومت کر کے مر گیا، حالانکہ رامسیس دوم نے ستر سٹھ برس فرعونی کی تھی! (۶۰۲)

۱۰۔ یہ تختی نہیں ہے پتھر کی چٹان ہے۔ ۰۰ء۲ میٹر اونچی ہے اور خاص اہمیت رکھتی ہے چٹان پر تیسویں خاندان کے پادشاہ نقطانبو دوم کی تاج پوشی کے دوسرے سال کی تاریخ درج ہے۔ اور لکھا ہے کہ بادشاہ نے دیوی نیت پر اس تمام سونے، چاندی، لکڑی

اور دوسری چیزوں کی چنگی کا دسواں حصہ وقف کر دیا ہے۔ جو یونان اور ایشیائے کوچک سے مصر میں نیل کی راہ سے آتی ہیں۔ اس تحریر سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ مصری حکومت باہر سے آنے والے مال پر چنگی وصول کیا کرتی تھی (۶۶۳)

۱۱- یہ ایک اہم تختی ہے۔ اور بتاتی ہے کہ پرانے زمانے میں بادشاہ کس طرح چنے جاتے تھے۔ جب بادشاہی کے کئی دعویدار پیدا ہو جاتے تھے۔ تختی ۴۲ (امبرا ونچی اور ا)، میسٹر جو تری ہے جو ہم پر آتے ہیں کہ ایک زمانے میں مصر پر حبشیوں کی بھی حکومت ہو گئی تھی اور ایک مدت تک رہی تھی مگر جب حیسوس خاندان کا ظہور ہوا تو حبشی فرعونوں کی حکمرانی نوبیا پر آکر ختم ہو گئی تھی اور مصر کا جس سے رشتہ ٹوٹ گیا تھا۔ بہرحال جب فرعون ایتھوبیا میں مرگیا اور نئے بادشاہ کے لئے جگہ خالی ہو گئی تو کئی آدمی دعویدار بن گئے۔ تختی کے نقوش بتاتے ہیں کہ نئے بادشاہ کے انتخاب کے لئے فوجی سرداران اور مذہبی پیشوا جمع ہوئے اور اس دیوتا کے سامنے گڑگڑانے لگے کہ آپ ہی کسی شخص کو بادشاہ مقرر کریں۔ اس کے بعد سب دعویدار ایک ایک کر کے دیوتا کے سامنے آئے اور چلے گئے۔ مگر دیوتا میں کوئی جنبش نہ ہوئی، لیکن جب اسپالوتی آیا۔ تو دیوتا نے اُسے فوراً پکڑ لیا اور اپنی مقدس جلالی آواز میں کہا "یہ ہے تمہارا بادشاہ! یہ ہے تمہارا آقا! یہی ہے وہ جو تمہیں زندگی بخشے گا!" اس کے بعد اسپالوتی کی بڑی دھوم سے تاج پوشی ہوئی۔ اور فرعون نے تمام حاضرین کو سیر و سرا میں تقسیم کیں! (۶۹۲)

۱۲- یہ تختی بھی اہم ہے اور حبشی بادشاہوں سے تعلق رکھتی ہے۔ حبشی بادشاہ اصل میں مصر کے امن دیوتا کے پروہتوں کی نسل سے تھے۔ اسی لئے بہت سخت مذہبی پرہیزگار تھے اس تختی کے نقوش میں دکھایا گیا ہے کہ چند آدمیوں کو اس جرم میں زندہ جلا دینے کی سزا دی گئی تھی کہ انہوں نے قربانی کا گوشت کچا کھا لیا تھا! خیال کیا جاتا ہے کہ یہ تختی چھٹی صدی قبل مسیح کے اوائل کی ہے۔ اس تختی سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ اس زمانے میں حبشی کچھ نہ کچھ تعداد سے بھی کچا گوشت کھانے کے عادی تھے۔ افریقہ میں آج بھی بہت سی قومیں کچا گوشت کھاتی ہیں۔ جانوروں ہی کا نہیں، آدمی کا بھی! افریقہ میں ایک قبیلہ تکرونی کہلاتا ہے۔ اس میں اسلام پھیل چکا ہے سنہ ۱۹۱۲ء کے حج میں اس قبیلے کے بھی کچھ لوگ حج کرنے آئے تھے، مگر ان میں سے دو آدمیوں نے ایک مرے ہوئے

تانبے حاجی کو مکہ میں کسی طرح پکڑ لیا، اور کچا کھا گئے۔ اور دونوں مرحوم شریف حسین کی حکومت نے گرفتار کر لیا تھا۔ بعد میں معلوم نہیں انہیں کیا سزا دی گئی؟ (۶۹۳)

۳۔ نیچے پتھر کا یہ ٹکڑا بے نظیر سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ دنیا کے کسی عجائب گھر میں اس کی مثال موجود نہیں ہے۔ پتھر پر آمن دیوتا کو ایک حبشی ملکہ کے سامنے دکھایا گیا ہے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ یہ یادگار اُس زمانے کی ہے جب حبش سے مصری تمدن رخصت ہو رہا تھا یعنی رومن زمانے کی یادگار ہے (۶۹۶)

۴۔ یہ پتھر اور اس کے بعد کے نمبر کا پتھر، دونوں اسیوط کے حاکم مساحتی کے مقبرے سے نکلے ہیں۔ مساحتی کے معنی ہیں۔ وہ شخص مگر مچھ کی طرف منسوب ہے۔ مساحتی گیارہویں یا بارہویں خاندان کے زمانے میں ایک بڑا سپہ سالار تھا۔ پتھر پر ایک پیدل مصری پلٹن دکھائی گئی ہے۔ جس میں چالیس سپاہی ہیں، اور یہ سب مصری ہیں کیونکہ ان کا رنگ روپ مصری لوگوں جیسا دکھایا گیا ہے۔ سب کے سب برابر ہیں صرف دو سپاہی ایسے ہیں جن میں ایک قد میں اپنے سب ساتھیوں سے اونچا ہے۔ اور دوسرے کا قد سب سے چھوٹا ہے۔ تمام سپاہیوں کے ہتھیار ایک سے ہیں وہ کمر سے رانوں تک دھوتیاں باندھے ہوئے ہیں تاکہ آزادی سے چل سکیں۔ اس کے سوا اُن کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں ہے۔ سروں پر گھنے مصنوعی بال بندھے ہوئے ہیں۔ تاکہ دشمن کے حملوں سے حفاظت رہے۔ ہر سپاہی کے ہاتھ میں ایک نیزہ ہے اور اس کے قد سے کچھ ہی اونچا ہے نیزے سیدھی پتلی لکڑی کے ہیں، اور ان پر تانبے کی نوکیں لگی ہیں۔ ہر سپاہی کے الٹے ہاتھ میں ڈھال ہے۔ جو دونوں طرف ہموار ہے، مگر بیچ میں سے اُبھرا ہوا ہے۔ اس پلٹن میں آگے پیچھے دس صفیں ہیں۔ اور ہر صف میں چار سپاہی ہیں۔ دوسرا پتھر بھی ایسا ہی منظر پیش کرتا ہے مگر اس میں جو پلٹن دکھائی گئی ہے، اس میں سپاہی مصری نہیں ہیں بلکہ نیوبیا اور زنگی قوموں کے سپاہی ہیں کیونکہ ان کے رنگ انہی قوموں کے سے ہیں۔

تصویریں

مصری عجائب گھر میں بہت سی نہایت قدیم تصویریں بھی موجود ہیں۔ ان میں سے بعض

کا حال ہم یہاں لکھتے ہیں:۔

ا۔ یہ تصویر، پتھر کے ایک ظرف پر بنی ہوئی ہے۔ اصل میں تصویر کا رٹون ہے۔ ایک عورت دکھائی گئی ہے، جو جھکی ہوئی ہے۔ اس کی لمبی لمبی چھاتیاں لٹکی ہوئی ہیں، اور پیٹ بری طرح پھولا ہوا ہے۔(۸۲)

۲- یہ ایک فرضی جانور کی تصویر ہے۔ جس کے بارے میں مصریوں کا عقیدہ تھا کہ ریگستان میں پایا جاتا ہے۔ اس کا سر عورت کے سر کی طرح بنانے تھے۔ اور اس کا نام عزلشون تھا۔(۵۳۶)

۳- یہ ایک لکڑی کی تختی ہے۔ اور اس پر ایک بے مثل مصری منظر دکھایا گیا ہے۔ تصویر میں ایک پہاڑ نظر آتا ہے۔ جسے پیلے رنگ سے رنگا گیا ہے۔ اور اس پر جابجا لال دھاریاں پڑی ہوئی ہیں۔ پھر دو دروازے دکھائی دیتے ہیں۔ جس پر برکی علامت ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ قبر ایک عورت، نز ذا مس رد تی نی کی ہے۔ پھر ایک عورت کی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ بال کھولے ہوئے اور دست بستہ ہے۔ عورت کے پیچھے چھوٹا سا باغ ہے اور باغ سے غرض یہ ہے کہ روح آئے اور باغ سے لطف اٹھائے۔ اسی تختی کے اوپر کے حصے میں یہی عورت، دیوتا حورمی سے دعا مانگ رہی ہے کہ اس کے رشتہ دار جو قربانیاں پیش کریں، اُن کی روح کو پہنچ جائیں یہ تصویر بائیسویں خاندان کے وقت کی ہے یا چھبیسویں خاندان کے وقت کی۔(۶۴۰)

تعویذ

پرانے مصر میں تعویذوں کا بہت رواج تھا۔ تاریخ کے زمانے سے بھی بہت پہلے مصری تعویذ استعمال کرتے تھے تعویذ بہت قسم کے ہوتے تھے، اور اُن کے فائدے بھی طرح طرح کے مانے جاتے تھے۔ زندہ آدمی بھی تعویذ پہنتے تھے، اور مُردوں کے تابوتوں میں بھی تعویذ رکھے جاتے تھے۔ مصری عجائب گھر میں پرانے تعویذوں کی ایک بڑی مقدار موجود ہے۔ جن میں سے بعض کا تذکرہ ہم کرتے ہیں۔

ا۔ عجائب گھر کی ایک الماری میں، سونے کی تختیوں پر کئی قسم کے تعویذ بنے ہوئے ہیں۔ یہ تعویذ ممی کرنے کے بعد لاش پر رکھ دیتے تھے، اور پھر لاش کو کپڑے سے لپیٹ دیتے تھے

ان تعویذوں میں سے اکثر کی شکل اس طرح ہے۔ (نقش نمبر ۲ صفحہ ۳۹۳) اِس شکل سے مراد روح ہے یا اس طرح کی شکل ہے (نقش نمبر ۳ صفحہ ۳۹۳) یعنی سانپ۔ یا اس طرح کی شکل ہے۔ (نقش نمبر ۴ صفحہ ۳۹۳) یعنی عقاب۔ مصری یقین کرتے تھے کہ یہ تعویذ آدمی کو مرنے کے بعد بھی اپنی پناہ میں رکھتے ہیں۔

۲۔۔ ہم لکھ چکے ہیں کہ مصری عقیدے میں نام آدمی کا ایک ایسا ضروری جز تھا کہ جس کا مٹ جانے، خود اُس کے وجود کو بھی معدوم یقین کرتے تھے۔ خود دیوتاؤں سے فائدہ اٹھانے کے لئے بھی ضروری سمجھا جاتا تھا کہ انھیں اُن کے اصلی ناموں سے پکارا جائے۔ یہ اہم غرض پوری کرنے کے لئے اِس شکل کا تعویذ بناتے تھے۔ (نقش نمبر ۵ صفحہ ۳۹۴) اور سمجھتے تھے کہ یہ تعویذ، مُردے کا نام بھی باقی رکھے گا، اور مُردے کو اُن دیوتاؤں کے نام بھی بتاتا رہے گا، جن سے اُس کی روح فائدہ اُٹھا سکتی ہے۔ مگر تعویذ کے اندر خالی جگہ میں اس ڈر سے خود مُردے کا نام نہیں لکھتے تھے کہ شاید کوئی جادوگر یا شریر آدمی اس نام کو کسی بُرے ارادے سے استعمال کرے۔

۳۔۔ ایک تعویذ اس شکل کا ہوتا تھا۔ (نقش نمبر ۶ صفحہ ۳۹۶) اور اسے منایت کہتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کی برکت سے شیطان بھاگ جاتا ہے (۶۲)

۴۔۔ دیوی ہاتور کے سر کی شکل کے بھی تعویذ بناتے تھے، اور یقین کرتے تھے کہ اِن تعویذوں کی وجہ سے آدمی، خوش نصیب بن جاتا ہے۔ دیوتا بسؔ کی مورتیں بھی تعویذ کے طور پر استعمال کی جاتی تھیں۔ یہ دیوتا نوکا تھا اور ملک عرب سے مصر میں آیا تھا۔ یقین کیا جاتا تھا کہ اس کے تعویذ، زندہ آدمی کو سونے کی حالت میں اور مُردے کو قبر میں درندوں، سانپوں، اور شیطانوں کے شر سے بچاتے ہیں (〃)

۵۔۔ مصری عجائب گھر کی ایک الماری میں بہت سے تعویذ، چڑیوں اور جانوروں کی شکل کے جمع ہیں، جیسے بَطْ، جو دیوتا سیبُو اور اَمن کے لئے خاص تھی۔ یا مینڈک، جسے زمانے کا اور تجدید کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ عیسائی مذہب قبول کر لینے پر بھی پرانے مصری، مینڈک کو قیامت اور حشر کا نشان مانا کرتے تھے!

۶۔ ایک الماری میں وہ تعویذ جمع ہیں، جو بعد کے زمانے میں مصری، مُردے کے دل کی جگہ پر رکھ دیتے تھے۔ ہم بتا چکے ہیں کہ ممی کرتے وقت مُردے کا دل نکال دیا جاتا تھا، کیونکہ سمجھا جاتا تھا، حساب کے موقعہ پر دل بچی گواہی دے گا، اور مُردے کی نجات نہ ہو سکے گی!

لہذا دل دُور کر دیتے تھے، اور اُس کی جگہ پُرانے زمانے میں گُبریلے کی مورت، اور بعد کے زمانوں میں اس شکل کا تعویذ رکھ دیتے تھے۔ نقش نمبر۷ صفہ ۳۹۹ اور سمجھتے تھے کہ تعویذ دیوتاؤں کے سامنے مُردے کو بالکل بے گناہ ثابت کر دے گا۔ اسی الماری میں اس شکل کے بھی تعویذ رکھے ہیں۔ نقش نمبر۸ صفہ ۳۹۹ اس تعویذ کو تِتّ کہتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کی برکت سے مُردہ، دیوی اِیزِس کی پناہ میں چلا جاتا ہے!

۷۔ ایک تعویذ اس شکل کا ہوتا تھا۔ نقش نمبر۹ صفہ ۳۹۹ اور اسے دَدُو کہتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ یہ تعویذ، آسمان کے چاروں ستونوں کو اپنے اوپر اُٹھائے ہوئے ہے، اور اس کی برکت سے، روح کو دائمی زندگی مل جاتی ہے۔

۸۔ ایک اور الماری میں کئی شکلوں کے تعویذ رکھے ہیں۔ اس شکل کے تعویذ کو انسان اور دیوتا، سب کے لئے زندگی کا ذریعہ یقین کرتے تھے۔ نقش نمبر۱۰ صفہ ۴۰۰ جب ایک ہی تعویذ میں یہ تین صورتیں جمع ہو جاتی تھیں، تو مطلب یہ ہوتا تھا کہ آدمی کو زندگی، ثابت قدمی، اور سربلندی حاصل ہوگی (نقش ۱۱ صفہ ۴۰۰) ان دو شکلوں کے تعویذ مُردے کے ساتھ رکھے جاتے تھے، تاکہ اُس کے قوٰی میں اعتدال باقی رہے۔ نقش نمبر۱۲ صفہ ۴۰۰ ایک تعویذ اس شکل کا ہوتا تھا۔ نقش نمبر۱۳ صفہ ۴۰۰ اور اسے خُوبِت کہتے تھے۔ مصریوں کا عقیدہ تھا کہ اس تعویذ کی برکت سے، جو اُفق میں چمکتے ہوئے سورج کا نشان مانا جاتا تھا۔ مُردہ، سورج کے ساتھ اُفق میں دَورہ کرتا رہے گا۔ ایک تعویذ اس شکل کا ہوتا تھا۔ نقش نمبر۱۴ صفہ ۴۰۰ اسے "سَاتُو" کہتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کی برکت سے مُردہ، دیوتاؤں کے ساتھ اُٹھ بیٹھ سکے گا۔ ایک تعویذ کی شکل یہ ہوتی تھی۔ ۱۵ صفہ ۴۰۰ اور اسے مَناخِیت کہتے تھے۔ یقین کیا جاتا تھا کہ یہ تعویذ مُردے کو آخرت میں ہمیشہ کے لئے امن و سکون بخش دے گا۔

۹۔ اس شکل کی آنکھ ۱۶ صفہ ۴۰۲ کا بھی ایک تعویذ ہوتا تھا، اور اسے وَزِیت کہتے تھے۔ مصریوں کا عقیدہ تھا کہ اس تعویذ کی وجہ سے مُردہ، حورِیس اور رَا کی پناہ میں چلا جاتا ہے، اور یہ دیوتا اُس کی ہر قسم کی مدد کرتے رہتے ہیں۔

۱۰۔ مصری، سانپ سے بہت ڈرتے تھے، لیکن اُسے محافظ بھی سمجھتے تھے۔ مصری عجائب گھر کی ایک الماری میں بہت سے تعویذ سانپ کی شکل کے موجود ہیں۔ مصریوں کا عقیدہ تھا

کہ یہ تعویذ زندہ آدمیوں کو سانپ کے کاٹنے سے بچاتے ہیں اور قبر میں مُردے کو دشمنوں کے حملے سے محفوظ رکھتے ہیں۔ بعض تعویذوں کی شکل ایسی ہے۔ ۱۷ صفحہ ۴۰۱

۱۱۔ لیکن مصر میں جو تعویذ سب سے زیادہ مقبول اور رائج تھے، وہ گبریلے کی شکل کے ہوتے تھے، اور یہ تعویذ بڑی تعداد میں مصری عجائب خانے میں جمع کر رکھے ہیں، مصریوں کے خیال میں گبریلا مقدس تھا، اور وہ اس کی بھی پرستش کرتے تھے۔ گبریلے کی مقبولیت کا ایک سبب خود اس کا نام بھی ہوا۔ مصری زبان میں اُسے خیپرُ رُوْ کہتے تھے اور اس طرح لکھتے تھے۔ ۱۸ صفحہ ۶۶۳ وجود کو خیپرُ کہتے تھے اور اس طرح لکھتے تھے۔

اس لفظی مشابہت کی وجہ سے مصریوں نے فرض کر لیا کہ گبریلا ہر موجود کا قائم مقام ہے، انسانی بدن میں دل کی اہمیت معلوم ہے۔ دل کے بغیر آدمی کی زندگی نہیں ہو سکتی، اسی لئے اُنھوں نے گبریلے کو آدمی کا دل بھی قرار دے دیا، اور ممی کرتے وقت جب دل نکال لیتے تھے، تو اُس کی جگہ گبریلے ہی کی مورت رکھ دیتے تھے۔ یہ بھی ایک تعویذ تھا، اور یقین کرتے تھے کہ اس تعویذ کی وجہ سے مُردے کا حساب آسان ہو جائے گا۔

کالے سانپ کے تعویذ زندہ آدمی بھی استعمال کرتے تھے۔ اسی شکل کی انگوٹھیاں اور بعض دوسرے زیور بھی پہنتے تھے۔ اور مصریوں ہی سے گبریلے کا یہ تعویذ، فینیقیا، قبرص، یونان، سارڈینیا، اور بہت سے دوسرے ملکوں نے لیا اور اسے استعمال کرتے رہے۔ مصر میں گبریلے کے تعویذ بہت ہی پرانے زمانے سے رائج تھے، حتیٰ کہ چوتھے خاندان کے وقت بھی ان کا استعمال عام تھا۔

ہم بتا چکے ہیں کہ مصری عقیدے میں آدمی کا نام، اُس کے وجود کا لازمی حصہ ہوتا تھا، اسی عقیدے کی وجہ سے اُنھوں نے گبریلے کے تعویذ بنائے، تاکہ اس کے سبب سے نام باقی رہ جائے۔ وہ اِس تعویذ پر مُردے کا پورا نام کندہ کیا کرتے تھے، اور یہ تعویذ چونکہ لاش کے اندر رہتا تھا، اس لئے ڈر نہیں تھا کہ جادوگر یا دشمن، مُردے کا نام دیکھ کر اُسے نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے، چنانچہ مصری عجائب گھر میں گبریلے کا ایک تعویذ موجود ہے، جس پر نقش بنا ہوا ہے۔ نقش ۲۰ صفحہ ۶۶۸ اس نقش کے معنی ہیں "تیرا نام سدا باقی رہے، اور تیری نسل کبھی ختم نہ ہو"

گُبریلے کے بعض تعویذوں پر یہ نقش بنے ہوئے ہوتے تھے۔۲۱ صفہ ۶۶۹ اور ان تعویذوں کے بارے میں سمجھا جاتا تھا کہ بچوں سے شیطانوں کو دُور رکھتے ہیں۔ جن تعویذوں پر یہ نقش بنا ہوا ۲۲ صفہ ۶۶۹ اُنھیں خبیث روحوں کا بھگانے والا یقین کیا جاتا تھا۔ خوفناک خوابوں سے بچنے کے لئے گُبریلے کے تعویذ پر یہ نقش بناتے تھے۔۲۳ صفہ ۶۶۸ بچھوؤں سے بچنے کے لئے گُبریلے کے تعویذ پر یہ نقش بنایا جاتا تھا۔۲۴ صفہ ۶۶۹ اور جب نقش میں بچھو کے ساتھ مگرمچھ بھی ہوتا تھا، تو سمجھتے تھے کہ اِن دونوں موذیوں سے بچاؤ ہوگیا۔ اس قسم کے تعویذ پر ایسا نقش ہوتا تھا۔۲۵ صفہ ۶۶۹ گُبریلے کے تعویذ پر جب اِس صورت کی آنکھ ہوتی تھی ۲۶ صفہ ۶۶۹ تو یقین کرتے تھے حاسدوں کے شر سے بچے رہینگے۔

بُردی کاغذ

مصری عجائب گھر میں ایک پورا کمرہ، بہت ہی قدیم مصری بُردی کاغذوں سے بھرا ہوا ہے۔ ہم بتاچکے ہیں کہ "بُردی" ایک قسم کے پیڑ تھے، جو مصر میں کثرت سے پیدا ہوتے تھے۔ اِنھی پیڑوں کی چھال سے وہ کاغذ بنائے جاتے تھے، جو بُردی کے نام سے مشہور رہیں۔ اب تک تحقیق نہ ہوسکا کہ مصری کس مسالے سے چھال کے ٹکڑے ایک دوسرے سے جوڑ دیتے تھے، مگر اُن کے پاس کوئی بہت ہی اچھا مسالہ ضرور تھا۔ کیونکہ ہزارہا برس گزر جانے پر بھی آج تک یہ بُردی کاغذ اپنی اصلی حالت میں ہیں کہیں سے اُن کے جوڑ کھلے نہیں ہیں۔ ان کاغذوں پر "مُردوں کی کتاب" کے باب لکھے ہوئے ہیں بعض پر تصویریں بھی ہیں، مگر ان کی تفصیل سے ہماری کتاب کے پڑھنے والوں کو دلچسپی نہ ہوگی۔

شاہی تحریریں

مصری عجائب گھر میں ایک اور بھی بہت قیمتی ذخیرہ موجود ہے۔ ہمارا اشارہ اُن تحریروں کی طرف ہے۔ جو پتھر کی نفیس تختیوں پر مسماری خط میں لکھی ہوئی ہیں۔ یہ تحریریں "مرتد" فرعون اخناتون سے تعلق رکھتی ہیں، کیونکہ اُسی کے پاس آئی تھیں چند تحریروں کا تذکرہ نیچے کیا جاتا ہے:-

۱۔ فرعون اخناتون نے کوئی خط لکھا تھا، جس کے جواب میں یہ تحریر آئی تھی۔ یہ ایسی زبان میں لکھی ہوئی ہے جو اب تک اچھی طرح سمجھی نہیں جا سکی، لیکن لکھنے والے کا نام پڑھ لیا گیا ہے اور وہ آرزا ابج ہے۔

۲۔ فرعون اخناتون کے نام اشوریا کے بادشاہ، اشور بلیت کا خط ہے، جو فرعون کے جواب میں لکھا گیا ہے۔

۳۔ فرعون اخناتون نے بابل کے بادشاہ، کلیما سین کو لکھا تھا کہ اپنی چھوٹی لڑکی کی شادی اُس سے کر دے۔ شاہ بابل نے اسی خط کے جواب میں یہ تحریر بھیجی ہے۔

۴۔ بہت سی تحریروں میں شام کے حالات و واقعات لکھے ہیں۔ شام اُس زمانے میں مصر کا ایک صوبہ تھا۔

۵۔ ایک تحریر میں بت پرستی پر مضمون لکھا گیا ہے۔

۶۔ اس سلسلے میں ایک اور تحریر کا ذکر کر دینا مناسب ہے۔ یہ تحریر لکڑی کی تختیوں پر موجود ہے اور بہت اہم سمجھی جاتی ہے۔ تختیاں بہت خوبصورت ہیں، مگر اُن پر جو ہیروگلیفی خط ہے، وہ نامکمل ہے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ یہ تحریر، جیزہ کے اہراموں سے بھی زیادہ پرانی ہے۔ کیونکہ اہرام، چوتھے خاندان میں بنے تھے اور یہ تحریر لازمی طور پر تیسرے خاندان کے زمانے کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے اُس زمانے میں ہیروگلیفی خط نے پوری ترقی نہیں کی تھی۔

زیور

مصری عجائب گھر میں پرانے مصر کے ایسے قیمتی زیور اور جواہرات جمع ہیں، جو دنیا کے کسی عجائب گھر کو نصیب نہیں ہوئے۔ یونانی زمانے سے لیکر تاریخ سے بھی پہلے کے زیور موجود ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ قدیم زیوروں کی عمر، پانچ ہزار برس سے بھی زیادہ ہے۔ ان زیوروں کے دیکھنے ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جب ساری دنیا وحشت کی حالت میں تھی، اُس وقت بھی مصری، اپنی عورتوں کے لیے کیسے کیسے نفیس زیور تیار کرتے تھے۔

یہ انمول خزانہ محض اتفاقات سے ملا ہے، ایک دفعہ میں نہیں۔ آہستہ آہستہ

ملا ہے۔ سب سے پہلے جو خزانہ ملا، وہ تھیبس کے ایک گاؤں میں ملکہ آعح حتپ کے تابوت کے ساتھ دفن تھا، یہ خزانہ اٹھارویں خاندان کی یادگار ہے۔

واقعہ یہ ہوا کہ ۱۸۵۹ء میں گاؤں ذراع ابی النجاۃ میں مصری عرب، زمین کھود رہے تھے کہ بالکل اتفاق سے یہ خزانہ نکل آیا۔ ضرور پہلے زمانے کے چوروں نے یہ خزانہ اس کی اصلی جگہ سے نکالا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے، عین وقت پر پکڑے گئے، اور مار ڈالے گئے۔ خزانہ وہیں دفن رہ گیا جہاں چوروں نے گاڑ دیا تھا، یہانتک کہ ہمارے زمانے میں ظاہر ہو گیا۔

مگر یہ پورا خزانہ نہیں ہے، اس میں کچھ چوری بھی ہوئی ہے۔ جب خزانہ نکلا، تو علاقہ تھیبس کے مصری افسر نے اُسے اپنے گھر میں رکھ لیا، اور خدا ہی جانتا ہے، کیا کیا چیزیں اس افسر نے ہضم کر لیں۔ پھر جب خزانہ، قاہرہ پہنچا، تو مرحوم خدیو اسمٰعیل پاشا نے اس میں سے وہ سب زیور پہننا لئے، جو اُسے پسند آئے۔ ان میں سونے کی ایک نہایت ہی نفیس زنجیر بھی تھی، اور ایک میٹر سے زیادہ لمبی تھی۔ خدیو نے یہ زنجیر اپنی چہیتی بیوی کو دیدی تھی، اور اُس کے پاس بیس برس رہی بھی مگر بعد میں غائب ہو گئی۔ آج تک اُس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ اس خزانے کے بعد بتدریج اور کئی خزانے مختلف مقامات سے برآمد ہوئے۔ فرعونوں کی لاشوں کے ساتھ بھی قیمتی خزانے نکلے۔ سب سے آخر میں، مگر سب سے زیادہ شاندار خزانہ، فرعون توت انخ امن کے مقبرے سے اُس کی لاش کے ساتھ حال ہی میں ملا ہے۔ کون جانتا ہے، مصر کی زمین کے نیچے ابھی اور کتنے خزانے چھپے پڑے ہیں۔

مصری زیور دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ہزاروں برس پہلے بھی مصری سُنار اپنے فن میں کیسے ماہر تھے، اور کیسے نفیس زیور بناتے تھے۔ یقیناً دنیا کی کوئی قوم اپنے اُس زمانے کے ایسے زیور پیش نہیں کر سکتی، جیسے پُرانے زمانے کی مصری اپنے زیور چھوڑ گئے ہیں، لیکن بعض ماہرین مصریات نے شکایت کی ہے کہ بہت سے مصری زیور نہایت کمزور ہوتے تھے اور چند روز سے زیادہ استعمال میں نہیں لائے جا سکتے تھے، مگر یہ شکایت، قدیم مصریوں کے حالات سے ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ مصری اپنے مُردوں کو بھی زیور پہنانا ضروری سمجھتے تھے، کیونکہ وہ مُردے کے لئے وہ سب چیزیں مہیا کرتے تھے جن کی اُسے زندگی میں ضرورت ہوتی تھی، لیکن ظاہر ہے، مُردے، زیور استعمال نہیں

کر سکتے۔ اسی لئے اُن کے زیوروں کے ٹوٹنے پھوٹنے کا بھی اندیشہ نہیں ہو سکتا، لہٰذا مُردوں کے لئے مضبوط زیور بنانا، حماقت تھا جتنے کمزور زیور دکھائی دیتے ہیں، سب کے سب مُردوں کے ہیں۔ اس کے برخلاف وہ زیور بہت مضبوط ہوتے تھے، جو زندہ آدمیوں کے کام میں آتے تھے۔ دونوں کے بہت سے نمونے مصری عجائب گھر میں محفوظ ہیں۔ بعض زیوروں اور مرصع چیزوں کا تذکرہ ہم بیان کرتے ہیں:۔

۱۔ فرعون تُھوتمُوز اور ملکہ نیخ تیُوتا خرتُوتیتا کے زیوروں کی الماری میں ایک خنجر رکھا ہے، جس کا دستہ کُندن کا ہے۔ بتب احمر، عقیق، سونے اور لاجورد کے بہت سے کنٹھے ہیں۔ ہر کنٹھے کا سرا سونے کے دو سروں سے بندھا ہوا ہے اور تیرہ سر، باز کے ہیں۔ گول کوڑیوں اور عقیق کے دانوں کو سونے کے تاریں پر دکر جوڑیاں بنائی گئی ہیں اور دیکھنے کے لائق ہیں۔ چاندی کا ایک مُرصع تاج بھی ہے۔ تاج کو سر پر روکنے کے لئے ایک قفل یا کنٹکا بھی ہے۔ یہ بھی چاندی کا ہے، اور اس کے بیچ میں مرجان کا ایک بڑا دانہ جڑا ہوا ہے۔ اس دانے کے اوپر سانپ کا فرعونی نشان ہے جو رنگ برنگ پتھروں سے آراستہ ہے۔

۲۔ ایک اور الماری میں شاہزادی مار یرنبت کے کنٹھے رکھے ہیں۔ بعض کنٹھے، سونے کے دانوں کے ہیں، بعض جواہرات کے ہیں، اور بعض کوڑیوں کے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی دو سُرمہ لگانے کی لمبی سلائیاں ہیں، سونے کی ہیں، پہلی سلائی پر ایک دانہ سار کھا ہوا ہے، اور دوسری سلائی پر نیلے اور ہرے پتھروں کی پچی کاری ہے۔ دونوں سلائیاں بہت خوبصورت ہیں۔ دو آئینے بھی ہیں اور دیکھنے کے قابل ہیں، ان کے دستے ٹوٹ گئے ہیں، مگر اندازے سے معلوم ہوتا ہے کہ آبنوس کے ہونگے۔ دستے جس جگہ جڑے تھے، وہاں سونے کا جوڑ آج تک موجود ہے۔ اسی الماری میں خالص سونے کی دو صدریاں بھی ہیں اور بہت خوبصورت ہیں۔ ایک صدری پر فرعون اُوسرتسن سوم کا نام لکھا ہے اور دوسری پر فرعون امن ئم عت کا نام۔

۳۔ ایک الماری میں شاہزادی سِیتا حُور کے زیور رکھے ہیں۔ ان میں قابلِ ذکر سونے کی سوئیاں ہیں۔ ان سوئیوں کے ناکے بہت بڑے ہیں۔ شاید ان سوئیوں کے

ہو ذریعے سر پر یا جسم کے دوسرے حصّوں پر زیور قائم کئے جاتے تھے۔
۴۔ ایک اور الماری میں بہت سے زیور رکھے ہیں۔ ان میں ملکہ خنوم زینت کے دو تاج قابل دید ہیں۔ پہلا تاج اس طرح بنایا گیا ہے کہ سونے کے مہین تاروں کا ایک جال ہے، اور اس جال پر برابر فاصلے سے سونے کے چھ پھول قائم کئے گئے ہیں۔ ہر پھول کا دل، عقیق کا ہے اور اُس کے ساتھ چار سبز پتیاں بھی ہیں؛ اور ایسی معلوم ہوتی ہیں، جیسے صلیب ہوتی ہے۔ اِن بڑے پھولوں کے بیچ میں بہت سے چھوٹے چھوٹے پھول بھی ہیں۔ ہر پھول کے بیچ میں سُرخ پتھر، دل کے طور پر لگا دیا گیا ہے، اور پانچ نیلی پتیاں ہیں، جو تاروں کے جال پر پھیلی ہوئی ہیں۔ دوسرا تاج گلاب کے پھولوں کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ سب پھول خالص سونے کے ہیں۔ تاج کے اوپر بھی آٹھ پھول کھڑے ہیں۔ ان میں بعض سونے کے ہیں اور بعض لاجورد، عقیق الیشب احمر، اور زمرد سے بنائے گئے ہیں۔ تاج پر سونے کے دو عُقاب بھی ہیں، اور قابل دید ہیں۔ عقاب اپنے پر پھیلائے ہیں اور اُن کے ہر چنگل میں خنجر ہے ایک ایک انگوٹھی اس شکل کی ہے۔ انگوٹھیوں پر عقیق کے نگ ہیں۔
۵۔ ایک خنجر بھی قابل ذکر ہے۔ خنجر کا نیام سونے کا ہے اور قبضے پر بھی سونا چڑھا ہوا ہے۔ قبضے پر چار عورتوں کے سر بنے ہوئے ہیں اور سونے، لاجورد، عقیق، اور زمرد کی پچی کاری کی ہوئی ہے اور ایک خودسر فرعون آرخ عمس کا نام لکھا ہوا ہے اور ایک درندے کی تصویر ہے جو سانڈ پر جھپٹ رہا ہے۔ اس کے نیچے چار ٹڈیوں کی تصویریں ہیں۔ خنجر کے دوسری طرف بھی اسی فرعون کا نام ہے اور پندرہ پھول اور پر پیچ کِھلے ہوئے ہیں۔
اسی قسم کی بے شمار چیزیں ہیں کہاں تک لکھی جائیں؟

قدیم ترین آثار

مصری عجائب گھر کے ایک کمرے میں وہ آثار جمع کئے گئے ہیں، جو سب سے زیادہ پُرانے ہیں۔ یہ آثار اتنے پرانے ہیں کہ ان کی تاریخ نہیں ملتی۔ لیکن جس زمانے کے یہ آثار ہیں اُس زمانے میں بھی مصر کے لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ یہ عجیب بات ہے کہ کوئی کتنی ہی پُرانی چیز دستیاب ہو، مگر اُس پر ہیرو گلیفی خط میں کچھ نہ کچھ لکھا ضرور ملتا ہے۔ اِن قدیم

ترین آثار پر بھی ہیروگلیفی تحریریں موجود ہیں ، مگر ان میں خط نامکمل ہے ، اور اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آثار اتنے پرانے ہیں کہ ہیروگلیفی خط بھی اُن کے زمانے میں بچہ ہی تھا۔

یہ آثار سب سے پہلے جنوبی مصر کے پرانے مقبروں میں ملے اور خیال گیا کہ شمالی مصر ایسے قدیم آثار سے خالی ہے ، لیکن بعد میں ایسے ہی آثار ، شمالی مصر کے مقبروں میں بھی پائے گئے ، اور مان لیا گیا کہ دونوں مصر جب متحد ہو کر ایک بادشاہی بن گئے تھے اُسی زمانے کے یا اُس کے کچھ بعد کے یہ آثار رہیں - یعنی بہرحال ، فرعون مینا کے بعد کے ہیں ، جسے ابھی چند سال پہلے تک مصر کا پہلا فرعون یقین کیا جاتا تھا ، مگر اب اس یقین کی تردید ہو چکی ہے ، جیسا کہ ہم پچھلے صفحوں میں بیان کر چکے ہیں۔

اب ہم ان پرانے آثار میں سے بعض کا حال لکھتے ہیں :-

۱- مصریوں کے نزدیک مقدس لکڑی جُمیز کا یہ تابوت ہے - اس کی بناوٹ اس طرح ہے کہ درخت کا تنہ کاٹ لایا گیا ہے اور اُسے اندر سے کھوکھلا کر دیا گیا ہے لیکن اُس کے دونوں سرے الگ سے بنا کر جوڑ دیے گئے ہیں - تابوت کے اندر ایک لاش بھی ہے ، مگر ممی کی ہوئی نہیں ہے بلکہ سُکھائی ہوئی معلوم ہوتی ہے - لاش کا سر لکڑی کے تکیے پر ٹکا ہوا ہے ، اور لاش صاف ستھرے کپڑے میں لپٹی ہوئی ہے۔

۲- یہ فرعون مختتم ساؤوفت کی لاش ہے اور اسی فرعون کے ہرم سے نکلی ہے۔ لاش کے سر پر بالوں کا گچھا ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرعون ابھی نوجوان ہی تھا کہ مر گیا۔ مصر میں نوجوان لوگ اپنے سروں پر ایسے ہی بال رکھا کرتے تھے سر لاش سے الگ ہے ، اور نیچے کا جبڑا بھی ٹوٹا ہوا ہے - یہ حرکت چوروں کی ہے جو کسی زمانے میں لاش تک پہنچ گئے تھے۔

۳- یہ لاش ، آمانبت کی ہے ، جو دیوی ہاتھور کی کاہنہ تھی - کاہنہ پچاس صدی سے ایک ہی حالت سے سو رہی ہے ! لاش ، سونے چاندی کے زیور پہنے ہوئے ہے ، ہاتھ کی انگلیوں میں چاندی کی انگوٹھیاں ہیں۔

۴- کسی زمانے میں آخوئی نام کا ایک فرعون گزرا ہے ، اُس کے مقبرے سے بہت سی چیزیں نکلی ہیں ، جیسے تیروں کی اَنیاں ، ٹیڑھی چھریاں ، جو پتھر کی ہیں ، بلوری

برتن - ان چیزوں پر تین تین چڑیاں بنی ہوئی ہیں - ان نشانوں کا مطلب ابھی تک سمجھا نہیں جا سکا - ہاتھی دانت کی بھی بعض چیزیں اسی فرعون کی قبر سے نکلی ہیں، اور مٹی کی بہت سی مہریں بھی - مہریں اصل میں گھڑوں پر لگی ہوئی تھیں گھڑے ٹوٹ پھوٹ گئے اور مہریں باقی رہ گئیں -

۵ - یہ ہاتھی دانت کی ایک بڑی تختی ہے، اور اس پر اُن رسموں کے مناظر دکھائے گئے ہیں جو فرعون اخوی کے دفن کے وقت ادا کی گئی تھیں، یہ نقوش قابل دید ہیں -

۶ - ان کے علاوہ اور بہت سے قدیم ترین آثار موجود ہیں، جن میں برتن اور ہتھیار خاص طور پر دیکھنے کی چیزیں ہیں -

متفرق چیزیں

اب ہم مصری عجائب گھر کی بعض اور نادر چیزیں بغیر کسی ترتیب کے یہاں دکھانا چاہتے ہیں :-

۱ - عجائب گھر کی سیر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت پرانے زمانے میں بھی مصری، وزن کرنے کے لئے بٹے استعمال کرتے تھے، اُن کا بنیادی بٹہ، دِنبو تھا، جسے اس طرح لکھتے تھے - ۲۷ صفحہ ۲۷۲ یہ دنبو، چورانوے گرام سے ستانوے گرام تک ہوتا تھا، اور اسی سے دوسرے بٹے بنائے گئے تھے، ایک بٹے کا نام کیت تھا اور یہ کیت، دنبو کا دسواں حصہ ہوتا تھا - حبش کے بعض دستاویزوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک بٹہ پاکُو کے نام کا بھی تھا - اور دنبو کا ایک سو اٹھائیسواں حصہ ہوتا تھا، یعنی ۰۱۱ء گرام - مصری بٹے عام طور پر بیل کی صورت کے ہوتے تھے - کسی کی شکل ایسی ہوتی تھی جیسے بیل لیٹا ہوا ہے - ۲۸ صفحہ ۲۷۳ کسی کو آدھے بیل کی شکل کا بنایا جاتا تھا - ۲۹ صفحہ ۲۷۳ اور کوئی صرف بیل کا سر دکھاتا تھا

۲ - یہ پتھر کا ایک بڑا سانپ ہے، اور غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے - قدرت کو منظور تھا کہ مصری کاہنوں کی شعبدہ بازی اور عیاری سے بعد کی نسلیں بھی واقف ہو جائیں، اسی لئے یہ سانپ ٹوٹ پھوٹ کر بھی باقی رہ گیا، اور اب مصری عجائب گھر میں سادہ لوح آدمیوں

کو سبق دے رہا ہے، جو تو ہم پرستی کے روگ میں مبتلا ہیں اور آسانی سے دھوکہ کھا جاتے ہیں سانپ اندر سے کھوکھلا ہے، اور اُس میں دو سوراخ ہیں ایک گردن کے نیچے اور ایک دُم کے پاس۔ یہ سانپ مصر کے جنوبی صوبے، صعید کے مقام، مَنتیہ کے مندر میں قائم تھا۔ سانپ جس چبوترے پر کھڑا کیا گیا تھا، اُس کے نیچے تہ خانہ تھا۔ تہ خانے کے نیچے کاہن چھپ جاتا تھا اور جب زیارت کرنے والے سانپ سے کوئی سوال کرتے تھے، تو اندر سے کاہن جواب دیا تھا، اور لوگ ایسی بے وقوفی سے سمجھتے تھے کہ سانپ جواب دے رہا ہے۔ یہ سانپ پُرانے زمانے میں بہت مقدس سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ ہر سوال کا "جواب" دے دیا کرتا تھا۔

۳۔ مصری عجائب گھر میں بہت سے پُرانے سکّے ایک برتن میں رکھے ہیں۔ ان میں سے بعض سکّے، شاہ دِقلدیان، یا دقیانوس کے ہیں، جو اصحاب کہف کے ملک کا بادشاہ تھا۔ یعنی یہ سکّے اصحاب کہف کے زمانے کے ہیں۔

۴۔ پُرانے زمانے کے مصری، برتن میں جب کوئی چیز رکھتے تھے تو اُسے ڈھکنے سے بند کر کے گیلی مٹی کی موٹی تہ ڈھکنے پر چڑھا دیتے تھے۔ پھر اس مٹی پر مُہر لگا دیتے تھے، ایسے مُہر لگے ہوئے بہت سے ڈھکنے مصری عجائب گھر میں موجود ہیں، اور بہت ہی پُرانے ہیں۔ ہر ڈھکنے پر کسی فرعون یا فرعون کے درباری کی مُہر ہے۔ اب تک پندرہ نام پڑھے جا چکے ہیں۔ مثلاً اَخوی، کاؤ، نزمر یُوہماہ، حساحموی، کِنتُو سا حموی، رانبُو، نُو ترلی، ازراوُزان، پَرابسو نُو وغیرہ۔

۵۔ پُرانے وقتوں کے ایک شہری، نَحو تَنحی کے مقبرے سے ۱۹۱۰ء میں جو چیزیں نکلی ہیں اُن میں کچھ اناج بھی ہے جو ایک برتن میں رکھا ملا ہے۔ قابل ذکر اور عجیب بات یہ ہے کہ ہزاروں برس گزر جانے پر بھی اناج میں خوشبو باقی ہے۔ اصل میں اناج کو عطر میں بسایا گیا تھا، پھر لاش کے ساتھ مقبرے میں رکھ دیا گیا تھا، تاکہ مُردے کے لئے بخور کا کام دے۔ اس اناج میں آج تک عطر کی خوشبو موجود ہے، خود عطر کی حالت کیا ہو گی؟

۶۔ مصری عجائب گھر میں ستونوں کے چار سر موجود ہیں۔ یہ سر، تُرنجی کے مقبرے سے نکلے ہیں۔ ان میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ حَر مُحبی نے اپنے سرکاری القاب ان سروں

برکندہ کرا دیے ہیں، جس سے ہمیں معلوم ہوسکا کہ مصر میں سرکاری القاب کس قسم کے ہوتے تھے۔ حرمجی نے اپنے یہ القاب لکھے ہیں:-

"اشرف الشرفا، سردار، کبیر الکبرا، امیر الامراء، عظیم العظماء، سپہ سالار اعظم، فرعونی فوجوں کے تمام سرداروں کا سردار، فرعون کا وائسرائے، شمالی اور جنوبی دونوں مصروں میں!" حرمجی کے لئے یہ القاب موزوں بھی تھے، کیونکہ وہ رامیسس اول کا براہِ راست خلیفہ ہوا ہے، لیکن فرعون بننے سے پہلے وہ بہت سے عہدوں پر بھی مامور رہا تھا۔ ممفس کے اِس بادشاہ نے اپنے لئے شاندار مقبرہ بنایا تھا، اور سمجھتا تھا کہ اِس مقبرے میں اُس کی لاش اور لاش کے ساتھ کی سب چیزیں ہمیشہ محفوظ رہینگی، مگر ہوا یہ کہ اُس مقبرے کی چیزیں، دنیا بھر کے عجائب گھروں میں پھیل گئیں، اور خود مقبرے میں کچھ باقی نہ رہا۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ!

مصر کے پُرانے فرعون

فرعونوں کے ناموں کے ساتھ اُن کے یونانی تلفظ بریکٹوں میں لکھدیے گئے ہیں۔

خاندانوں سے پہلے کے بادشاہ

پہلے خاندان سے پہلے مصر میں دو بادشاہیاں تھیں ایک جنوبی مصر میں دوسری شمالی مصر میں۔ اس زمانے کے صرف چند بادشاہوں کے نام معلوم ہوسکے ہیں۔

۱۔ دو (جنوب کا)

۲۔ ٹییو (شمال کا)

۳۔ تھیش (")

۴۔ ہسیکیو (")

۵۔ یُوازنار (")

پہلا خاندان

تقریباً سنہ ۳۴۰۰ سے سنہ ۳۲۰۰ ق م

جنوب دالوں نے شمال فتح کر کے مصر کو ایک بادشاہی بنا دیا۔ ممفس کا شہر آباد ہوا۔

۱۔ اِب

۲۔ نارمر

۳۔ آہامین یا میناس

۴۔ زیر اتوتی (خنت)

۵۔ زا (زیٹ، آتا)

۶۔ ویزین سمتی

۷۔ اِن زیب مرپیبا

۸۔ سمرخیت ہیوئی (شیمس)

۹۔ کاسین

دوسرا خاندان

تقریباً سنہ ۳۲۰۰ سے سنہ ۲۹۸۰ ق م

شاید یہ خاندان شمالی مصر کا تھا۔

۱۔ ہوٹپ سخیموئی
۲۔ رانب کاکائیو
۳۔ نیفیتر
۴۔ پرِ نمآت
۵۔ پرریب سین
۶۔ سینیڈی
۷۔ نیفرکا۔ را
۸۔ نیفرکا۔ سوکاری
۹۔ ھوزیفا

تیسرا خاندان

تقریباً سنہ ۲۹۸۰ سے ۲۹۰۰ ق م

جنوب سے نئے فاتح آئے۔ ممفس پایۂ تخت بنا

۱۔ خاسے خیموئی بیش (بے بی)
۲۔ زلیسنر (زدسر)
۳۔ سینخت
۴۔ زیسر ٹیٹی
۵۔ سیزس
۶۔ نیفرکا ہیولی
۷۔ سنیفیرو

چوتھا خاندان

بڑے اہراموں کے بنانے والے "پرانی بادشاہی" اپنی طاقت اور فن میں عروج پر۔

۱۔ شاریور (؟) تقریباً سنہ ۲۹۰۰ سے ۲۸۹۸ ق م
۲۔ خوفو (چیوپس) ″ سنہ ۲۸۹۸ سے ۲۸۷۵
۳۔ رازیڈف ″ سنہ ۲۸۷۵ سے ۲۸۶۷
۴۔ خفرا (چیفرن) ″ سنہ ۲۸۶۷ سے ۲۸۱۱
۵۔ منقرا (مکرینس) ″ سنہ ۲۸۱۱ سے ۲۷۸۸
۶۔ شپ سیکاف (اور شاید دوسرے) ″ سنہ ۲۷۸۸ سے ۲۷۵۵
۷۔ (تمپھتھس ؟) ″ سنہ ۲۷۵۵ سے ۲۷۵۰

پانچواں خاندان

اس زمانے میں دیوتا را کی پرستش کو بہت عروج ہوا:-

۱۔ یُوسرکاف تقریباً سنہ ۲۷۵۰ سے ۲۷۴۳ ق م
۲۔ ساہو۔ را ″ سنہ ۲۷۴۳ سے ۲۷۳۱
۳۔ نیفریرکا۔ را ″ سنہ ۲۷۳۱ سے ۲۷۳۰
۴۔ شیپسکا۔ را ″ سنہ ۲۷۳۰ سے ۲۷۲۳
۵۔ خکیفر۔ را ″ سنہ ۲۷۲۳ سے ۲۷۲۲
۶۔ نی۔ یُوسررا (رُہمراِن۔ را) ″ سنہ ۲۷۲۲ سے ۲۶۹۱
۷۔ منکاہو۔ ہیرو ″ سنہ ۲۶۹۱ سے ۲۶۸۱
۸۔ ڈیڈکا۔ را (سیسی) ″ سنہ ۲۶۶۳ سے ۲۶۵۵
۹۔ یُونیس ″ سنہ ۲۶۵۵ سے ۱۲۲۵

چھٹا خاندان

حکومت کی مرکزی قوت میں کمی آگئی۔

۱۔ ٹیٹی تقریباً سنہ ۲۶۲۵ سے ؟ ق م
۲۔ یوسرکا۔ راآتی ″ سنہ ؟ سے ۲۵۹۵
۳۔ پیپی اول ″ سنہ ۲۵۹۵ سے ۱۵۴۲

۴۔ میرن را اول تقریباً سنہ ۲۵۶۲ سنہ ۲۵۵۵ ق م
۵۔ پے پی دوم " سنہ ۲۵۳۸ سنہ ۲۴۴۴
۶۔ میرن را دوم " سنہ ۲۴۴۴ سنہ ۲۴۴۳
۷۔ نتر کا۔ را " سنہ ۲۴۴۳ سنہ ؟
۸۔ منکا۔ را " سنہ ؟ سنہ ۲۴۳۱

۷ویں ۸ویں ۹ویں ۱۰ویں خاندان

تقریباً سنہ ۲۴۳۱ ۔ سنہ ۲۱۶۰ ق م

مصر میں پہلی مرتبہ انارکی پھیل گئی۔ ایشیائی قبیلوں کا حملہ۔

گیارھواں خاندان

اب تھیبس پایہ تخت ہے۔ انتف اول نے فرعون کا لقب اختیار کیا۔ منتو ہوتپ سوم نے پورا مصر فتح کر لیا۔

۱۔ انتف اول تقریباً سنہ ۲۱۶۰ سنہ ؟
۲۔ انتف دوم " سنہ سنہ
۳۔ منتو ہوتپ اول " سنہ ؟ سنہ ؟
۴۔ منتو ہوتپ دوم " سنہ ؟ سنہ ۲۰۰۰
۵۔ منتو ہوتپ سوم " سنہ ۲۰۰۰ سنہ ۲۰۳۰
۶۔ منتو ہوتپ چہارم سنہ ۲۰۳۰ سنہ ۲۰۰۰

بارھواں خاندان

اس خاندان میں ولی عہد، فرعون کے ساتھ مل کر حکومت کرتے تھے۔

۱۔ امنہیت اول تقریباً سنہ ۲۰۰۰ سنہ ۱۹۷۰ ق م
۲۔ سنیو سرت (یوسرت سن) " سنہ ۱۹۷۰ سنہ ۱۹۳۵

۳۔ امنہیت دوم تقریباً سنہ ۱۹۳۵ سنہ ۱۹۰۳ ق م
۴۔ سنیو سرت دوم " سنہ ۱۹۰۳ سنہ ۱۸۸۷
۵۔ سنیو سرت سوم " سنہ ۱۸۸۷ سنہ ۱۸۴۹
۶۔ امنہیت سوم " سنہ ۱۸۴۹ سنہ ۱۸۰۱
۷۔ امنہیت چہارم " سنہ ۱۸۰۱ سنہ ۱۷۹۲
۸۔ سبکنیفرو۔ را " سنہ ۱۷۹۲ سنہ ۱۷۸۸

۱۳واں ۱۴واں ۱۵واں ۱۶واں خاندان

تقریباً سنہ ۱۷۸۸ ۔ سنہ ۱۵۸۰ ق م

اب پھر طوائف الملوکی پھیل گئی تھی۔ آخر کار اجنبی فاتح ہکسوس نے مصر پر قبضہ کر لیا تھا۔

سترھواں خاندان

ہکسوس حکومت کے آخری زمانے میں تھیبس میں ایک حاکم خاندان کچھ خودمختار تھا۔ اسی خاندان کا ... بادشاہ سکینرا سوم نے ملک کی خودمختاری کا جھنڈا اٹھایا تھا اور ہکسوس سے لڑا تھا۔

۱۔ سکینرا اول تقریباً سنہ ۱۶۳۵ ق م سنہ ۱۶۱۵
۲۔ سکینرا دوم " سنہ ۱۶۱۵ سنہ ۱۶۰۵
۳۔ سکینرا سوم " سنہ ۱۶۰۵ سنہ ۱۵۹۱
۴۔ یواز خیر را کاموس " سنہ ۱۵۹۱ سنہ ۱۵۸۱
۵۔ سنخت تن را " سنہ ۱۵۸۱ سنہ ۱۵۸۰

اٹھارواں خاندان

فرعون آہمس نے ہکسوس کو مصر سے نکال دیا تھا اور مصری شہنشاہی قائم کر لی تھی۔ تھیبس کا دیوتا امن کی پوجا کو عروج ہوا۔

۱- اہمس (رہموس) تقریباً سنہ ۱۵۸۰ ق م تا ۱۵۵۷
۲- امنہوتپ اول (امنوفیس) " سنہ ۱۵۵۰ سنہ ۱۵۴۱
۳- تھوتھمس اول " سنہ ۱۵۴۱ سنہ ۱۵۰۱
۴- تھوتھمس دوم اور (ملکہ ہٹشی پسوٹ) سنہ ۱۵۰۱ سنہ ۱۴۷۹
۵- تھوتھمس سوم " سنہ ۱۴۷۹ سنہ ۱۴۴۷
۶- امنہوتپ دوم " سنہ ۱۴۴۷ سنہ ۱۴۲۰
۷- تھوتھمس چہارم " سنہ ۱۴۲۰ سنہ ۱۴۱۱
۸- امنہوتپ سوم " سنہ ۱۴۱۱ سنہ ۱۳۷۵
۹- اخناتون (امنہوتپ چہارم) " سنہ ۱۳۷۵ سنہ ۱۳۵۸
۱۰- سمنخکارا " سنہ ۱۳۵۸ سنہ ؟
۱۱- توتن خامن " سنہ ۱۳۵۸ سنہ ۱۳۵۳
۱۲- آئی سنہ ۱۳۵۳ سنہ ۱۳۵۰

اُنیسواں خاندان

اخناتون کے "الحاد" سے ملک میں جو کمزوری (ابتری) پیدا ہوئی تھی، دور ہو گئی۔ بنی اسرائیل اسی زمانے میں مصر سے نکلے۔

۱- ہورم ہب (ہرمہاب) تقریباً سنہ ۱۳۵۰ ق م سنہ ۱۳۲۱
۲- رامسس اول " سنہ ۱۳۲۱ سنہ ۱۳۲۰
۳- سیتی اول (سیتھوس) " سنہ ۱۳۲۰ سنہ ۱۳۰۰
۴- رامسس دوم " سنہ ۱۳۰۰ سنہ ۱۲۲۵
۵- میرن پھتاح (منتاح) " سنہ ۱۲۲۵ سنہ ۱۲۱۵
۶- امن میس " سنہ ۱۲۱۵ سنہ ؟
۷- سا۔ پتاح " سنہ ۱۲۱۵ سنہ ۱۲۰۹
۸- سیتی دوم " سنہ ۱۲۰۹ سنہ ۱۲۰۵

بیسواں خاندان

کچھ مدت کے لئے پھر ابتری پھیل گئی تھی اور ایک شامی سردار نے مصر پر قبضہ کر لیا تھا ستنخت نے جو رامسس دوم کی نسل سے تھا پھر سے مصر کو آزاد کرایا۔ شام کا علاقہ، مصر کے ہاتھ سے نکل گیا۔

۱- ستنخت تقریباً سنہ ۱۲۰۰ ق م سنہ ۱۱۹۸
۲- رامسس سوم " سنہ ۱۱۹۸ سنہ ۱۱۶۷
۳- رامسس چہارم " سنہ ۱۱۶۷ سنہ ۱۱۶۱
۴- رامسس پنجم " سنہ ۱۱۶۱ سنہ ۱۱۵۷
۵- رامسس ششم " سنہ ۱۱۵۷ سنہ ۱۱۵۴
۶- رامسس ہفتم " سنہ ۱۱۵۴ سنہ ۱۱۵۲
۷- رامسس ہشتم " سنہ ۱۱۵۲ سنہ ۱۱۵۰
۸- رامسس نہم " سنہ ۱۱۵۰ سنہ ۱۱۳۰
۹- رامسس دہم " سنہ ۱۱۳۰ سنہ ۱۱۲۴
۱۰- رامسس یازدہم " سنہ ۱۱۲۴ سنہ ۱۰۹۴

اکیسواں خاندان

سنہ ۱۰۹۴ - سنہ ۹۴۷ ق م

بیسویں خاندان کے آخری کئی فرعون، امن دیوتا کے کاہنوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا رہے آخری فرعون کے مرنے پر کاہن "ہری ہر" یا ہرہیرو نے فرعونی لقب اختیار کر لیا تھا اور مذہبی پیشواؤں کی بادشاہی قائم کر دی تھی مگر یہ بادشاہی کمزور رہی، اور مصر برابر

بد سے بد تر حالت میں ہوتا گیا۔ لیبیا اور حبش کے سرداروں نے بھی یلغاریں کیں اور باری باری ساج کرتے رہے، یہانتک کہ ۶۶۳ ق م میں پہلے اشوریوں نے مصر فتح کرلیا پھر ۵۲۵ ق م میں ایرانیوں نے قبضہ کیا۔ پھر ۳۳۲ ق میں سکندر مقدونی نے ایرانیوں کو مصر سے نکال دیا، اور بطلیموسی خاندان کی حکومت قائم ہوگئی۔ بعد کے تاریخی واقعات زیادہ مشہور ہیں، اور آسانی سے تاریخی کتابوں میں پڑھے جا سکتے ہیں۔

خلاصہ اور قیاسہ

تحقیقات جتنی ممکن تھی ان دس بابوں میں ختم ہوگئی۔ اب میں مختصر طور سے کتاب کا خلاصہ اور اپنا قیاسہ درج کرتا ہوں۔ خلاصہ لفظ اردو میں بولا جاتا ہے۔ مگر قیاسہ نہیں بولا جاتا۔ البتہ قیاس بولا جاتا ہے۔ میں نے لفظ قیاس سے قیاسہ بنایا ہے کیونکہ میں مضامین کتاب کے خلاصے پر اپنے قیاسات بھی ظاہر کرتا ہوں اور وہ قیاسات چونکہ مجھ جیسے کم علم اور ناچیز آدمی کے ہیں اس لئے میں ان کو قیاسات کا بڑا نام نہیں دیتا بلکہ قیاسہ چھوٹا سا لفظ استعمال کرتا ہوں۔

اس کتاب میں دس باب ہیں۔ اور ان سب ابواب میں جو تحقیقات عربی کتابوں سے ترجمہ کر کے درج کی گئی ہے۔ اس میں بظاہر کوئی غلطی نہیں ہے۔ البتہ بعض جگہ ناموں کے تلفظ میں ممکن ہے غلطی ہوئی ہو۔ کیونکہ کتابوں میں نقل در نقل ہونے سے عموماً تلفظ غلط ہو جایا کرتے ہیں اور یا حسابی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ میں نے جہاں تک انگریزی انسائیکلو پیڈیا اور مصر کی انگریزی تاریخوں اور عربی تاریخوں کو پڑھوا کر سنا اور سنوں اور تاریخوں کو ملانے کی کوشش کی تو مجھے بہت زیادہ اختلاف نظر آیا۔ اور ٹھیک سنہ اور زمانے مختلف خاندانوں کی حکومتوں کے مقرر کرنے دشوار ہو گئے۔ آخر مجبور ہو کر حضرت عالم احمد کمال پاشا کی کتاب پر بھروسہ کرلیا کیونکہ وہ مصر کے تھے اور اپنے گھر کی بات کو گھر والا ہی خوب جان سکتا ہے۔

اس کتاب کے ہر باب سے ظاہر ہو جائیگا بشرطیکہ انصاف سے غور کیا جائے کہ ساری دنیا کی تہذیبوں اور رواجوں اور مذہبوں اور حکومت کے قانونوں اور قاعدوں کو مصر سے لیا گیا ہے اور یہ قیاسہ بھی ہو سکتا ہے کہ مذہب اور رسم و رواج اور حکومت کے معاملات میں ساری دنیا کے آدمیوں کے خیالات اور جذبات تھوڑے سے فرق کے ساتھ عموماً ایک ہی جیسے ہوا کرتے ہیں۔

توریت کی یہودیت اور انجیل کی عیسائیت۔ اور قرآن کی اسلامیت اور ژندوستا کی مجوسیت آپس میں بہت مشابہ ہیں۔ اور بت پرستی سے بیزار ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ انسانی خصلت ان سب میں بھی کار فرما نظر آتی ہے اور سب مذاہب میں کسی نہ کسی صورت میں بُت پرستی کی جھلک پائی جاتی ہے۔ مثلاً یہودیوں نے دولت کو بت بنا رکھا ہے۔ عیسائی حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے بت پوجتے ہیں۔ مجوسی آگ کو پوجتے ہیں۔ مسلمان کعبہ کی اتنی عزت کرتے ہیں جو انسانی ہاتھوں کے بنائے ہوئے ایک مکان کی نہ ہونی چاہئے۔

اس کتاب کے ہر باب سے تاریخ کی ایک بڑی مشکل کا حل ہو جائیگا۔ کہ ہندو کون ہیں۔ کب سے ہیں اور ان کے ویدوں اور منوسمرتی کی تاریخ کب سے شروع ہوتی ہے۔ اب تک یہ کہا جاتا تھا کہ ہندوؤں نے تاریخ نہیں لکھی محض قصے لکھے ہیں۔ جیسے مہابھارت۔ رامائن وغیرہ جن سے تحقیقی اور یقینی باتیں معلوم نہیں ہوسکتیں۔ مگر تاریخ فرعون پر غور کرنے سے سب کچھ روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گا کہ ہندوؤں کا یہ کہنا کہ اُن کی تہذیب اور اُن کا کلچر اور اُن کا مذہب دُنیا کی ہر قوم سے پُرانا ہے درست نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مصریوں کا مذہب اور تمدن ساری دُنیا کی تہذیب و تمدن و مذاہب کی جڑ ہے۔ خصوصاً یورپ کی سیاسی عمارتوں کی بُنیاد بھی اور اوپر کی تعمیر بھی تمام و کمال مصر کی سیاست پر ہے۔ اور ہندوؤں کا مذہب اور رسم اور رواج بھی سب کے سب مصریوں سے ماخوذ ہیں اور مجوسیوں اور یہودیوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں اور بُدھیوں کے عقائد مذہبی بھی مصری عقائد کے ردعمل سے نمودار ہوئے ہیں۔ یعنے مصریوں کے مذہب کی خرابیوں سے بیزار ہو کر لوگوں نے اصلاح کا ارادہ کیا اور نئے مذاہب پیدا ہو گئے۔

اگر میں مسلمان نہ ہوتا تب بھی مجھے ماننا پڑتا کہ قرآن ہی ایک ایسی مذہبی کتاب ہے جس میں انسانی مداخلت نہیں پائی جاتی۔ بلکہ انسانی حالات و جذبات و عادات کو ساری دُنیا کی قوموں کے جذبات و عادات مدنظر رکھ کر تعلیم دی گئی ہے۔ تاہم ماننا پڑتا ہے۔ کہ قرآن میں جتنا زیادہ ذکر فرعون اور مصری قوم کا ہے اتنا کسی قوم کا نہیں ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن بھی میرے اس قیاس کا ساتھی ہے کہ مصری قوم ہی ساری دنیا کی تہذیبوں کی دادی اماں ہے۔ کیونکہ قرآن میں حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ جیسے

پُرانے پیغمبروں کا حال تو ہے مگر ان کے زمانے کے کسی بادشاہ کا نام نہیں ہے بلکہ دُنیا کی کسی قوم کے بادشاہ کا سوائے داؤد اور سلیمان اور طالوت و جالوت کے جو یہودی تھے اور کسی کا نام نہیں ہے مگر فرعون مصر کا نام اتنا زیادہ ہے کہ لوگوں کو حیرت ہوتی ہے۔ مگر آج میرے اس قیاس سے یہ بات حل ہو جائے گی کہ چونکہ قرآن بھی مصر اور اس کی تاریخ و تہذیب کو ساری قوموں کی جڑ مانتا ہے اس لئے اُس نے صرف فرعون کا ذکر کافی سمجھا اور داؤد و سلیمان وغیرہ یہودی بادشاہوں کا ذکر بھی اس لئے کیا کہ یہ سب بھی مصریوں سے آزاد ہونے کے بعد بادشاہ ہوئے تھے۔ اور ان کی حکمت و حکومت کی بُنیاد بھی مصری حکمت و حکومت سے سبق لے کر رکھی گئی تھی۔

اور بدھ مت اور ہندو مذاہب تو سب کے سب سراسر مصری مذاہب کی بدلی ہوئی صورتیں ہیں۔ اور یقیناً ان کی قدامت مصریوں کی قدامت سے بعد کی ہے۔

میں نے یہ کتاب ہندوستانی کلچر بیان کرنے کے لئے لکھی ہے جیسا کہ کتاب کے شروع میں بیان کیا ہے۔ اس سے ہندو قوم کی بڑائی کو کم کرنا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ مصریوں کی بڑائی قائم ہونے سے ہندوؤں کی بڑائی خود بخود بڑھ جاتی ہے۔ اور ثابت ہو جاتا ہے کہ جس طرح مصریوں کے جسم ممی کے ذریعے اور مصریوں کا کلچر بتوں اور تصویروں اور کتبوں کے ذریعے زندہ ہے۔ اسی طرح ہندوستان اور چین و جاپان کے ہندوؤں اور بدھوں کے ذریعہ مصریوں کی تاریخ اور تہذیب بھی زندہ ہے اور ہم مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور مجوسی یقیناً قدامت کے اعتبار سے مصریوں اور ان کے قائم مقام بدھوں اور ہندوؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ سوائے اس کے کہ ہم ان کا مصلح اور ہادی ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں

ختم شد

پورے دو سال ہو گئے جب یہ تاریخ فرعون کاپیوں پر لکھی گئی تھی اور کاغذ نہ ملنے کے سبب چھپائی نہ ہو سکی تھی اب کاغذ ملا اور چھپائی شروع ہوئی تو کاپیاں پتھر پر ٹھیک نہ جمیں اور متعدد کاپیاں دوبارہ لکھوائی گئیں یا خراب۔ خدا خدا کر کے جون ۱۹۴۴ء میں کتاب چھپ کر تیار ہوئی۔ جو کاپیاں نئی لکھوائی گئیں وہ تو صاف ہیں اور جو پرانی تھیں اُن کی چھپائی صاف نہیں ہے۔ بہرحال ستر برس کے بڈھے اور آنکھوں سے معذور آدمی سے جو کچھ ہو سکا قلم بند کر دیا جو خامیاں اور غلطیاں رہ گئی ہوں گی اُن کا مجھے افسوس نہیں ہے نہ میں کسی سے معافی مانگ سکتا ہوں کیونکہ ناتوان انسان جتنی زیادہ محنت کر سکتا تھا اُس سے بھی زیادہ محنت اس کتاب کی تحریر و کتابت و طباعت و تکمیل میں کی ہے۔ اور میں اپنے ہمعصر مورخوں کی نظر میں قابل ملامت نہیں سمجھا جاؤنگا۔ حسن نظامی دہلوی ۵ رجون ۱۹۴۴ء